

تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنت کا کردار

تصنیف

حضرت علامہ سید رشاد تراب الحوت قادری

لقدیم و تحسیب

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

(رئیس دارالافتاء جمیعت اشاعت اہلسنت)

تخلیقِ پاکستان میں علمائے اہلسنت کا کردار

”13 اگست 1991ء بمبئی بازار، کھارا در، کراچی میں ایک جلسہ عام سے حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے تحریک پاکستان اور علمائے اہلسنت کے کردار پر بھرپور خطاب فرمایا۔ جسے کیسٹ سے سُن کر حافظ عبدالرحمن قادری نے نقل کیا۔ پاکستان کے ساتھوں یوم آزادی کے موقع پر قارئین کی معلومات کے لئے پیش خدمت ہے۔“

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم حضرات! سب سے پہلے تو میں عرض کروں گا کہ پاکستان کیوں بننا؟ اس کی غرض و غایت کیا تھی؟ پاکستان بنانے کا شوق ہمیں کیوں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے تھے کہ ایسی آزاد مملکت بنے کہ جس میں مسلمان اپنے عقیدے کے مطابق حکومت بنائیں۔ سیاسی نظام تشكیل دیں، اسلامی حکومت ہو، ہر شخص کو انصاف ملے، ہر شخص کے ساتھ عدل ہو، نمازوں کے پابند ہوں، ہماری نسلیں انگریزوں کی تباہ کاریوں سے نجی گائیں۔ اس لئے ایک خطہ ہمیں الگ درکار تھا نفاذِ اسلام اور نظام مصطفیٰ ﷺ کا نافذ کرنے کے لئے ہمیں پاکستان بنانے کی ضرورت پڑی۔

جو خطہ حاصل کرنے کا ہم نے خواب دیکھا اس سرزی میں کا نام تحریک کے دوران ”پاکستان“ تجویز کیا گیا پھر تحریک پاکستان چلی اور پاکستان بن گیا۔ اصل مقصد دین کا، شریعت کا، نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ تھا یہ اس کی اولین ترجیحات تھیں اور یہ بات یونہی مہم نہیں بتائی جا رہی بلکہ اس کا تذکرہ بانی پاکستان جناب محمد علی جناح نے متعدد جلسوں میں کیا، علمائے اہلسنت نے بنارس کی ”ستی کانفرنس“ میں جو قرارداد پیش کی اس کے محکمات بھی یہی تھے۔ چاروں طرف سے جب مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان ہوا تو سب کے نزدیک یہ بات تھی کہ ایسا ملک ہو کہ جس میں نفاذِ اسلام ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُفْلِتَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران: 85) یعنی اگر اسلامی قانون کے علاوہ کسی نے اور قانون قبول کیا وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہرگز قبول نہیں ہو گا۔ نہ صرف یہ کہ اللہ رب العزت کے یہاں ناقابل قبول ہو گا بلکہ آخرت میں بھی ایسے لوگ خارے میں ہوں گے۔ جنہوں نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنایا ہو۔

عزیزان گرامی! ہم نے دین کا ترجمہ قانون کیا تو آپ حضرات بہت ممکن ہے یہ کہہ دیں کہ دین تو نماز پڑھنے کا نام ہے، روزہ رکھنے کا نام ہے، دین جو ہے ایک طریقے کا نام ہے لیکن میں عرض کروں کہ دین کا ترجمہ آئین بھی کیا جا سکتا ہے۔ دین کا ترجمہ قانون بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید سے میں ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو نویں میں ڈال دیا کنویں سے نکلنے کے بعد آپ مختلف جگہوں سے گزرتے ہوئے مصر پہنچ گئے اور شاہ مصر کے دربار میں پہنچنے کے بعد ایک دو را یہ آیا کہ آپ بادشاہ بن گئے جب وہ مصر کے بادشاہ بنے اس دوران جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام رہتے تھے وہاں سخت قحط ہوا۔ قحط ہونے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بھائی شاہ مصر کے دربار میں جانے کے ارادے سے نکلے کیونکہ مشہور ہوا کہ شاہ مصر غریب لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ دونوں بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں پہنچے۔ ان میں ایک بھائی آپ کے سوتیلے اور ایک بھائی سگے تھے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے دونوں بھائیوں کو پیچاں لیا جب کہ وہ یوسف علیہ السلام کو پیچاں سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سگے بھائی کو بلاںے کے بعد کہا کہ سناتھا کہ تمہارا کوئی بھائی یوسف تھا؟ اس نے کہا ”ہاں“۔ جانتے ہو اس کا کیا ہوا؟ اس نے اور پچھے جواب دیا۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ یہ جو تمہارے سامنے کھڑا ہے یہی تمہارا بھائی ہے اور میں مصر کا بادشاہ ہوں مگر خبردار اس راز کو اپنے دوسرے بھائی سے بیان نہ کرنا۔ ان کو خاموش کر دیا۔ خاموش کرنے کے بعد چونکہ دونوں بھائی اعانت اور مدد کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ ان کی اعانت کی گئی۔ اس زمانے میں ترازوں کا رواج نہیں تھا پیانہ جو گلاس نہما ہوتا تھا اس کا رواج تھا۔ چنانچہ اس پیانے سے بھر کر جب دونوں کو غلہ دیا گیا تو غلہ دینے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی ہدایت پر سگے بھائی کے مال میں شاہی پیانہ کو رکھ دیا گیا۔

جب یہ دونوں حضرات غلہ لے کر گئے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا شاہی پیانہ چوری ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ارشاد پر ان دونوں بھائیوں کو بلا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ہمارا شاہی پیانہ چوری ہوا ہے تم میں سے کسی کے پاس تو نہیں ہے انہوں

نے کہا ہم تو آپ سے امداد لینے آئے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے تھوڑی آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پایہ تھی کہ کونوں کی تلاشی کرتے۔ جس کے پاس پیانہ لکھتا اس کو سزادے دی جاتی۔ مگر کیا یہ کہ آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ جس کے پاس چوری کا مال برآمد ہواں کی کیا سزا ہے؟ تو وہ بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کا حکم جانتے تھے تو دونوں بھائیوں نے یہ کہا کہ ہمارے یہاں قانون یہ ہے کہ جس کے پاس سے مال نکلے اس کو قید کر لیا جائے۔ یوسف علیہ السلام کے دربار مصر میں یہ قانون تھا کہ جس کے پاس سامان برآمد ہوا سے سزادی جائے، لیکن ان کی غرض یقینی کہ سگے بھائی کو یہاں روک لیا جائے تو سگے بھائی کے مال میں پیانہ دبایا گیا۔ یوسف علیہ السلام نے کمال حکمت سے ان سے پوچھا ”اب بتاؤ جس کے پاس پیانہ برآمد ہواں کی سزا کیا ہے؟“ انہوں نے کہا ”جس کے پاس پیانہ نکلے اسے قید کر لیا جائے“ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تلاشی لو۔ جب دونوں کی تلاشی لی گئی تو سگے بھائی کے مال میں پیانہ برآمد ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہم نے تمہارے بھائی کو گرفتار کر لیا۔ اپنے پاس رکھ لیا اب تم جا سکتے ہو۔ اس طرح دوسرے کو روشنہ کیا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا : ﴿مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمُلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءُ اللَّهُ﴾ (یوسف: ۲۷)

آپ دنیا کی تمام تفاسیر اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ یہاں آیت میں جو لفظ ”دین“ استعمال ہوا اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے قانون کے مطابق یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو قید نہیں کر سکتے تھے مگر قرآن پاک نے کہا ﴿كَذَلِكَ كَذَلِكَ لِيُوسُفَ﴾ (یوسف: ۲۶) یہ تدبیر یوسف علیہ السلام کو ان کے رب نے بتائی تھی۔ رب نے تعلیم فرمائی تھی۔ تو قرآن مجید سے ہم نے ثابت کیا کہ ”دین“ کے معنی ”قانون“ کے بھی ہیں۔ تو اب خطبہ میں پڑھی گئی آیت کا ترجمہ اور مفہوم یوں ہو گا کہ جو اسلامی دین کے علاوہ کسی اور دین کو قانون بنانے تھا اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ ناقابل قبول ہے اور آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہے۔

عزیزان گرامی! پاکستان کو اس لیئے بنایا گیا کہ یہاں ”دین“ کا قانون ہو، ”شریعت“ کا قانون ہو، ہم اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزاریں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے ایک جلسے میں کسی نے جتاب محمد علی جناح صاحب سے پوچھا تھا کہ پاکستان میں کونسا قانون ہو گا؟ باñی پاکستان نے قرآن مجید اٹھا کر کہا تھا کہ پاکستان کو کسی قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پاکستان کا قانون بننا ہوا ہے یعنی قرآن مجید فرقان حمید۔ یہ وعدہ کیا گیا کہ جب پاکستان بنے گا تو قرآن مجید کی حکمرانی ہو گی یعنی شریعت مطہرہ، نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہو گا۔ یہ پاکستان یکولرزم (Secularism) کے تحت نہیں بنانے والا ہے۔

پاکستان اگر بنانا تو اسلام کے نفاذ کے لئے بنا ہے۔ اب جو اس نظریہ کو نہیں مانتا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ وہ پاکستانی نہیں، آپ کے دستور کے مطابق آئین کے مطابق بھی وہ پاکستانی نہیں ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ صدر مملکت کا حلف نامہ، وزیر اعظم کا حلف نامہ، اپنیکر کا حلف نامہ، ممبر قومی اسمبلی کا حلف نامہ، اس میں اس بات کو مانا گیا کہ ”پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور نظریہ پاکستان کا میں محافظ رہوں گا اس کو جاری کرنے اور نافذ کرنے کی میں کوشش کروں گا“۔

لیکن پہنچے تسلیم آئین میں بھی موجود ہیں پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور اسلام کے نفاذ کی خاطر وجود میں آیا اور پاکستان میں سوائے اسلام کے نفاذ کے کوئی اور نظام سو شلزم، کمیونزم نہیں چل سکتا۔ اب آئیے ہم وسیع تر حالات کی طرف نظر کریں۔ پاکستان معرض وجود میں کیسے آیا.....؟ یہ ایک بڑی تاریخ ہے۔ انگریز برداشتکار ہے ایسا مکار ہے جس کا نقشہ اکبرالہ آبادی نے خوب کھینچا وہ کہتا ہے:

(حضرت) عیسیٰ سے کہہ دو کہ گھے اپنے باندھ لیں
کھینچی چرگئے ہیں حضرت آدم کی تمام

کہ عیسائی حضرت آدم کی کھینچی چرگئے۔ ہندوستان کو تباہ کر دیا، بر باد کر دیا، مسلمانوں کے تنہض کو پا مال کر دیا۔ غرض یہ کہ بڑی عیاری اور مکاری سے ہندوستان میں گھسا اور جب تک سلطان ٹیپوزندہ (۱) رہا، سلطان ٹیپو کے ارد گرد علاقوں پر انگریز تسلط جا چکا تھا اور کچھ پر اس کی حکومت نہ تھی تو انگریز کے معاون و مددگار تھے اور پھر مر ہے اور نظام دکن پہلے بی سلطان کے مقابل تھے مزید برآں میر صادق جیسوں کی غداری، تو یہ سارے اساب تھے کہ سلطان ٹیپو ہم بظاہر ناکامی کا شکار ہو گئی حقیقت میں بعد والوں کے دل میں آزادی کی نہ بھجنے والی چنگاری سلے گا گئی، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو رحمت و رضوان کے پھولوں سے بھردے، سلطان ٹیپو نے اپنی ایمانی اور ایقانی قوت سے انگریز کو ہندوستان پر مسلط ہونے سے روکا۔ لیکن مسلمانوں کی بد قسمتی کہیے کہ مسلمان کے اپنے ہاتھوں مسلمانوں کے بظاہر خیر خواہ اور اصل میں دشمن حضرات نے انگریزوں سے مل کر سلطان ٹیپو کو شکست دی۔ سلطان ٹیپو

۹۹/۱۲۱۳ھ میں انگریزوں سے جنگ ہار گیا۔ مئی ۱۸۵۷ء میں اس مردِ مجاهد، مرد آہن کا وصال ہو جاتا ہے۔ وہ ایسا جو کہ مسند آدمی تھا کہ ہم نے تاریخ میں پڑھا کہ جس وقت سلطان ٹپو کوشہید کیا جا رہا تھا یا اس کی شہادت کے وقت ابھی حیات کی رمق اس میں باقی تھی جس کو ہم جانکنی کا عالم کہتے ہیں۔ کسی پر جانکنی کا عالم ہو ہاتھ پر ٹھنڈے پڑھاتے ہیں۔ آدمی میں پکڑنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن موڑھیں نے لکھا کہ سلطان ٹپو جب زخمی حالت میں میدان جنگ میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تکوار تھی۔ جب تک روح جسم میں باقی رہی تکوار اس کے ہاتھ میں رہی۔ آپ غور فرمائیں کہ عین روح نکلنے اور جان نکلنے کے عالم میں ایک انگریز آگے بڑھا۔ بڑھنے کے بعد وہ اس مسلمان شیر کے ہاتھ سے تکوار چھیننا چاہتا تھا یا کچھ گستاخی کرنا چاہتا تھا تو جناب! سلطان ٹپو نے عین جانکنی کے عالم میں اپنی تکوار اٹھا کر انگریز کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور کہا ”سلطان ٹپو میں حیات کی رمق باقی ہے اس سے تکوار اس وقت چھینی جائے گی جب حیات کی کوئی رمق سلطان ٹپو میں باقی نہ ہو۔“

ہم نے حالات میں پڑھا کہ اس کا وہ غلام اگر پچھے سے دروازہ بند نہ کرتا اور سلطان ٹپو کو انگریز نہ گھیرتے اگر وہ قلعے کا پچھلا دروازہ بھی گھلرا رہتا جس کے ذریعے سلطان اپنے قلعے میں جانا چاہتا تھا تو وہ محفوظ رہتا لیکن اسے بند کر دیا گیا۔ سلطان ٹپو اس طرح اپنے غداروں کی سازشوں کے ذریعے موت کا نشانہ بن گیا۔

اسی طرح آزادی کی بنیاد ڈالنے والا سب سے بڑا مجاهد جس کو تاریخ دانوں نے بھلا دیا، موڑھیں نے جس کے ساتھ انصاف نہیں کہا، لکھنے والوں نے جس کے ساتھ عدل نہیں کیا۔ وہ آپ جانتے ہیں کون ہے جس نے آزادی کا سب سے پہلا پتھر کھا؟ جس نے آزادی کا سب سے پہلے سنگ بنیاد رکھا؟ وہ مردِ مجاهد حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے (۲)، جو وہی آئے اور تاریخ سے آپ کی بہادر شاہ ظفر سے ملاقات بھی ثابت ہے۔ (۳) اور اس کے بعد میں علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ نے دیکھا کہ یہ انگریز ہمارے ذہنوں میں چھا جائے گا۔ مسلمان کی نسل کشی کرے گا۔ ہمارے مذہب اور تھجھ کو تباہ و بر باد کر دے گا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے ۱۸۵۷ء میں دہلی میں بیٹھ کر انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ (۴) جب فتویٰ مرتب کیا سب اکابر علماء سے اس فتویٰ پر مستخط کرائے۔ سارے اکابر علماء نے اس جہاد کے فتوے پر مستخط فرمائے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد کا فتویٰ جاری کرنا تھا کہ ہندوستان بھر میں انگریز کے خلاف ایک بہت بڑی عظیم اہم دوڑگی اور گلی گلی، قریب قریب، کوچ کوچ، بستی بستی، شہر شہروہ قتال وہ جدال ہوا کہ انگریز حکومت کی چوبیں ہل گئیں۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ انگریز بڑا مکار اور خبیث ہے اس نے اپنی مدبریں لڑا کر بڑے بڑے لوگوں کو خرید کر اور ڈر دھماکا کر بے شمار لوگوں کو قتل کرنے کے بعد اس نے تحریک کو چل دیا۔ آزادی کی تحریک کو چل تو دیا مگر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے آزادی کا سنگ بنیاد رکھ دیا تھا اس کو بظاہر انگریز نے وقت طور پر چل دیا۔ انگریز کے گھلنے کے بعد کیا ہوا مسلمان دب گئے جوش ولولہ ٹھنڈا ہو گیا کیونکہ اکثر مجاهدین قتل کر دیئے گئے تھے اور جس زمانے میں انگریزوں کے خلاف آوازِ اٹھی یہ ۱۸۵۷ء کی بات ہے اعلیٰ حضرت امام الہست کی اس وقت ولادت ہو چکی تھی، آپ اس وقت ایک برس کے تھے۔ (۵) آپ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریز گورنمنٹ کے خلاف جہاد شروع ہوا اور بریلی شریف میں جو کمپ تھا وہاں مجاهدین کو تربیت دینے والے کون لوگ تھے؟ تاریخ پر نظر ڈالیئے وہ حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۶) (اعلیٰ حضرت کے والد ماجد)، حضرت علامہ مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ (۷) (اعلیٰ حضرت امام الہست کے دادا) تھے (۸)۔

وہاں بریلی میں بھی مجاهدین کی صفائی درست ہوتیں۔ انگریزوں کے خلاف صفائی درست ہونے کے بعد انگریزوں پر حملہ ہوا کرتے تھے لیکن جب اس تحریک کو چل دیا گیا تو بظاہر یہ تحریک کو تھنڈی ہو گئی لیکن انگریز کے علم میں یہ بات تھی کہ تحریک کو تو ہم نے دبادیا لیکن جذبہ جہاد لوگوں کے دلوں سے نکالنا معمولی کام نہیں۔ ملکہ و کٹوریہ، چڑیل نے ایک مکارانہ چال چلی وہ کیا؟ ہندوستان میں اعلان ہوا کہ جتنے بھی باغی ہیں سب کو معاف کر دیا گیا ہے۔

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی چونکہ قوم کو ابھی ان کی ضرورت تھی تو آپ انگریز کے ہاتھ ابھی نہیں آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ مجاهدین کو خفیہ ہدایات جاری کرتے اور دہلی سے نکل گئے۔ وہاں سے نکلنے کے بعد کسی طرح علی گڑھ (Aligarh) پہنچ گئے اور علی گڑھ میں بھی ایک عرصہ تک ملچھے رہے اور مجاهدین کی مدد کرتے رہے۔ مجاهدین کو مشورے دیتے رہے۔ غرض یہ ہوا کہ جب انگریز نے یہ اعلان کر دیا کہ جتنے بھی باغی ہیں ہم نے سب کو معاف کر دیا۔

پس یہ اعلان ہونا تھا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی ان کے دام میں آگئے۔ انہوں نے سوچا کہ جب ملکہ و کٹوریہ نے اعلان کر دیا اب باہر آ جانا چاہیے۔ چنانچہ علامہ فضل حق خیر آبادی باہر آئے اور اپنے وطن خیر آباد پہنچ۔ خیر آباد پہنچ کر چند دن ہی گزارے تھے کہ کسی نے مجری کی کہ یہی وہ فضل حق ہیں جنہوں نے انگریز گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کی اور جہاد کا فتویٰ دیا، چنانچہ علامہ فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کیا گیا اور گرفتار کرنے کے بعد لکھنؤ لے جائے گئے۔ اس کے بعد آپ پردہلی یا لکھنؤ میں مقدمہ چلا، غداری کا مقدمہ چلا، ہوا یہ کہ جس نے گواہی دی، گواہی دینے والے کے دل میں مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کیلئے کیا نرم گوشہ آیا اس نے ساری کارروائی مکمل ہونے کے بعد علامہ فضل حق خیر آبادی کو پہچاننے سے انکار کر دیا تاکہ ان

کی جان بچ جائے۔ جس بچ کے سامنے علامہ فضل حق خیر آبادی پیش کیتے گئے اس بچ نے علامہ فضل حق خیر آبادی سے کتابیں پڑھیں اور وہ چاہتا کہ کوئی بہانہ ایسا نکل آئے جس سے علامہ فضل حق خیر آبادی کو رہا کر دیا جائے اب جو گواہیاں ہوئیں تو اس گواہ نے کہا کہ یہ فتویٰ جس عالم دین نے دیا ہے یہ وہ علامہ فضل حق خیر آبادی نہیں ہیں یہ کوئی دوسرے فضل حق خیر آبادی ہیں جب یہ بیان ہوا اب آپ کے چھوٹے اور رہا ہونے کی منزل قریب آئی لیکن جب علامہ فضل حق خیر آبادی کا بیان لیا گیا تو اس مرد مجاہد نے انگریز بچ کے سامنے یہ اعتراف کیا "جناب! اس گواہ نے مردوں میں آکر مجھے پہچانے سے انکار کر دیا ہے لیکن جہاد کا فتویٰ میں نے ہی دیا ہے۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں یہ کہوں کہ یہ فتویٰ میرا نہیں۔ میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ یہ فتویٰ جہاد میں نے دیا، جو سزا دی جائے میں اسے قبول کرتا ہوں"

اب دیکھئے جب علامہ نے خود اعتراف کر لیا یہ فتویٰ جہاد میں نے دیا۔ تو علامہ فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار کرنے کے بعد عمر قیدِ سنائی گئی اور جزاً را نہ مان بھیج دیا گیا کہ جس کو ہم کہتے ہیں کالے پانی کی سزا، وہاں نہیں ۱۸۵۴ء میں بھیج دیا گیا۔ جب ان کو جزاً را نہ مان (کالے پانی) بھیج دیا گیا تو ان کے دونوں صاحبزادے علامہ عبدالحق اور دوسرے علامہ شمس الحق یہ خاموش نہیں بیٹھے اور کوئٹہ، پکھری میں اپنے والد کے دفاع اور تحفظ کی خاطر مقدمہ بازی کرتے رہے یہاں تک کہ عزیزان گرامی ۱۸۶۱ء صفر کا مہینہ تھا، ساڑھے تین چار برس کے بعد بچ نے علامہ فضل حق خیر آبادی کی رہائی کا آرڈر دیا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کو رہا کر دیا جائے۔ علامہ شمس الحق (آپ کے صاحبزادے) نے یہ آرڈر لے کر جزاً را نہ مان کا سفر کیا۔ خدا کا کرنا دیکھئے کہ جب علامہ شمس الحق جزاً را نہ مان پہنچے اور خوش تھے کہ آج والد کی رہائی ہو جائے گی مگر جیسے ہی وہ جزاً را نہ مان پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جنازہ تیار ہے لوگ جنازہ پڑھنے کے لئے تیار ہیں علامہ شمس الحق پہنچے فرمایا یہ جنازہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا تحریک آزادی کے ہیروں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آج علی اصلاح انتقال کر گئے۔ علامہ شمس الحق نے اپنے والد ماجد کے جنازہ میں شرکت کی، علامہ فضل حق خیر آبادی کا مزار، جزاً را نہ مان ہی میں ہے، ان کے صاحبزادے رہائی کا پروانہ لے کر واپس آگئے، یوں کہیے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی وہ مرد مجاہد ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے اخلاص کا بدلہ یہ دیا کہ انگریز کے آزاد کرنے سے پہلے اپنے بندے کو آزاد کر دیا تا کہ انگریز کی آزادی کا دھبہ ان پر نہ لگے اور وہ انگریز کے آزاد کرنے سے پہلے آزاد ہو گئے۔

عزیزان گرامی! دیکھئے یہ ہے سب سے پہلا مرد مجاہد جس نے جان دے کر آزادی کا سانگ بنیاد رکھا۔ یہ اور ان کے ساتھی انہیں تاریخ نے صرف اور صرف اس لئے فراموش کر دیا کہ ان کا تعلق وہابی جماعت سے نہیں تھا، سُنّی جماعت سے تھا۔ اہلسنت و جماعت سے تھا۔ اسی لئے بطلِ حریت علامہ فضل حق خیر آبادی کا نام تاریخ سے مٹانے کیا اور محکرنے کی کوشش کی گئی۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کون تھے؟ ہم سے نہیں مرزا غالب سے پوچھئے وہ گواہی دیں گے مرزا سداللہ خاں غالب اکثر اپنے کلام کی صحیح علامہ فضل حق خیر آبادی سے کرایا کرتے تھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے والد ماجد حضرت علامہ فضل امام خیر آبادی (۹) تھے۔ چند سابق مرزا غالب نے ان سے بھی پڑھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی سے بھی کچھ پڑھا اور جو اشعار اس نے کہے ہیں اس میں ایک طرح سے وہ علامہ فضل حق خیر آبادی کے تلمذ ہیں۔ لوگوں نے جو یہ کہا کہ ان کا تعلق بھی وہابی گروپ سے تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ (۱۰) علامہ فضل حق خیر آبادی کا ایک عظیم الشان رسالت "امتناع نظری" ہے۔ ایک مسئلہ نکل چلا، اس کی تفصیل تو طویل ہے۔ مختصر خاکہ اپنے ذہن میں بھائیے۔ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ اگر چاہے تو ایک آن میں کروڑوں محمد کو پیدا کر دے" (معاذ اللہ) جب اس نے یہ لکھا تو علامہ فضل حق خیر آبادی نے اس کی گرفت کی۔ اس سے مناظرہ کیا، اس مسئلے میں اس سے اختلاف کر کے کتابیں لکھیں اس میں اہلسنت کا موقف کیا ہے؟ بہت فی مسئلہ ہے لیکن آسان کر کے بیان کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ وَلِكُنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ﴾ (الاحزاب: ۲۰) کہ ہم نے اپنے پیارے مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا کر بھیجا۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ خود رب کریم ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ﴾ ہماری باتیں بدلتی نہیں جاتیں۔

علمائے اہلسنت کا موقف یہ تھا کہ جب رب کریم فرماتا ہے کہ حضور ﷺ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں تو یہ کہنا کہ ایک آن میں اللہ چاہے کروڑوں محمد کو پیدا کر دے یہ مسئلہ غلط ہے۔ چنانچہ اس مسئلے میں دونوں کا مناظرہ ہوا اور اسماعیل دہلوی کو بڑی زبردستی کرتے ہوئے اور علامہ فضل حق خیر آبادی نے امتناع نظری پر پوری کتاب لکھی (۱۱)۔ وہ کتاب اس بات کی گواہ ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا وہابی گروپ سے قطعاً تعلق نہیں تھا بلکہ ان کا تعلق اہلسنت و جماعت سے ہی تھا۔

جس زمانے میں مسلمان انگریزوں سے آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے اس زمانہ میں سید احمد رائے بریلوی یہ انگریزوں کے مقابلہ میں کام رہے تھے چنانچہ

مقالات سید احمد مترجم خاوت مرزا، ص ۳۲، مطبوعہ نقشیں اکیڈمی، کراچی میں سید احمد رائے بریلوی کا اپنا کلام موجود ہے کہ ”سر کار انگریزی سے یہ کوئی مخالفت ہے اور نہ کوئی جھگڑا ہے، کیونکہ ہم تو اس کی رعایا ہیں بلکہ ہم تو اس کی حمایت میں رعایا کے مظالم کا استیصال کرتا ہے۔“ (۱۲) اسے علیل دہلوی (۱۳) یہ انگریزوں کے مفاد میں کام کر رہے تھے (۱۴) اور انگریز کی اجازت و تعاون سے سرحد کے غیر مسلمانوں کو کافروں میں قرار دے کر ان سے لڑ رہے تھے۔ رشید احمد گنگوہی (۱۵) یہ انگریزوں کے مفاد میں کام کر رہے تھے (۱۶)۔ آپ ”تذکرۃ الرشید“ (۱۷) اٹھا کر دیکھئے جدے جگہ انگریز حکومت کو ”سر کار انگریز“ کہا۔ اور یہ کہا کہ ”میں سر کار انگریز سے تو بغاوت کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔“ (۱۸) غرض مجھے تو ضمناً یہاں یہ سمجھانا تھا کہ غیر منقسم ہندوستان، متحده ہندوستان میں جو آزادی کی لہر دوڑاتی تو سب سے پہلا شخص جس نے اس کا سنبھال بینا درکھاوہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور ان کا تعلق اہلسنت سے ہے۔ الحمد للہ! اہلسنت کو یہ فخر حاصل ہے کہ انگریز کے زمانے میں جگہ آزادی کرنے والے ان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ (۱۹) اور ان کا وصال ۱۸۶۱ء میں ہوا۔ اور اس جنگ میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے ہمتو امداد اعظم مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی علیہ الرحمہ تھے، جو عاشق رسول ﷺ اور اسلام کے چے سپاہی تھے (۲۰) اور آپ آخر وقت تک باطل کے آگے بھکنے نہیں، یہاں تک کہ آپ کو ۳۰ مارچ ۱۸۵۸ء کو مراد آباد میں پھانسی دے دی گئی، پھانسی کے وقت حضرت کی زبان پر جوشuar تھا ان میں سے پہلا شعر ہے: ”کوئی گل باتی رہے گانے چمن رہ جائے گا پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا۔“ اور مولانا عبدالجلیل علی گزہی جو انگریز کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے اور جامع مسجد علی گزہ میں مدفن ہیں (۲۱)، اور مجاهد اعظم مولانا سید احمد اللہ شاہ شہید مدرسی جنہوں نے میدان کا رزار میں ۱۳ ذی القعده ۱۲۵۷ھ کو جام شہادت نوش فرمایا (۲۲)۔ ان کے علاوہ بے شمار علماء کرام ایسے بھی جنہوں نے جگہ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جیسا کہ حضرت مولانا صدر الدین آزرودہ (۲۳) وغیرہ اور ان سے بعض تو ایسے ہیں کہ جن کے نام بھی محفوظ نہ رہ سکے، ظالم تاریخ نویسوں نے کیا ظلم ڈھایا کہ جنہوں نے قربانیاں دیں، جگہ آزادی میں تکلیفیں، اذیتیں، مصیبتیں برداشت کیں، ان کا نام تک تاریخ کے اور اس کی زینت نہ بننے اور جو عوام کے غذا اور انگریز کے وفادار تھے ان کو مجاهد اور جگہ آزادی کا ہیر وہنا دیا۔

مولانا محمد علی جوہر (۲۴)، دوسرے مولانا شوکت علی (۲۵) اور اسی قسم کے حضرات حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۲۶) کے ہاتھوں میں میدان سیاست آیا، اب کیا ہوا؟ انگریز کو ظلم کر کے ایک عرصہ بیت گیا تھا۔ اور اس عرصے میں یہ مسلم لیڈر آپس میں سر جوڑ کر ساتھ بیٹھتے کہ کیا کرنا چاہیے انگریز سے نجات حاصل کرنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟ انگریز کو یہاں سے بھگانے کے لئے کیا طریقہ استعمال کیا جائے؟ تحریک کو سمیتے ہوئے عرض کرتا ہوں تحریکیں تو بہت چلیں، پہلے تحریک یہ چلی کہ انگریز کو کیسے نکالا جائے؟؟؟ ہندو اور مسلم میں اتحاد ہو جائے۔ ہندو اور مسلمان یہ دونوں متحد ہو کر تحریک چلا کیں کہ ہم متحد ہیں انگریز کو نکالا جائے جب یہ تحریک اپنے عروج پر پہنچے گی تو ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جب تحریک چلے گی تو اس کے دوران انگریز بھاگ جائے گا۔ جب انگریز بھاگ جائے گا تو انگریز اتنا سیدھا شریف انس ہے کہ جب یہاں سے بھاگے گا تو یہ بیٹھ کر فیصلہ کرے گا کہ ہم نے حکومت مسلمانوں سے لی تھی، بھادر شاہ ظفر سے لی تھی..... سلطان ٹپو سے چھینی تھی..... تواب ہمیں یہ حکومت مسلمانوں کے حوالے کر کے جانا چاہیے۔

کیا انگریز جاتا تو اقتدار مسلمانوں کے سپرد کر کے جاتا؟ نہیں نہیں!! اس میں گاندھی اور اس کاٹولہ ایم جینسی میں ساوتھ افریقا سے آیا، آنے کے بعد اس نے ہندوؤں کی کمان سننجاہی۔ بڑی چالاکی اور چاکب دستی سے اس تحریک کو اجاگر کیا کہ ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کہ پہلے انگریز کو یہاں سے نکالا جائے۔

آپ جانتے ہیں اس کے مضر اثرات کیا ہوئے؟ بڑے بڑے ہمارے لیڈر گاندھی کی آندھی میں بہہ گئے اور آپ کوں کر حیرت ہو گی مولانا محمد علی جوہر گاندھی کی آندھی میں بہہ گئے مولانا شوکت علی، جناب مولانا عبدالباری لکھنؤی فرنگی محلی بھی گاندھی کی آندھی میں بہہ گئے (۲۸)، خود ہمارے بانی پاکستان محمد علی جناح صاحب بھی گاندھی کی آندھی میں بہہ گئے۔ (۲۹) ہوایا کہ ہندو اور مسلم میں اتنا گھن جوڑ ہو گیا، اتنا گھن جوڑ ہو گیا کہ اب جگہ جگہ نظرے لگنے لگے ”ہندو مسلم بھائی بھائی“، یہ نعرہ لگایا گیا کہ ہندو مسلم بھائی بھائی، انگریز کو یہاں سے نکالا جائے۔ پھر ایک تحریک چلی ”اکھنڈ بھارت“ کیا مطلب؟ کہ مسلمان اور ہندو دونوں ایک ہو جائیں اور انگریز کو یہاں سے نکالیں یہ تحریک تھی اکھنڈ بھارت۔ ایک تحریک چلی ترک مولات وہ کیا تھی؟ وہ یہ تھی کہ انگریز کے مال کا بایکاٹ کیا جائے۔ انگریز کے جتنے عہدے ہیں سب واپس کر دیئے جائیں جتنے اس کے بیچ، بیچ اعزازات، کارکردگی کے تھنے یہ سب انگریز کو واپس کر دیئے جائیں۔ انگریز کی سرکاری ملازمتیں چھوڑ دی جائیں۔

اس تحریک کے چلنے میں جتنے مسلمان تھے سب نے اپنے بیچ دے دیئے، اپنے اعزازات واپس کر دیئے، انگریزوں کی ملازمت چھوڑ دی

جب ہندوؤں اور مسلمانوں میں یہ (Pact) معاہدہ ہوا تھا کہ سب انگریز کی ملازمت چھوڑ دیں گے تو معاہدہ یہ تھا کہ مسلمان یک ہدوئین (3) کا تابع یعنی کوئی ایک مسلمان اپنے عہدہ کو چھوڑے تو تم ہندوؤں کو بھی چھوڑنا ہوتا، کوئی ایک مسلمان نوکری چھوڑے تو تم ہندوؤں کی چھوڑ دیں کیونکہ مسلمان اقلیت میں تھے اور ہندو اکثریت میں تھے۔ اب چاہیئے تو یہ تھا ایک مسلمان کے بد لے تم ہندوؤں کیاں چھوڑتے مگر اس ہندو بدمعاش نے ایسا ہی کیا جیسا کہ ان کے لیڈروں نے ان کے کانوں میں کھوپ رکھا تھا۔ مسلمان تو معاہدہ کے تحت نوکریاں چھوڑنے لگ گئے۔ اعزاز والپس کرنے لگ گئے یہاں تک کہ آپ کو حیرت ہو گئی کہ ہمارے یہاں پاکستان میں سب سے بڑا فوجی اعزاز اعلان حیدر ہے۔ انگریز کے زمانہ میں ”وکٹوریہ کراس“ (Victoria Cross) تھا۔ یہ انتہائی فوجی اعزاز تھا اور وہ وکٹوریہ کراس ایسا اعزاز تھا کہ جب آدمی لگا کر ہندوستان میں واسرائے (Viceroy) کے سامنے چلا جائے تو اس کے پیچ ”وکٹوریہ کراس“ کو دیکھ کر وہ کھڑے ہو کر اس کا ادب کرتا تھا۔ گورنر کے پاس چلا جائے وہ کھڑا ہو جائے۔ بڑی بڑی جگہ پر چلا جائے اس اعزاز کے پاس میں وہ سب کے سب کھڑے ہو جائیں۔ جس کو یہ اعزاز ملتا اس کو بڑی مراعات حاصل تھیں۔ ساری زندگی کے لئے VIP یہ نہیں بلکہ (Very Very Important Person) اہم ترین شخصیت بن جائے، گویا کہ وہ بہت بڑا اعزاز تھا اس کو تک لوگوں نے والپس کر دیا۔

اس دور میں مولانا محمد علی جو ہر لوگوں کے ذہنوں میں اور سیاست پر چھائے ہوئے تھے، ابوالکلام آزاد (۳۰) لوگوں کے ذہنوں پر چھایا ہوا تھا، مولانا شوکت علی لوگوں کے ذہنوں پر چھا گئے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی لوگوں کے ذہنوں پر چھا گئے۔ نہرو، گاندھی یہ سب لوگوں کے ذہنوں پر چھا گئے کہ انگریز کو یہاں سے نکلا جائے۔ لیکن اس نعرہ ہندو مسلمان بھائی بھائی کے بہت سے مضر اثرات ہوئے۔ مسلمان بے روزگار ہونے لگ گئے۔ مسلمانوں نے نوکریاں چھوڑنی شروع کر دیں۔ اپنے اعزازات والپس کر دیئے اور سب سے بڑا بھی انک نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں شادیاں شروع ہو گئیں۔ اس زمانے میں وہابیہ نے بڑا شامدار کردار ادا کیا انہوں نے یہ کہا کہ جب قربانی کا موقع آتا ہے عید الاضحی میں ہم جو گائے ذبح کرتے ہیں، گائے ذبح کرنے سے ہندوؤں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ گئو ہماری ماتا ہے وہ اس کو خدامانتے ہیں۔ ہندوؤں میں ایک طبقہ ایسا ہے جس کے تصور سے ذہن میں گھن آتی ہے وہ گائے کا پیش اب بطور تبرک کے پیتا ہے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہندوؤں کا وہ طبقہ جو گائے کو گئو ماتا کہتا ہے اگر گائے کسی ایسے ہندو کے دروازے پر پہنچ جائے تو جناب وہ کیا کرتا ہے؟ کہ وہ ایک برلن پہلے سے تیار رکھتا ہے، پہلے گائے کی ضیافت کرتا ہے فوراً ایک برلن تیار کر کے اس کے سامنے کھڑا ہو جائے گا۔ کہ گئو ماتا صاحبہ ہمارے اس برلن سے کچھ کھالے تو ہمیں برکت ملے گی۔ اور اگر گائے نے کھاتے کھاتے کھاتے پیش اب شروع کر دیا تو ہندو برلن لگادے گا اور برلن لگانے کے بعد اب یہ گائے کا پیش اب لا کر پھر اس پیش اب کو اپنے مکان میں تبرک کے طور پر چھڑکتا ہے۔ مٹھائی کی دوکان والا بھی اس تبرک کو ساری مٹھائی کی پلیٹوں پر چھڑکتا ہے۔ پر چون والا سارے پر چون پر چھڑکتا ہے۔ مختلف دکاندار گائے کے پیش اب کو بطور تبرک مختلف طریقوں سے اپنی دوکانوں میں استعمال کرتے ہیں۔ غرض کہ وہابیہ نے فتویٰ دیا ”لوگوں گائے کو ذبح نہ کرو اس سے ہمارے بھائی ہندو کو تکلیف ہوتی ہے“، اس طرح انہوں نے اپنی ہندوؤں سے محبت اور وابستگی کا ثبوت دیا۔

۱۸۹۴ء میں اعلیٰ حضرت امام الہست مجددین ولت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی اپنے شباب کے عالم میں تھے جب دیکھا کہ ہندو مسلمان ایک ہوئے جا رہے ہیں، نکاح، شادی بیاہ ہوئے جا رہے ہیں آپ نے اپنا مذہبی فریضہ انجام دیتے ہوئے پٹنہ (Patna) میں سُنی کائفنس کرنے کے بعد یہ دو قومی نظریہ (Two Nation Theory) سب سے پہلے امام الہست علیہ الرحمۃ نے پیش کیا اور اس میں امام الہست نے واہ شگاف آواز میں اعلان کیا۔

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہنے بھی پھرتے ہیں
اگر جینے کی خواہ ہے تو کچھ پچان پیدا کر
”میرے عزیز مسلمانوں! ہندو والگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم ہے اور سنو ہمارے سرکار جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”الْكُفَّارُ مِلْلَةٌ وَاحِدَةٌ“ کفر ملت واحدہ ہے۔ کفر اگر برطانیہ کا ہو کفر ہے، کفر اگر امریکا کا ہے تو کفر ہے، کفر اگر ہندوستان کا ہے تو کفر ہے کیونکہ کفر ایک ملت ہے۔ یہ مت سمجھنا کہ امریکا کا کفر اور ہے یہاں کا کفر کچھ اور ہے۔ تم نے ہندوستان کے کفر کو اختیار کر لیا ہے یہاں ہندو سے تم نے صلح کر لی اور یہ سمجھے کہ انگریز حکومت دے کر جائے گا، نہیں ایسا نہیں“

گاندھی اور اس کی ذریعت بھی یہی چاہتی تھی کہ مسلمانوں سے مدد لے کر انگریزوں کو بھگا دیا جائے اور اکثریت میں تو ہندو ہیں یہ تمام سیاست پر اور پورے ہندوستان پر چھا جائیں گے اور مسلمانوں کو دوبارہ سے چل دیا جائے گا۔ مگر مولانا شوکت علی نہیں بھانپ پائے۔ مولانا عبدالباری اس کو نہیں

بجانپ پائے، دیگر علماء وزعماء اس کو نہیں بجانپ پائے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس معاملے میں یہ سب کے سب مختص تھے کہ مسلمانوں کا آزادی اور آزادی کی
چاہیئے مگر ان کا سیاسی نقطہ نظر غلط تھا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد علی جوہر بریلی شریف آئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ
والرضوان سے ملاقات کی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا ”مولانا! آپ کی سیاست میں اور ہماری سیاست میں بڑا فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم
اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف“، یعنی ہماری سیاست یہ ہے کہ پورے ہندوستان کے سُنی مسلمانوں کو ایک جگہ کیا جائے اور آپ کی سیاست یہ ہے
کہ ہندو مسلمان مل کر انگریز کو بھگا کیں اس لئے ہماری آپ سے نہیں بنے گی۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی اپنی کتاب ”علماء ان پالیکس“ میں
اس کا ذکر کیا ہے۔ (۳۱) اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد ہوتا ہے مجھے (اس غربت کے دور میں جس زمانہ میں پیسے کی بڑی ویلیخی اپنی
جیب خاص سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ۱۸۹۲ء میں دو قومی نظریہ ”پندرہ سوئی کانفرنس“ میں پیش کر دیا۔ پس اعلیٰ حضرت نے جو یہ دو قومی نظریہ پیش کیا تاریخ
گواہ ہے کہ دو قومی نظریہ جو ڈاکٹر اقبال ۱۹۲۱ء میں ال آباد کے جلسے میں پیش کیا کہ ”میرے ذہن میں ایک نقشہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک الگ مملکت
ہونی چاہئے جو مسلم آبادیاں ہیں وہ مسلمانوں کو مل جائیں جہاں ہندو ہیں وہ علاقے ہندوؤں کے زیر اثر آجائیں“۔

غور فرمائیے کہاں ۱۸۹۲ء اور کہاں ۱۹۲۱ء کا اجلاس جہاں یہ نقشہ پیش کیا گیا۔ اس معاملے میں علامہ اقبال، اعلیٰ حضرت سے پیچھے ہیں اور
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تو ۱۸۹۲ء میں ہی یہ نظریہ پیش کر دیا تھا (۳۲)۔ اور اس زمانہ میں پیش کیا جس زمانے میں بانی پاکستان محمد علی جناح بھی ہندو
مسلم اتحاد کے قاتل تھے، مولانا محمد علی جوہر اور دیگر سب اسی اتحاد کے گرویدہ تھے۔ عزیزان گرامی! مگر وقت نے بتایا کہ ماں اہلسنت نے ۱۸۹۲ء میں
جونظریہ پیش کیا تمام مسلم جماعتیں سر جوڑ کر بیٹھیں اور انہوں نے فیصلہ کیا خصوصاً مسلم لیگ نے اور وہ یہ تھا کہ: ”اب ہمیں انگریز سے بھی جان چھڑانی
چاہیئے اور ہندو سے بھی جان چھڑانی چاہیئے اور مسلمان ایک علیحدہ قوم ہے اپنے ملک کے لئے جدوجہد کریں اور جب علیحدہ اپنے ملک کے لئے
جدوجہد کریں گے تھی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں“،

عزیزان گرامی! یہ سلسلہ چلا لیکن آزادی سے پہلے مولانا محمد علی جوہر چلے گئے۔ مولانا شوکت علی چلے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ
مسلمانوں کے خیر خواہ تھے۔ جب وہ لوگ گول میز کانفرنس (Round Table Conference) لندن میں گئے تو مولانا محمد علی جوہر نے کہا
”میں تو مر کے جاؤں گا یا آزادی لے کر جاؤں گا“، آزادی تو نہ ملی مگر ان کا راستے میں انتقال ہو گیا۔ یہ ان کے اخلاص کا شر تھا کہ مولانا محمد علی جوہر
بیت المقدس میں وطن کئے گئے۔ لیکن آج ہمیں یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ بیت المقدس میں ایک دونہیں ہزاروں انبیاء کرام کے مزارات
ہیں وہ بیت المقدس جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، وہ بیت المقدس جس میں حضور رحمت عالم ﷺ نے شبِ معراج امامت فرمائی اور تمام انبیاء
کرام نے حضور رحمت عالم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے آج یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ ناپاک یہودیوں کے
پیروں تھے وہ زمین ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس قبلہ اول کو آزاد فرمادے۔ وہ قبلہ اول جس کی دیواریں سراخا اٹھا کر کسی سلطان
صلاح الدین ایوبی کو تلاش کر رہی ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے سولہ برس لڑ کر بیت المقدس کا ایک انجح حصہ کسی کو نہیں دیا اور آج کیلوں کا نئے
لیس مسلمان کتنے بڑی قوت بنے ہوئے ہیں۔ مگر یہودیوں نے اتنا بڑا اور مکرم خطہ مسلمانوں سے لے لیا۔ اور محض مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے
وہ چلا گیا۔ لیکن ضمناً میں یہاں یہ بات عرض کر دوں اس کا خلاصہ میں تقریر کے آخر میں کروں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ بیت المقدس مسلمانوں کی غفلت
سے گیا، وہ قبلہ اول مسلمانوں کی بد اعمالیوں سے گیا۔ اگر یہی بد اعمالیاں پاکستان میں رہیں اور اگر یہی بد اعمالیوں کا دروازہ اور پھانک پاکستان میں
کھلا رہا میں آپ سے فیصلہ چاہتا ہوں بتائیے کہ کیا پاکستان بیت المقدس سے زیادہ متبرک ہے؟؟ کیا پاکستان بیت المقدس سے زیادہ مکرم و محترم
ہے؟؟ دیکھو عزیزوں! بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے چلا گیا، مسلمانوں اگر تم نے اپنی روشن تبدیل نہیں کی۔۔۔ تو خدا نخواستہ کوئی عجب نہیں کہ
لاکھوں جانوں کو قربان کر کے جو پاکستان بنائے شاید یہ بھی تھا رے ہاتھ سے چلا جائے۔ اگر تم نے اس نعمت کی قدر نہ کی تو یہ ممکن ہے۔

تحریک آزادی کا نقشہ بدل گیا۔ مسلمانوں کی متحدہ مسلم لیگ بنی اور اس کے قائد بغیر کسی اختلاف کے بانی پاکستان محمد علی جناح قرار پائے، اور اس کے
بعد ایک تحریک چلی اور ایسی زبردست تحریک چلی کہ جس نے انگریزوں کی چوٹیں ہلا دیں۔ اور اس تحریک کو کامیاب بنانے میں سُنی مشائخ و علماء کا
بہت بڑا کردار تھا جن کی اکثریت ”آل انڈیا سُنی کانفرنس“ (۳۳) کے پلیٹ فارم سے کام کر رہی تھی، اور ان کی ایک بڑی تعداد مسلم لیگ
کے پلیٹ فارم سے بھی کام کر رہی تھی جن میں مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایوی اور مبلغ اسلام و شارح نظریہ پاکستان علامہ عبدالعزیز صدقی میرٹھی
وغیرہ مانے سب سے نمایاں کردار ادا کیا، بہر حال سُنی مشائخ و علماء کی دن رات مختت اور مسلم لیگی قیادت کی رہنمائی اور کارکنان کی سعی نے عوام

مسلمین کے دلوں میں آزادی اور حصول پاکستان کی ایسی جتجو پیدا کر دی کہ بڑے تو بڑے بچے بچے کہنے لگا کہ ”لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ لے رہے گا ہندوستان“ یعنی لگنے لگے۔ آپ کے بلوچستان کے حوالے سے تاریخ کا ایک اہم ورق موجود ہے۔ بلوچستان کے اسکول کے کچھ لڑکوں نے اپنے خون سے رومال پر یہ نعرہ لکھ کر دیا تھا کہ ”لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان“ (۳۲) یہ چھوٹے رومال جو جیب میں رکھے جاتے ہیں یہ بانی پاکستان کو ہندوستان میں وصول ہوئے کہ جس میں اسکول اور کالج کے لڑکوں نے اپنے خون سے یہ نعرہ لکھ کر دیا تھا۔ یعنی تحریک اس نجح پر چلی گئی تھی۔

تاریخ کا ایک اہم باب یہ بھی ہے کہ ایک لڑکا کہیں دوڑ رہا تھا دوڑتے ہوئے کہیں اس کو ٹھوک لگی ٹھوکر لگنے کے بعد بچہ روئے لگا۔ اور گھنٹے سے خون نکلنے لگا کسی ہندو نے جب اس بچے کو دیکھا اس ہندو نے بچے پر بھتی کتے ہوئے کہا ”اے بچے! کیا تم بناؤ گے پاکستان؟؟ کہ اتنے ذرے سے خون سے روئے لگ گئے۔ کیا تم بناؤ گے پاکستان؟؟“ بچوں کا جذبہ یہ تھا۔ کہ بچے نے روئی ہوئی آواز کو روکتے ہوئے کہا۔ ”اوپنڈت، اوہندو!! او دھوتی پر شاد!!!“ میں اس لئے رورہا ہوں کہ یہ خون تو میں نے پاکستان کے لئے رکھا تھا جو اس سے پہلے بہہ گیا۔ ”اس سے اندازہ لگائیے کہ مسلمانوں کے بچوں کے کیا جذبات تھے۔ اور نعرہ یہ تھا:

”پاکستان کا مطلب کیا؟؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“

اس کی تفصیل کیا تھی؟؟ وہ یہ کہ پاکستان اس لئے بنے گا کہ یہاں شریعت کا نفاذ ہوگا، پاکستان اس لئے بنے گا کہ دینِ مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہوگا، پاکستان کا مطالبہ اس لئے کیا گیا کہ پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کو برسر اقتدار لایا جائے گا۔ اب کیا ہوا؟ اب ایک تحریک چلی، پہلے تو تھا انہند بھارت، ترکِ موالات، نام نہاد ریشمی رومال وغیرہ وغیرہ یہ ساری تحریکوں کے بعد آخری وور میں تحریک اس نجح پر پہنچ گئی کہ ہندو والگ قوم ہے، مسلمان الگ قوم، اب انگریز کو مجبور کیا جائے کہ ہندوؤں کے لئے خطہ زمین الگ ہو، مسلم لیڈر جوڑ رہے تھے ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ بلوچستان، پنجاب، دہلی، فیروز پور جتنی بھی مسلم آبادیاں ہیں یہ سب کی سب پاکستان بنیں گی مگر انگریزوں نے مکاری سے مسلمانوں کو دو تکڑوں میں تقسیم کیا۔ دہلی، فیروز پور اور دیگر کئی علاقوں پاکستان کا حصہ نہیں بنے، جو ناگری کو ہڑپ کر لیا اور بعد میں ہندوؤں نے حیدر آباد کن کو بھی ہڑپ کر لیا، جو بد دیانتی ہوئی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اسی طرح گوداں پور اور پٹھانکوٹ کے علاقوں قادیانیوں کی سازش سے ہندوستان میں شامل ہو گئے۔ (۳۵) غرض یہ کہ اب تحریک کا رُخ بدل گیا کہ مسلمانوں کے لئے خط الگ ہونا چاہیے۔ انگریز کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ اس بھارتی حصہ کی تقسیم کرے۔

اب کیا ہوا؟ سارے علمائے اہلسنت ایک طرف سارے بد نہ ہب ایک طرف۔ یہ بالکل میں ڈٹ کر کہتا ہوں کہ آج دیکھیں پاکستان بنانے کے دعوے دار کون بنتے ہیں؟؟ مولانا مودودی، مفتی محمود کی جماعت، جمیعت علمائے اسلام، مولوی فضل الرحمن، مولوی سمیع الحق، جمیعت علمائے اسلام دوسرا گروپ، جماعت اسلامی یہ سب دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے پاکستان بنایا۔

پاکستان کس نے بنایا میں آپ کو بتاتا ہوں۔ تاریخی حوالہ دیتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ ہندوستان سے ایک اخبار نکلتا تھا جس کا نام تھا ”دبیر سکندری“ یہ اخبار امپور سے چھپتا تھا (۳۶) اپنی اشاعت 10 جون 1946 میں لکھتا ہے۔ ”جب بنارس میں ”سنی کائفنس“، منعقد ہوئی لاکھوں عوام کے سامنے 5000 علماء و مشائخ اہلسنت (اور پروفیسر اکرم رضا کی تحقیق کے مطابق پانچ سو مشائخ و سات ہزار علماء) نے فیصلہ کیا ”تمام علمائے اہلسنت پاکستان کے حق میں ہیں اور ہماری یہ آواز جناب صاحب تک پہنچا دی جائے کہ جناب صاحب اور مسلم لیگ اگر حصول پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار بھی ہو گئے تو ہم علماء اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔ علماء پاکستان کے مطالبے سے دستبردار نہیں ہوں گے۔“

(۳۷) علماء کی ان کوششوں میں کیا ہوا۔ ایک کائفنس اپریل 1946 میں بنارس میں ہوئی جس کی صدارت حضرت علامہ محدث عظیم ہند سید محمد حبیث کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی۔ (۳۸) حضرت محدث کچھوچھوی کا یہ خطبہ اہلسنت بر قی پریس مراد آباد سے چھپ کر شائع ہوا تھا، مندرجہ بالا

کلمات اس کے آخری صفحہ پر موجود ہیں، اس سے پہلے ایک ”سنی کائفنس“ 1935ء میں بدایوں میں ہوئی اس کی صدارت کے لئے حضرت علامہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۳۹) تشریف لائے۔ اس کے بعد میں پھونڈا یک مقام ہے ہندوستان میں وہاں ایک کائفنس ہوئی جو حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کی صدارت میں ہوئی۔ اس کا نام بھی ”سنی کائفنس“ تھا۔ 1946ء میں ایک سنی کائفنس اجمیر شریف میں ہوئی۔ جس کی صدارت سید آل رسول دیوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی۔ جو اس زمانہ میں خواجہ خواجہ گان خواجه غریب نواز کی اولادوں میں سے تھے۔ یہاں ان تمام کائفنسوں میں پاکستان بننے کی قرار دار منظور ہوئی۔ اس کے بعد شاہ جہان پور، UP میں مئی 1946

میں ایک سنبھالی کانفرنس ہوئی۔ اس کے بعد ایک سنبھالی کانفرنس ۱۹۳۶ء کو عیدگاہ بندروڑ، کراچی کے وسیع میدان میں حضرت علامہ ڈالانعلام رسول قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزار کو رحمۃ ورضوان کے پھولوں سے بھروسے بھروسے۔ ان کا مزار سو بھر بازار کراچی میں ہے۔ اس کانفرنس میں ہندوستان سے حضرت علامہ عبدالحامد بدایوںی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شریک ہوئے اور سندھ کے نامور علماء و مشائخ نے اس میں شرکت کی۔ اس طرح کی کانفرنسیں ہوئیں تو اہلسنت نے ہندوستان میں ایک تہمکہ مچا دیا (۲۰) اس کے بعد اب بندہ بیوں کو کیا سو بھی۔ ان کا سر خیل کوئی مولوی غیرت مند ہو تو جواب دے اور یہ کہے کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر اس میں ذرہ برابر جرأت ہے تو ہمارے بیان کو غلط ثابت کر کے بتائے۔ مسلمانوں کا نقطہ نظر یہ تھا مسلمان الگ قوم ہے اور ہندو الگ قوم ہے۔ ہماری قوم مذہب سے ہے، ہم مسلمان ایک ملت ہیں۔ چاہے کہیں کے بھی ہوں اور دیوبندیوں کے سر خیل نے کیا فتویٰ دیا؟ کہ یہ بات غلط ہے کہ ملت مذہب سے ہے بلکہ ملت وطن سے ہے۔ ہندو ہمارے وطنی ہیں ایک وطن کے رہنے والے۔ ہم مسلمان ہندوستانی ہیں، ہندو بھی ہندوستانی ہیں۔ لہذا ہم دونوں بھائی بھائی ہیں۔ یہ فتویٰ اتنا مشہور ہوا اگر میں آپ کو علماء کی دستاویز دھاؤں تو آپ کہیں گے یہ تو مولویوں کا جھگڑا ہے۔ سینے ڈاکٹر اقبال نے کہا:

عمجم	ہنوز	مناذد	رموز	دیں	بواجھی	ز	دیوبند	حسین	احمد	ایں	چ	سر	بر	سرود	ورنہ
------	------	-------	------	-----	--------	---	--------	------	------	-----	---	----	----	------	------

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است (۲۱) دیوبند کا اتنا بڑا عالم ہے حسین احمد مدینی کہتے ہیں نمبر رسول پر بیٹھ کر یہ کہتا ہے ملت وطن سے ہے ایسا لگتا ہے کہ یہ بدجنت مقام مصطفیٰ ﷺ سے بے خبر ہے۔ میں کہتا ہوں ملت مذہب سے ہے (۲۲)۔ اس میں ڈاکٹر اقبال نے کلیہ اہلسنت و جماعت کے علماء کی ترجیحی کی۔ (۲۳) مولوی حسین احمد مدینی دیوبندی کے اس فتویٰ کے بارے میں تحریک پاکستان کے رکن، ممتاز مؤذن ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (۲۴) کی بھی سنئے جوانہوں نے اپنے ایک یادگار انٹرویو میں کہا، چنانچہ ایڈیٹر لکھتے ہیں: ”ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے تحریک پاکستان میں علماء، طلباء، تاجروں اور سیاستدانوں کے کردار کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے کہا علماء کی دو جماعتیں تھیں، ایک پاکستان کے حق میں تھی اور دوسرا پاکستان کی مخالفت میں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدینی (دیوبندی) کے درمیان مخالفت کی ابتداء اس وقت ہوئی جب ۱۹۳۸ء میں دہلی کی ”جگل والی مسجد“ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا حسین احمد مدینی نے کہا کہ ”دنیا میں جتنی بھی قومیں بنتی ہیں ان کی بنیاد وطنیت ہے، مذہب نہیں“، چونکہ یہ بات علامہ اقبال اور اسلام کے فلسفے سے متصادم تھی لہذا علامہ اقبال نے وہ مشہور شعر کہے.....“ (۲۵)

اور انجمن طلبہ اسلام کراچی کی جانب سے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی یاد میں منعقد ہونے والے ایک مذاکرے میں انہوں نے کہا کہ ”اس نازک دور میں جب مسلمان اپنی بقا کی جگہ لڑ رہے تھے، مولانا حسین احمد مدینی (دیوبندی) نے دہلی کی مسجد میں یہ کہا کہ ”مسلمان اور ہندو ایک قوم ہیں کیونکہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں“ تو علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں اس نظریہ کا فوراً رد کیا۔

سردوبر منبر کے ملت از وطن است	چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
-------------------------------	--------------------------------

انہوں نے کہا کہ ملک، وطن، ثقافت، زبان، قومیت کی بنیاد نہیں، بلکہ ملت عقیدے اور ایمان سے بنتی ہے اور ایمان مقام یارنگ نسل کا پابند نہیں ہے۔ (۲۶)

پھر کچھ لوگ حسین احمد دیوبندی کے ہم سلاک کہتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال اور حسین احمد دیوبندی کے مابین آخر وقت میں مفاہمت ہو گئی تھی، یہ بالکل غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (۲۷) عزیزان گرامی! جب بھارت میں تہمکہ مج گیا۔ سارے بندہ بہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ انگریز چلا جائے گا لیکن کوشش کرنی چاہیئے کہ انگریز متحده ہندوستان رکھے۔ اقتدار کا انگریز میں کو دے کر جائے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب تحریک علماء اہلسنت کی بہت عروج پر چلی جتی کہ تمام علماء دیوبند کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ پاکستان بن جائے گا۔ انہوں نے یہ کیا کہ اپنے دو تین مولوی مسلم لیگ میں چور دروازے سے بھیج دیئے (۲۸)۔ وہ کون تھے؟ مولوی شبیر احمد عثمانی چور دروازہ سے مسلم لیگ میں آئے، اس کے علاوہ مولوی ظفر احمد انصاری۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ اگر پاکستان بن گیا تو ہماری واہ واہ بھی ہو جائے گی کہ علماء دیوبند بھی تحریک آزادی میں شامل ہیں۔ اور اگر پاکستان نہیں بنتا تو ہم تو ہیں ہی ہندوستانی۔ (۲۹)

جب تحریک چلی تو دیوبندی مولوی مفتی محمود احراری احرار کالیڈر، حبیب الرحمن لدھیانوی کیا کہتے؟ پوچھو آج مولوی فضل الرحمن سے جو جمیعت علماء اسلام کے قائد ہیں پوچھو کیا تمہارے ابا کے قائد نے یہ بیان دیا یا نہیں، اس نے یہ کہا:

”دس ہزار جناب، شوکت اور ظفر، نہرو کی جوئی کی نوک پر قربان کے جاسکتے ہیں،“ (۵۰) حراری مفتی محمود کے نو لئے یہ کہا یہ پاکستان،“ پلیدستان،“ ہے۔ یہ ”قائد عظم،“ نہیں ”کافر اعظم،“ ہے۔ بتاؤ یہ کس نے کہا (۵۱) اور یہ بات تو میرے نوجوان ساتھیوں کو شاید معلوم نہ ہو کہ ان کو تاریخ غلط پڑھائی گئی ہے کیونکہ بڑی چالاکی سے بد نہب لوگوں نے حکومت کی خاطر مدارت کر کے اپنے پیشواؤں کے نام نصاب کی کتابوں میں داخل کر دیئے (۵۲) اور علماء و مجاہدین اہلسنت کے کارناموں کا ذکر ہی نہیں کیا (۵۳) اور پاکستان کی تاریخ کو منجھ کر کے نوجوانوں کو پڑھایا گیا۔ ایک بات یہ بھی تھی جو قومی اسمبلی کے ریکارڈ میں بھی موجود ہے کہ جب ذوالفقار علی بھنووزیر اعظم تھے، جمیعت علمائے اسلام (فضل الرحمن گروپ) کے قائد کے والد مفتی محمود نے قومی اسمبلی کے فلور پر یہ بیان دیا:

”اللہ کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہیں۔“

(۵۴) غور کریں! ”جماعت علمائے اسلام“ کا قائد یہ کہہ رہا ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد وہ اس ملک سے کس طرح وفادار ہو سکتے تھے کہ پاکستان بننے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ہم اس کے بنانے کے گناہ میں شریک نہیں، دوسری طرف احرار کا مشہور مولوی، وہابیوں کا بہت بڑا سر خیل عطا اللہ شاہ بخاری وہ تو ہندوؤں کے اتنا قریب ہو گیا کہ جس کی انتہاء نہیں کہ خود ان کہ ہم مشرب، ہم ملک ظفر علی خان نے جب عطا اللہ شاہ بخاری کو دیکھا کہ اتنا بڑا احرار کا مولوی ہے اور نہرو کی دھوئی سے چمٹ گیا ہے رات دیکھواں کے پاس۔ دن دیکھواں اس کے پاس، اٹچ پر دیکھواں کے پاس تو اس نے اپنے اخبار ”چمنستان“ (غالب ۱۹۴۹ کا چھپا ہوا اس کی نقل ہمارے پاس موجود ہے) بڑا عمدہ مصرعہ کہا:

نہرو	جو	بنے	دولہا	تو	دھن	مجلس	احرار
ہو	پیر	بخاری	کو	مبارک	یہ	عروسی	
یعنی عطا اللہ شاہ بخاری تم کو یہ عروسی مبارک ہو، نہرو کو بناؤ دولہا اور دھن بناؤ مجلس احرار۔ آپ غور کریں کہ سارے کے سارے بد نہب کا انگریز میں لگ گئے اور جب مودودی کی روح قرار دادا پاکستان کو دیکھ کر ماتم کر رہی تھی، اور وہ پاکستان کو ”ناپاکستان“ کہہ رہا تھا، دیوبندی مولوی اسے ”پلیدستان“ اور ”خاکستان“ اور خونخوار سانپ کہہ رہے تھے، مسلم لیگ کی قیادت کو سپیرا کہا جا رہا تھا اور مسلم لیگ کی حمایت کرنے والوں کو سوڑا اور سوڑ کھانے والے بتایا جا رہا تھا، جب یہ لوگ باñی پاکستان کو ”کافر اعظم“ (۵۵) کے نام سے یاد کر رہے تھے، اس وقت مشائخ و علمائے اہلسنت ایک جگہ جمع ہو گئے اور پاکستان کی آزادی میں بھر پور حصہ لیا جب کہ آج یہ دنستا گھوم رہے ہیں کہ پاکستان ہم نے بنایا۔							

جب پاکستان کی تحریک چلی تو بانی پاکستان نے پوری دنیا میں پاکستان کو متعارف کرنے کے لئے کس کو بھیجا؟؟ حضرت مولانا عبدالحامد بدایوی علیہ الرحمۃ (۵۶) کو بھیجا۔ دوسرے حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (خلیفہ علیحضرت) یہ دونوں پاکستان سے باہر گئے۔ خصوصاً مولانا عبدالعیم صدیقی علیہ الرحمۃ نے عرب کا دورہ کیا اور بے شمار بیرونی ممالک کا دورہ کیا۔ یہ سارا دورہ کرنے کے بعد لوگوں کو متعارف کرایا کہ پاکستان کیا ہے؟؟ مسلمان پاکستان کو کس لئے بنانا چاہتے ہیں؟؟ (۵۷) اس کے بعد میں اخبار شاہد ہیں کہ جناب صاحب نے شکریہ ادا کیا اور ان کو تحریک پاکستان کی خدمات میں ”سفیر اسلام“ کا لقب دیا (۵۸) اور کہا کہ مولانا عبدالعیم صاحب آپ کو جو ذمہ داری دی گئی آپ نے اس کو مکاہقہ انجام دیا۔ اس کا حق ادا کیا میں پوچھتا ہوں یہ کون لوگ تھے؟؟ یہ سب سئی تھے۔ ۱۹۴۶ء میں پاکستان بننے سے ایک سال پہلے بنا رس میں ”ستی کانفرنس“ ہوئی، پانچ ہزار علماء کرام و مشائخ عظام وہاں موجود تھے بعض کے بقول پانچ سو مشائخ اور سات ہزار علماء وہاں موجود تھے (۵۹)۔ صفو اول میں کون تھا؟ ایک بھی وہابی دیوبندی، شیعہ (۶۰) یا قادریانی نہیں تھا۔ حضرت علامہ عبدالعیم صدیقی میرٹی علیہ الرحمۃ، امیر ملت حضرت علامہ مولانا پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ، حضرت علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ، حضرت علامہ ابو لبرکات صاحب علیہ الرحمۃ (۶۱)، حضرت علامہ ابو الحسنات علیہ الرحمۃ (۶۲)، حضرت علامہ پیر خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ (۶۳)، حضرت علامہ عبدالحامد بدایوی علیہ الرحمۃ کیا ان میں کوئی وہابی آپ کو نظر آتا ہے؟ صدر الافق افضل بدر المماطل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ (۶۴)، جیہ الاسلام علامہ مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ (۶۵)، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ (۶۶)، صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ (۶۷)، یہ سارے صفو اول کے علماء تھے۔ انہوں نے پاکستان بنایا علامہ عبدالسلام جبل پوری علیہ الرحمۃ، مفتی برهان الحج جبل پوری علیہ الرحمۃ (۶۸) کتنے نام گئے جائیں مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمۃ، پیر صاحب بھر چونڈوی علیہ الرحمۃ، (۶۹) مفتی اعظم سرحد مفتی شاہستہ گل علیہ الرحمۃ (۷۰)، علامہ عبد المصطفیٰ از ہری، حضرت پیر آف مانگلی شریف (۷۱)، شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی (۷۲)، پیر صاحب زکوڑی شریف (۷۳)، حضرت مولانا

<https://www.alahazrat.net> عبدالستار نیازی (۲۷) رحمہم اللہ (رحمہم) - غرض کہ پانچ ہزار علماء و مشائخ (ایک روایت کے مطابق پانچ سو مشائخ اور حاشیہ ہزار علماء) (۲۸) موجودگی میں قرارداد پیش کی گئی کہ مسلم لیگ اور محمد علی جناح اگر قیام پاکستان کے فیصلے سے دستبردار بھی ہو گئے تو ہم دستبردار نہیں ہو گئے ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ وہاں پر نے برائے نام اپنے دو تین مولوی بھیج دیے۔ اور جب پاکستان بناتا تو سب آستینیں چڑھا کر باہر آگئے، مولانا مودودی باہر آگئے ہم نے پاکستان بنایا، مفتی محمود بھی میدان میں آگئے ہم نے پاکستان بنایا، سارے وہابی میدان میں آگئے ہم نے پاکستان بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اہلسنت و جماعت کے مشائخ عظام نے قائم کیا ہے۔ اور اس کا اعتراف مختلفین نے بھی کیا ہے۔ (۲۹) اب کہیے جماعت اسلامی کے جو لوگ کہتے ہیں ہم نے پاکستان بنایا وہ سُنیں: مودودی صاحب کی اپنی کتاب "تحریک آزادی ہند" میں تحریک پاکستان کے متعلق کیا لکھا ہے۔ مودودی صاحب سے پوچھا گیا آپ اس تحریک میں شریک کیوں نہیں ہوتے۔ جواب سنئے "آپ حضرات یہ ہرگز گمان نہ کریں کہ میں اس کام میں کسی قسم کے اختلاف کی وجہ سے حصہ نہیں لیتا دراصل میری مجبوری یہ ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حصہ لوں تو کس طرح لوں ادھوری تدبیر میرے ذہن کو بالکل اپیل نہیں کرتی، نہ داغدوزی ہی سے سمجھ کو دچھپی رہی، اگر کوئی تغیری پیش نظر ہوئی تو میں دل و جان سے ہر خدمت انجام دینے میں عمل کوئی خدمت انجام دینے کے بجائے خود طالب علم کی طرح دیکھتا ہوں سوچنے والا اس جزوی اصلاح اور تغیری کیا صورتیں نکالتے ہیں" کیا مطلب ہوا کہ یہ تحریک چل رہی ہے میں صرف ایک طالب علم کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے؟؟۔

پاکستان کے مشہور مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جو وزیر تعلیم بھی رہے اور کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی (۲۷)۔ وہ اور ان کے علاوہ دیگر مؤرخین نے کہا کہ جماعت اسلامی اور مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی (۲۸)، میں آپ سے کہتا ہوں کہ یہ سارے دیوبندی وہابی جنہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر پاکستان کی مخالفت کی اس سے بڑی بے شرمی کیا ہوگی کہ جب پاکستان بناتا تو سب یہاں آگئے۔ پاکستان کو "پلیدستان" کہنے والے یہاں آگئے۔ "نہرو کی جو تی پر دس ہزار جناح قربان کرنے والے" یہاں رہ رہے ہیں اور باوجود مخالفت، اب پاکستان کے ٹھیکیدار بن گئے کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے، تحریک پاکستان کو ہم نے چلا یا ہے۔ (۲۹) اور اب تو جناح جھوٹ اور ڈھٹھٹی کا عالم یہ ہے اب تو اخبارات میں ان کے مظاہر تک بھی آجاتے ہیں کہ تحریک پاکستان میں علمائے دیوبند کا کردار۔ مؤرخ پاکستان علماء دیوبند مثلاً شیراحمد عثمانی، ظفر احمد عثمانی اور دیگر کے متعلق کہتا ہے:

"ان کی اکثریت پاکستان کے مخالف تھی۔ وہ تو سرے سے دوقومی نظریہ کو مانتی ہی نہیں تھی۔" (۳۰) اب مجھے بتائیے کہ پاکستان کا بنانے والا کون؟ حقائق سے معلوم ہوا کہ پاکستان کو اہلسنت نے بنایا (۳۱)۔ علماء اہلسنت کی کوششوں سے پاکستان بننا (۳۲)۔ ریفرینڈم Referendum کے وقت علماء اہلسنت کی کوششوں سے نتیجہ یہ نکلا کانگریس اپنے علاقوں میں صرف ۲% ووٹ حاصل کر پائی۔ دوسرا طرف سرحد میں حضرت پیر آف مانگی شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت علامہ پیر شااستہ گل رحمۃ اللہ علیہ، پیر صاحب زکوڑی شریف نے بھرپور کام کیا اور یہ تحریک اپنے منطقی نتیجے پر پہنچی۔ اوہ روز 13 August 2008ء 12:00 بجے اعلان ہوا کہ یہ ریڈیو پاکستان Radio Pakistan کی تیاری کیا گیا۔ چودہ اگست اگریزی تاریخ تھی اور کیا آپ جانتے ہیں کہ چاند کی کیا تاریخ تھی؟ اللہ اکبر! جس رات پاکستان بننے کا اعلان ہوا برصغیر میں اس وقت شب قدر منائی جا رہی تھی۔ رمضان کی ۲۷ ویں شب تھی اور برصغیر ہندوستان کی تقسیم اس شب میں ہوئی۔ اصل میں شب قدر پاکستان ملنے کی رات ہے، لیکن کیا کیا جائے۔ ہمارے یہاں اچھے بھٹلے پڑھے لکھے آدمی کو چاند کے بارہ مہینے یاد نہیں۔ کیونکہ سارا نظام اگریزی معاملات کے تحت چل رہا ہے۔ ہمیں صرف 14 اگست ہی یاد رہی۔

اب یہ سوال کہ پاکستان بننے کے بعد بانی پاکستان نے سب سے پہلی نماز عید کہاں ادا کی؟ مسجد قصاباں ایک، اے، جناح روڈ جامع کلاتھ مارکیٹ کے سامنے عیدگاہ میں بانی پاکستان نے عید کی نماز پڑھی۔

نماز کس نے پڑھائی؟ کسی دیوبندی نے؟ شیراحمد عثمانی نے؟ مولانا مودودی نے؟ مفتی محمود نے؟ یہ مولوی فضل الرحمن نے؟ نماز عید علامہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے پڑھائی اس کے دستاویز اور فوٹو ہمارے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ جناح صاحب، لیاقت علی خان بڑے بڑے قومی لیڈر بیٹھے ہوئے ہیں اور خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز علیہ خطبہ فرمائے ہیں۔ عزیزان گرامی! غور کریں پاکستان بننے کے تین دن کے بعد بھی بانی پاکستان نے نماز عید اہلسنت کے امام کے پیچھے پڑھی۔ (۳۳) لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان بناتا ایک معاشی مسئلہ تھا اسلام کی خاطر پاکستان نہیں بنا جیسا کہ 70ء میں کسی نے اخبار میں یہ بیان دیا کہ جناح صاحب نے پاکستان اس لئے بنایا کہ یہاں سو شلزم Socialism نافذ ہو، کوئی کہتا ہے جناح صاحب سیکولر ازم کے حامی تھے۔ (۳۴) یہ ساری باتیں غلط ہیں۔ حقیقت یہ ہے پاکستان مسلمانوں کے لئے بنا۔ اسلامی نفاذ کے لئے بنا، او

رہتارخ گواہ ہے خود جناح صاحب نے بھی بارہاں عزم کا اعادہ کیا (۸۶) مگر مجھے کہنے دیجئے کہ اس پاکستان میں اسلام کا نفاذ اور ایسا کیسی اور مذہب کا نہیں اڑایا گیا۔ پاکستان جب بن گیا بننے کے بعد اپنے وعدے کے مطابق یہ مسلم لیگ گورنمنٹ دھندا کرنے والوں کا نولہ بن گئی۔ مسلم لیگ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا کہ پاکستان میں اسلام کا نفاذ ہو (۸۷) اور بڑے بڑے لیدروں نے کیا کہا؟ وہ یہ کہ پیر آف مائی شریف، پیر شاہستہ گل، پیر سید جماعت علی شاہ، محدث علی پوری حبہم اللہ تعالیٰ جب لیدران کے پاس آئے کہ پوچھیں پاکستان تو بن گیا اسلام کہاں ہے؟ تم تو یہ کہتے تھے کہ پاکستان اسلام کے لئے بنتا ہے، اسلامی نظام آئے گا، لیکن اسلامی نظام کہاں ہے؟ لیدروں نے جواب دیا:

”مولانا اسمبلی موجود ہے، اسمبلی جو پاس کرے گی وہی نظام بنے گا۔“

ہمیں بے وقوف بنایا گیا کہ اسلامی نظام ہوگا، لوگوں کو اسلامی نفاذ کی خاطر کٹوادیا گیا۔ ایک دونہیں بلکہ عزیزان گرامی پاکستان بننے پر 30 لاکھ جانیں ضائع ہوئیں کیا اس کا شریعہ ہے کہ یہاں اسلام کا نفاذ اڑایا جائے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں یہ بتائیے کہ یہاں ایک گھنٹے کے لئے بھی اسلامی قانون آیا؟ نہیں آیا۔ صدر ایوب رہے، اسلام آیا؟ نہیں آیا۔ سکندر مرزا ہے اسلام آیا؟ نہیں آیا۔ صدر ایوب صاحب کو جب لوگوں نے کہا ”ایوب کتا ہائے ہائے، ایوب کتا ہائے ہائے“ تو ایوب صاحب نے اپنا اقتدار چھوڑ کر دنیا کے بدترین پاگل کے ہاتھ میں اقتدار دے دیا۔ اس یوقوف کا نام تھا جزل بیکی۔ بقول شاعر

نام محمود ہے اور کام ہیں آزر جسے
اس کی یہ مثال تھی۔ یوں کہئے کہ ایوب خان نے اپنی قوم سے بدلہ لیا۔ جب اقتدار تھی خان کے حوالے کیا تو اتنا براہمشرقی پاکستان جو اسلام کے نام پر نفع سکتا تھا نہیں بچا، لیدروں نے اسلام کے نام پر نفتگنی نہیں کی۔ عصیت پھیل گئی۔ قسم خدا کو وہ قتل عام ہوا کہ پاکستان بننے وقت اتنا قتل عام نہیں ہوا جتنا قتل عام بنگالیوں کا بنگلہ دیش میں ہوا اور یقیناً ان پر بے انتہاء ظلم کے گئے۔ پہلیز پارٹی کے گورنر پنجاب بلکہ خان وہ کہتے تھے کہ بنگال میں ہمیں آدمی نہیں زمین چاہیے۔ نہ آدمی رہانے زمین رہی۔ آپ نے دیکھا نہ وہاں پاکستانی رہانے وہ زمین رہی۔ اس فوجی ایکشن کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اسلام سے غداری کی تو جیا لے اور جوانمرد 93,000 ہزار فوج ہندوؤں کے شکنے میں آگئی۔ ہندو جسے خدا کہے یعنی گائے اسے تو ہم کھا جائیں تو ہندو کا کیا حال کریں گے؟ لیکن اسلام کی دوری نے ہمیں یہ دکھا دیا کہ 93,000 فوج ہندوؤں کے نرغے میں آگئی اور انہیں قید کر دیا گیا اور مشرقی پاکستان دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھ سے نکل گیا۔

پاکستان کئٹے کے بعد کیا ہم نے اپنی حالت سدھاری؟ نہیں نہیں!! بلکہ ہم اپنا قیاس کرتے ہیں کہ جس وقت مشرقی پاکستان گیا اور تھی خان جب قوم سے خطاب کر رہے تھے کیا وہ تقریر آپ نے سنی؟ وہ شراب کے نشہ میں وہت تھا اور کہتا تھا کہ ایک بارڈر Border سے ہٹنے کا نام یہ نہیں کہ ہم نے جنگ ہار لی۔ نشہ میں اس سے بولا نہیں جا رہا تھا بلکہ بکرے کی طرح چیخ رہا تھا ”جنگ جاری ہے، جنگ جاری ہے“ جس طرح بکرے کا گلہ پکڑا جائے تو جیسے وہ ٹیک کرتا ہے ہمارا پاکستان کا صدر شراب کے نشہ میں وہت پورے بنگال کے سقوط کا اعلان کر رہا تھا۔ اور کوئی شخص اسے شرم اور غیرت دلانے پر آمادہ نہ تھا۔ مجھے بتاؤ کیس کے ثرات ہیں کہ ہم نے اسلام کو چھوڑ دیا تو یہ ساری چیزیں ہمارے حصہ میں آگئیں۔

اب کان کھول کر سن لو! تمہارے گھروں میں VCR چلتا رہا، انڈین فلمیں چلتی رہیں، بلو پرنٹ کی دکانیں اسی طرح مرقع اور مسجد رہیں بے ایمانی کا رواج اسی طرح رہا۔ رشتہ کا رواج اسی طرح پاماں کیا گیا۔ شریعت کو اسی طرح پس پشت ڈال دیا گیا۔ حق اور صداقت مفقوہ ہو کر رہ جائے۔ ایمان داری، دیانت داری، اپنا سر پکڑ کر رہ جائے۔ لیدروں کو سوائے اپنے مقاد کے کوئی اور فکر نہ ہو۔ لیدروں کو اسلام سے زیادہ اپنی کرسی کی فکر ہو جائے۔ اور اسلام نافذ کرنے کی حکمت عملی ہی کی تلاش رہے۔ اب انتظار کرو کہ رب کا عذاب کب آتا ہے؟ اب انتظار کرو پاکستان کب ٹوٹتا ہے۔ اب انتظار کرو کہ پاکستان کیسے جائے گا؟ آپ پولیسیکل برائج، CIA، پولیس افسران سے معلومات کر لیں کہ کیا اس مملکت میں بانی پاکستان کے مزار کے سامنے کیا پاکستان کا جھنڈا نہیں جلا یا گیا؟ سکھ رائیز پورٹ پر کیا پاکستان کے جھنڈے کو آگ نہیں لگائی گئی؟ کیا پاکستان کے جھنڈے کو پیروں تلے رومند نہیں گیا؟ کیا اس پاکستان میں پاکستان مردہ آباد کے نعرے نہیں لگے؟ کیا سندھ کو الگ کرنے کا نعرہ نہیں لگا؟ ہندوستان کا وہ حصہ جو پاکستان سے ملا ہوا ہے کیا وہاں بھارتی سکنے نہیں چل رہا؟ کیا ہندو جو اپنی جائیداد چھوڑ کر گئے کیا وہ سندھ کے راستے پاکستان داخل نہیں ہو رہے؟

اس ملک میں جووز یہاں عظم یا صدر کے عہدے پر رہے ان سے پوچھوتم نے اسلام کی خدمت کیا کی؟ ایک دور میں جب شریعت بل کا نفاذ ہوا تو کون سی انقلابی تبدیلی پاکستان میں آگئی؟ کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ معلوم ہوا کہ دین اور شریعت کے ساتھ ایک ٹھنڈھہ اور تمسخر ہو رہا ہے۔ سنو! ہم

علماء اس بات کے متین ہیں کہ ہم اقتدار کی کرسی پر صرف نظامِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ مسلم لیگ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے پاکستان بنایا ہے، اگر آپ نے پاکستان بنایا تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو آخری موقع دیا ہے۔ خدا کے واسطے! اس مملکت میں اسلام کا نفاذ کرو۔ خدا کے لئے شریعت محمدی یہاں لے آؤ۔ خدا کے لئے جو وعدہ قوم سے کیا ہے۔ اس کو پورا کرو رہ اللہ کی لائھی بے آواز ہے اور کہیں ملک کا حال وہ نہ بن جائے جو اکبرالہ آبادی نے کہا کہ:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں
اگر بھی معاملہ عروج پر پہنچے تو لوگ کہیں گے کہ تھانیدار صاحب! ایف، آئی، آر درج کرانی ہے۔ ایف، آئی، آر یہ ہے کہ یہ ہیں وہ تین محلہ
کے آدمی جو مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں، اب تو اللہ کو یاد کرنے والے کی رپٹ درج ہو گی۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اسلام
کے نفاذ کے لئے بنا۔ لیکن ہم نے، ہمارے لیڈروں نے اس سے غداری کی ہے۔ اگر اس کو بچانا چاہتے ہو تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ یہاں نظامِ مصطفیٰ
ﷺ کا نفاذ ہو، حکمرانوں کی نیتیں صحیح ہوں۔ ارباب حل و عقد خلوص کے ساتھ اس مملکت کی خدمت کریں اور ہمارا ملک ایسے قانون کا گھوارہ بن جائے
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ”نہر کے کنارے کوئی کتاب پیاسا سامنگیا تو عمر کو یہ فکر ہے کہ کل اللہ تعالیٰ قیامت میں مجھ سے پوچھے گا کہ عمر تیری
حکومت میں کتاب پیاسا سامنگیا“، اور حکومت کی گرفت لوگوں پر ایسی مضبوط ہو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت میں ایک ناتوان کمزور عورت
سونے کا ذیلا ہاتھ میں اچھا لاتی ہوئی حضرت عمر کی حکومت میں حکومت کے ایک سرے سے حکومت کے دوسرے سرے تک چلی جائے تو اس کے ہاتھ کو
پکڑنے والا کوئی نہ تھا۔ ایسا قانون کا دبدبہ ہو تو جناب پھر پاکستان چل سکتا ہے اور اس کے بغیر پاکستان نہیں چل سکتا۔ اور آپ کو بھی خطرے کی گھنٹی^۱
بخارا ہوں اگر ہم نے اپنی روشن تبدیل نہیں کی اور ہماری روشن تبدیل کرنے میں حکومت کا کوئی دخل نہیں، مجھے بتائیے کہ ہم حکومت سے تو کہتے ہیں
نظام اسلام لاو لیکن آپ کو جب حکومت کہے گی تو آپ نماز پڑھیں گے۔ جب حکومت بولے کہ تو آپ سچ بولیں گے۔ حکومت کہے گی تو آپ آپ
روزہ رکھیں گے۔ جب حکومت کہے گی تو آپ عید کی نماز پڑھیں گے۔ ارے 1951ء میں دفعات ایسی ہیں جو خود آپ اپنے اوپر نافذ کر سکتے ہیں۔
اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے حال کی اصلاح فرمائے اور وہ پاکستان جس کا سنگ بنیاد 30 لاکھ مسلمانوں کی قربانیوں پر رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس
پاکستان کی حفاظت فرمائے اور اس کو اسلام کا گھوارہ بنائے۔ آمين و ما علينا الا البلاغ المبين

۱ سلطان ٹیپو کا نام فتح علی ہے، جب کہ والد کا نام حیدر علی ہے، اُن کے والد نے اُن کے نام میں ٹیپو سلطان کا اضافہ اڑکاتے کے لیکے بزرگ حضرت ٹیپو مسٹان ولی سے عقیدت کے باعث کیا، پیشتر موئز خسین کے خیال کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳ صفر المظفر ۱۷۵۱ھ (۲۱ دسمبر ۱۷۴۵ء) ہے۔ عالم اسلام کے اس عظیم جزوئی کی پیدائش بنگور سے تقریباً ۲۲ میل ڈور ایک قبے دیون ہلی میں ہوئی، حیدر علی نے اپنے فرزند کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام کیا، نئھے ٹیپو کو قرآن کریم، فقہ، عربی، فارسی، فرانسیسی، انگریزی اور مقامی زبان کی تعلیم دی گئی۔ دینی اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ فنونِ حرب کی == تعلیم کا خاص اہتمام کیا گیا، سلطان ٹیپو نے اس عہد میں ہوش سنجا لا جب بر صغیر پاک و ہند کی عظیم اسلامی مملکت سیاسی خلفشار کا شکار تھی، اور انگریز یا عالمگیر کی وفات کے بعد جگہ جگہ خود مختار ریاستیں وجود میں آچکی تھیں، اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے بھیں میں اپنا جاہ پھیلا چکے تھے، ۸۷۱ھ (۱۷۶۳ء) میں بنگال سے اودھ تک انگریزوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔

انگریز حیدر علی کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف تھے، انگریزوں اور حیدر علی کے مابین پہلی جنگ کا آغاز ۱۷۸۱ء (۱۱۹۱ھ) میں ہوا۔ دوسری جنگ ۱۷۸۰ء (۱۱۹۲ھ) میں ہوئی، ۳۰ دوالجہ (۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو حیدر علی کا انتقال ہوا۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۷۹۷ھ (۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو سلطان ٹیپو کی تخت نشینی عمل میں آئی، انگریزوں نے بد نور کے قلع پر قبضہ کیا تو ٹیپو سلطان شعبان ۱۷۹۷ھ (۱۷۸۳ء) بڑی فوج لے کر بد نور کی سرحد پر پہنچ گئے بالآخر انگریز صلح پر مجبور ہوا، ۱۸ اریج الثانی ۱۱۹۸ھ (مارچ ۱۷۸۳ء) میں ٹیپو سلطان اور انگریزوں کے مابین معاهدہ ہوا، پھر مرہٹوں اور نظام دکن نے باہم اتفاق کر کے سلطان ٹیپو پر حملہ کرنا چاہا، سمجھا نے پر بھی نہ سمجھے، آخر کار جمادی الاولی ۱۲۰۱ھ (فروئی ۱۷۸۷ء) میں چند معمر کوں کے بعد وہ لوگ صلح نامے پر دستخط کرنے پر رضا مند ہوئے۔

انگریز کی توسعہ پسندی کی راہ میں اگر کوئی موثر قوت حائل تھی تو وہ سلطان ٹیپو کی ریاست میسور تھی، چنانچہ اس نے نظام دکن اور مرہٹوں کے ساتھ مل کر سلطان ٹیپو کے خلاف اتحاد قائم کر لیا، فریقین کے درمیان لڑائی کے تین ڈور ہوئے، آخر کار جمادی الاولی ۱۲۰۲ھ (فروئی ۱۷۹۲ء) میں سر زنگا پٹم کا محاصرہ کر لیا گیا اور صلح نامے پر دستخط ہوئے جس کی رو سے ٹیپو سلطان کو اپنی نصف مملکت سے دستبردار ہونا پڑا۔

۱۲۱۳ھ (اوائل ۱۷۹۹ء) میں ایک انگریز مذاکرات کر رہا تھا دوسری طرف حملہ کی تیاری میں مصروف تھا اور سلطان ٹیپو پر فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کو تباہ کرنے کا اذرا کا دیا، چوبیس گھنٹے کا وقت دیا اور جواب کا انتظار کئے بغیر اعلانِ جنگ کر دیا، اس طرح انگریز جزل ہیرس نے اکیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل فوج کے ساتھ ۹ رمضان المبارک ۱۲۱۳ھ (۱۳ فروری ۱۷۹۹ء) کو میسور کی طرف رُخ کیا اور رمضان (۵ مارچ) کو جزل ہیرس میسور میں داخل ہوا، ۷ شوال کو بنگور پر قبضہ کر لیا، ٹیپو سلطان نے انگریزوں کی اس پیش قدمی کے پیش نظر مقابلے کی تیاری شروع کر دی، جزل ہیرس نے ۷ اذیقعده ۱۲۱۳ھ (۱۲ پریل ۱۷۹۹ء) کو سر زنگا پٹم کے باہر تو پیس نصب کر دیں، گولہ باری شروع ہو گئی، ۳ مئی کو قلعہ کی فصیل میں چھوٹا سا شگاف پڑ گیا، جزل ہیرس نے فوراً حملہ کا فیصلہ کیا، ایسے موقع پر غذاء را ان ملت انگریزوں کے کام آئے، میر صادق نے تھوڑیں دینے کے بہانے ان فوجیوں کو بلا لیا جو قلعے کی فصیل کے شگاف کی حفاظت پر متعین تھے، چنانچہ انگریزوں کے فوج بلا تکلف و بلا مزاحمت شگاف کے راستے قلعہ میں داخل ہو گئی البتہ ایک اور سمت سے حملہ کرنے والی انگریز فوج کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا کہ ان پر سید غفار کے دستے نے دھاوا بولا تھا۔

سلطان ٹیپو دفاعی انتظامات میں بھر پور طریقے سے مصروف تھے، ۲۹ ذی القعده ۱۲۱۳ھ (۲۲ مئی ۱۷۹۹ء) کو دو پھر کا کھانا سامنے لا یا گیا، لقمہ اٹھایا ہی تھا کہ وفا دار افسر سید غفار کی شہادت کی خبر ملی، کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ”ہم بھی عقریب جانے والے ہیں“۔ سلطان ٹیپو پیادہ دوڑے اور اپنی منتشر فوج کو مجتمع کرنے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن سپاہی اپنی قوت کھو بیٹھے تھے، آخر کار گھوڑے پر سوار ہوئے دروازے کے طرف بڑھے، اُسے میر صادق نے بند کر دیا تھا تاکہ سلطان ٹیپو باہر نہ جائے، پھر میر صادق یہ کہتے ہوئے نکلا کہ میں مک لاتا ہوں لیکن سلطان نے اس کی غذاء ری کو بھانپ لیا اور تکوار کاوار کر کے اس قابل نفرین شخص کو موت کے گھاث اتار دیا، اور خود اس دروازے کی طرف بڑھے جہاں سے قلعہ کے اندر ونی حصے کو راستہ جاتا تھا، گزرنے کی کوشش میں تین بار زخمی ہوئے گھوڑے نے زخمی ہو کر دم توڑ دیا اور اب بھی وہ مردانہ وارثتے رہے اور شدید زخمی ہونے کے باوجود مردانہ وارثتے اور شہادت پائی۔ ملخصاً (شیر کی ایک دن کی زندگی از حکیم چشتائی، اردو و انجیش، آزادی نمبر، اگست ۲۰۰۲ء، ص ۸۰)

۲ بطل حریت، مجاهد ملت، میر کاروان جنگ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی عمری خلقی ماتریدی چشتی ۱۲۱۲ھ بمطابق ۱۷۹۷ء میں اپنے آبائی وطن خیر البلاد خیر آباد میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام خیر آبادی علماء عصر میں ممتاز اور علوم عقلیہ کے اعلیٰ درجہ پر سرفراز

تھے، حضرت علامہ کے دادا حضرت مولانا راشد ہر گام پور سے خیر آباد تشریف لا کر سکونت پذیر ہوئے تھے۔ (سیرت علامہ فضل حق خیر آبادی، ص ۱۶۲)

ماخوذ از خون کے آنسو، ص ۶، تذکرہ علماء ہند، ص ۱۶۳)

تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد حضرت فضل امام خیر آبادی سے حاصل کئے اور حدیث شریف محدث شہیر شاہ عبدال قادر محدث دہلوی سے دہلی میں حاصل کی (مقدمة الیاقیت المہریہ، ص ۲)، چنانچہ حضرت علامہ نے ۱۲۲۵ھ بمقابلہ ۱۸۰۹ء تیرہ سال کی عمر میں تمام مرجوہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی اور چار ماہ پچھر روز میں قرآن شریف حفظ کیا۔ (سیرت علامہ فضل حق خیر آبادی، ص ۱۲۔ مقدمة الیاقیت المہریہ، ص ۲)

علامہ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں: مولانا فضل حق نے آنکھ کھوئی تو گرد و پیش علم و فضل، عمارت و ریاست کو جلوہ گردیکھا..... جس وقت علامہ فضل خیر آباد سے دہلی پہنچ توایک سے بڑھ کر ایک باکمال نظر آئے، مفسرین، محدثین، فقہاء، فلاسفہ، اولیاء، شعراء..... جس طبقے پر نظر ڈالئے تو سب ہی موجود تھے، آپ کے والد ماجد مکان کے علاوہ ہاتھی اور پاکی پر بھی دربار جاتے وقت ساتھ بٹھا کر درس دیتے تھے، اور صغرنی ہی سے معقولات میں اپنے جیسا یگانہ روزگار بنا لیا تھا اور منقولات کی تحریک کے لئے شاہ عبدال قادر محدث رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ تک پہنچا دیا۔ (سیرت علامہ فضل حق خیر آبادی، ص ۱۲)۔ حضرت کے علمی مقام اور ان کی علمی جلالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جائے سکتا ہے کہ آپ اپنے معاصرین میں بے نظیر اور حدد درجہ ممتاز تھے۔ آپ تقدیس الہی جل وعلا اور ناموسی رسالت علیہ التحیۃ والثناء کے محافظ اور اسلام اور اہل اسلام کے خیر خواہ اور اہلسنت کے ان علماء میں سے تھے جن کا نام ”تاریخ ہند“ میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

اور آپ کو انگریزوں نے (فتاویٰ جہاد اور اہل ہند کو انگریز کے خلاف جہاد کے لئے تیار کرنے کے جرم میں) فساد ہند کے زمانے میں جزیرہ رنگوں (یعنی جزیرہ انڈمان جسے کالا پانی کہا جاتا تھا) میں قید کر دیا، وہیں ۱۲ صفر المظفر ۱۲۷۸ھ بمقابلہ ۱۸۶۱ء کو آپ کا وصال ہوا۔ (تذکرہ علماء ہند فارسی، مصنفہ مولوی رحمان علی، ص ۱۶۵)

۳۔ بہادر شاہ ظفر آخربی مغل تاجدار ۵۷ء ایام میں پیدا ہوئے اور ۷۸ سال کی عمر میں ۱۸۶۲ء میں جزیرہ رنگوں میں جلاوطنی کی حالت میں انقال کر گئے، ان کے دور حکومت کے آخری ایام میں انگریز شاہی خاندان کو حق جانشینی سے محروم کر کے مغلیہ دور حکومت کے خاتمه کے خواہاں تھے، بہادر شاہ ظفر اس پر راضی نہ ہونے کے باوجود کچھ کرنے سے قاصر تھے، اسی دوران جنگ آزادی ۷۷ء کا آغاز ہوا اور بادشاہ گرفتار ہوئے اور جہاں تک بادشاہ سے علامہ کی ملاقات کا تعلق ہے تو مشی جیون لال کا ”روزنامچہ“ ۱۲ اگست، ۲ ستمبر اور ۷ ستمبر ۱۸۵۱ء کو ملاقات ثابت کرتا ہے (دیکھئے غدر کی صبح و شام، ”روزنامچہ مشی جیون لال“، ص ۲۱، ۲۳۶، ۲۳۰، ۲۲۷، ۲۲۴) اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری اس کے تحت لکھتے ہیں: اس ”روزنامچہ“ سے علامہ کی باخبری اور انقلابی سرگرمیوں کا اندازہ ہوتا ہے، اور علامہ نے موجودہ صورت حال کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔ (باغی ہندوستان ترجمۃ الثورۃ الہندیۃ، حرف آغاز، ص ۱۳۱، مطبوعہ: الممتاز پبلی کیشنز، لاہور)

۴۔ علامہ مشتاق احمد نظامی نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا کہ ”آخر علامہ فضل حق نے ترکش سے آخری تیر نکالا، بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی اور استفتاء پیش کیا، مفتی صدر الدین خان، مولوی عبدالقار، قاضی فیض اللہ، مولانا فیض احمد بدایوی، وزیر خان اکبر آبادی، سید مبارک حسین را مپوری نے دستخط کر دیئے۔“ (سیرت فضل حق خیر آبادی، ص ۲۳) ۵۔ مولانا غلام مہر علی ”نخا مجاهد“ کے عنوان سے لکھتے ہیں: ۷۷ء کی جنگ آزادی کے زمانہ میں امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی عمر صرف ایک سال تھی۔

ایک دن ایسا بھی اتفاق ہوا کہ کسی مجاهد نے مولانا نقی علی خاں سے لے کر امام اہلسنت کو لے کر گود میں بٹھا لیا اور آپ کے تلوار آپ کے گلے میں لٹکا کر کندھے پر اٹھا لیا اور پکار پکار کر کہنے لگا یہ نخا پٹھان مجاهد بھی اسلام پر قربان ہونے کے لئے تیار ہے، آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی آنکھوں میں آنسو آگئے، فرمانے لگے کاش کہ اس ناچیز کی کمائی آج اسلام کے کام آ جاتی، آپ کے دادا مولانا رضا علی خاں جو مجاهدین کو ضروری ہدایات دے رہے تھے، نے یہ بات سُن لی، فرمانے لگے بیٹا غم مت کرو، تمہارا یہ بیٹا مرتد ہے اسلام، گستاخان انیمیاء و اولیاء کے لئے تلوار بے نیام ہو گا اور اس سے رب العزت وہ کا عظیم لے گا جو اس صدی میں بڑے بڑے گازیوں سے نہیں ہو سکے گا، اس فرزند جلیل کی ساری خدمت اسلام کے لئے وقف اور تابعید اسلام کے لئے شار ہوں گی۔ (دیوبندی مذہب، ص ۷۱)

۶۔ مولانا غلام مہر علی لکھتے ہیں: جب روہیلکھنڈ بریلوی کے اکناف میں انگریزی اقتدار بڑھنے لگا تو جزل بخت خاں نے مجاهد جلیل مفتی عنایت احمد کو مجاهدین کی ترتیب کے لئے بریلوی بھیجا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ مولانا رضا علی خاں کی ہدایات سے مکمل استفادہ کیا جائے، مولانا نے اپنا مال و منال تمام مجاهدین پر صرف کر دیا، مفتی صاحب نے آپ کے پاس ہی رہ کر میدان کا رزار کے منصوبے بنایا کہ انگریزوں کو شکستوں پر شکستیں دیں، مولانا رضا علی خاں کے فرزند ارجمند حضرت مولانا نقی علی خاں کی ڈیوٹی مجاهدین کو ہر قسم کا رسید پہنچانے پر لگی ہوئی تھی، آپ کی جامع مسجد میں ہر وقت دیکھیں چوہبہوں پر رہتیں اور مجاهدین کے لئے لنگر عام جاری رہتا تھا۔ (دیوبندی مذہب، ص ۳۱۶)

۷۔ ۷۷ء کی جنگ آزادی کے شجرہ طیبہ کو مولانا رضا علی خاں کی مساعی سے حیات جاوداں ملی، جنگ آزادی کے عظیم رہنماؤں جلیل قادر

<https://www.alahazrat.net> مولانا رضا علی خان نے اس تحریک آزادی میں شب و روز بریلی کے گرد و تواج میں مجاہدین کی ترتیب و تغیب میں بزرگی کے کمی معروفوں میں خود شمشیر بکف ہو کر انگریزوں کے لئے پیغامِ احتجاج تھا۔

آپ کی ولادت ۱۲۲۳ھ میں ہوئی باوجود نہیں اعظم ہونے کے والد نے علوم عربیہ میں لگا دیا، مولانا خلیل الرحمن ٹونکی سے تمام علوم عقلیہ و تقلییہ میں اعلیٰ درجہ کا مقام حاصل کیا، وہ خود اپنے محلہ میں خود اپنی جامع مسجد میں جماعت کرتے اور ایسی پر تاشیر تقریر فرماتے کہ سینکڑوں لوگ گناہوں سے تائب ہوتے، زہد و تقوے و فقر کا غلبہ ہوا تو تحریک و تغیریکی طرف مائل ہوئے، شب و روز عبادت الہیہ میں بس رہتے، یہ خاندان ہی اسلام کا شیدائی اور شاہان اسلام کا معتمد علیہ قبیلہ تھا، دہلی کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر پر انگریز غالب ہونے لگے اور انگریزوں کے مقابلے کے لئے جزل بخت خاں اور شاہ احمد اللہ شاہ نے جہاد کمیٹی بنائی تو دہلی سے مولانا فضل حق خیر آبادی اور کاکور سے مولانا منقتو عنایت احمد کا کوروں مصطفیٰ علم الصیغہ اور بریلی سے مولانا رضا علی خان کو منتخب کیا گیا۔ (دیوبندی نہجہب، ص ۳۱۵-۳۱۶)

۸ مولانا غلام مہر علی (چشتیاں) لکھتے ہیں: ”۷۱۸۵ء کی جنگ آزادی میں اعلیٰ حضرت بریلوی کے دادا مولانا رضا علی خان جزل بخت خاں کے خصوصی معاون تھے (دیوبندی نہجہب، ص ۳۷۷)

۹ علامہ فضل امام خیر آبادی: علامہ فضل امام خیر آبادی ایک نامور عالم اور معقولات میں یگانہ روزگار تھے، وہ خیر آبادی سلسلہ علماء کے پہلے نامور بزرگ ہیں جو معقولات کی تدریس اور ترویج کے باعث معروف ہوئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۵/۳۱۳)

دہلی میں ان کی قائم کردہ درسگاہ معقولات کی ایسی یونیورسٹی تھی جس کی مثال شاید ہی ہندوستان میں کہیں نہ ہے۔ (غالب نام آورم، ص ۱۰۲)

۱۰ دہلی سے وہ اپنے وطن خیر آباد تشریف لائے، شروع میں عدالت کے مفتی تھے پھر صدرالصدر مقرر ہوئے، ۱۸۲۷ء کے لگ بھگ آپ اس عہدہ سے دستبردار ہو گئے، ملازمت کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا، چنانچہ آپ نے متعدد کتب لکھیں، منطق کی مشہور کتاب ”المرقاۃ“ آپ ہی کی تصنیف ہے، اور آپ نے ۱۸۲۹ھ/۱۸۸۸ء کو خیر آباد میں انتقال فرمایا۔ (کتاب علامہ محمد فضل حق خیر آبادی، ص ۳۰)

۱۱ مرزا غالب اور روزہ وہابیت: مرزا سداللہ غالب علامہ فضل حق خیر آبادی کو اپنا قرسی مخلص اور دوست گردانتے تھے اور ان سے بے حد متاثر تھے، علامہ اکثر مرزا کے اشعار کی اصلاح فرماتے اور اس طرح غالب کے اخلاق و عادات کی اصلاح کا سہرا بھی علامہ فضل حق کے سر ہے چنانچہ اکثر محی الدین زور قادری لکھتے ہیں: ”مولانا فضل حق وہ بزرگ ہستی ہیں جس نے غالب کے اخلاق و عادات و شاعری کی اصلاح میں بڑا حصہ لیا، ان کی بزرگی و عظمت کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مرزا جیسے خود رائے اور آزاد و شاعر وادیب جن کی نظر میں بڑے بڑے شعراء و علماء نہیں بجتے تھے مولانا خیر آبادی کی بڑی تعظیم و عزت کرتے تھے۔ (سرگزشت غالب، ص ۶۲)

علامہ فضل حق خیر آبادی غالب کے مشکل حالات میں ان کا پورا ساتھ دیتے، مالی مشکلات حل فرماتے، مصائب و آلام کے اس سخت دور میں اگر کسی نے خلوص دل کے ساتھ مرزا کا ساتھ دیا وہ صرف مولانا فضل حق خیر آبادی کی ذات تھی۔

مرزا غالب کے عقائد وہی تھے جو علامہ فضل حق خیر آبادی کے تھے کیونکہ علامہ نے اخلاق و عادات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ مرزا کے عقائد کی اصلاح پر بھی بھرپور توجہ دی تھی، یہی وجہ ہے کہ غالب نے امتناع النظیر کے مسئلہ پر علامہ کا پورا ساتھ دیا اور اس مسئلہ پر ایک مشنوی لکھی چنانچہ مشنویات غالب میں چھٹی مشنوی کا عنوان ہے:

بيان نمو داری شان نبوت و ولایت کہ درحقیقت پر تو نور الانوار حضرت الوہیت است
اس میں مرزا غالب نے عقائد و نظریات نظم کئے، اور یہ مشنوی ۱۱۲۸ شمارہ پر مشتمل ہے، اس مشنوی کے ایک شعر پر علامہ نے مرزا کو تنبیہ کی اور اصلاح فرمائی، اور مرزا غالب آخری شعر میں مثل محبوب اللہ کے ممتنع بالذات ہونے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”میں اس عقیدے سے منہ نہیں پھیر سکتا۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ غالب بھی علامہ فضل حق خیر آبادی کے طرفدار تھے اور امتناع نظرالنبی ﷺ بالذات کے معتقد تھے، وہ وہابیہ کے اعتقادات کے خلاف تھے نہ صرف ”تقویۃ الایمان“ کی جسارت پر تنقید کے زمانے میں بلکہ زندگی بھر ان کے یہی عقائد رہے۔ اس کا ثبوت غالب کی ۱۸۶۵ء میں شائع ہونے والی اس تحریر سے ملتا ہے جو ”عودہ هندی“ (مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء، ص ۳۷۲ تا ۳۷۷) میں محفوظ ہے۔ اس کے مطابق مرزا حیم بیگ نے اپنی تصنیف ”ساطع برہان“ میں صاحب ”قطع برہان“ کی توبیہ رسالت پر منہی گستاخانہ عبارت نقل کی، اس پر غالب نے ان کی بڑی ہدایت سے گرفت فرمائی، اور جواب دیا اور اس جواب میں انہوں نے علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب ”تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی“ سے استدلال پیش کیا۔ استدلال پیش کرنے سے قبل مرزا غالب نے جس انداز میں اس کتاب اور صاحب کتاب کا مصطفیٰ بیان

کیا وہ نہ صرف اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ وہ خود عقائد و ہبایہ کے مخالف تھے بلکہ انہوں نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اس عہدے
باقي علماء = بھی تحریک و ہبایہ کو ناپسند کرتے تھے۔

مرزا غالب لکھتے ہیں: ”سنونخر الفضلاء ختم العلماء امیرالدولہ مولوی فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے رد عقائد و ہبایہ میں بزبان فارسی (۱۲۳۰ھ)
میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اس عہد کے علماء کی اس پر مہریں ہیں، اس رسالے میں مولوی مرقوم لکھتے ہیں کہ پس موجب فتویٰ علمائے اسلام
فقیرہ مذکورہ کا لکھنے والا کفر میں شداد سے اشدا و رکذب میں مسلیمہ کذاب سے سوا ہے، غصی میں وہ خالق کا مقہور اور دنیا میں خلق کا مطعون ہو گا۔
(عودہ ہندی، ص ۲۷۳-۲۷۴)

علوم ہوا کہ مرزا غالب کے نظریات و عقائد یہی تھے، ۱۸۲۲ء میں یعنی عہد جوانی میں اور ۱۸۶۵ء یعنی زمانہ پیری میں بھی (علامہ فضل حق
خیر آبادی تصنیف سلمہ سیہول، ص ۱۰۹ تا ۱۱۹) لہذا غالب ہرگز ہرگز وہبایہ نہ تھے بلکہ وہ تو وہبایہ کے سخت مخالف اور وہبایوں کے دشمن تھے۔

۱۱ یہ کتاب حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ التلمیذ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر
دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے زیر انتظام ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی اور حضرت علامہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا اصلی مسودہ کتب خانہ جبیب گنج میں موجود
ہے، حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف ”خون کے آنسو“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور یہ کتاب فارسی زبان میں ابھی تک
اس کا اردو ترجمہ نظر نہیں آیا، سُنا ہے کہ ترجمہ ہورہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور مرزا اسد اللہ خان غالب نے علامہ کے اس کتاب میں بیان کردہ
موقف اور اس کے مضمون کو ایک مشنوی میں بیان کیا ہے۔

۱۲ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء از رائے کمال، ص ۲۵

۱۳ اسماعیل دہلوی: رئیس المبتدعین مولوی محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۸۳۱ھ / ۱۸۲۶ء کا تعلق اگرچہ ایک علمی اور روحانی گھرانہ سے تھا،
میری مراد ہے کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے گھرانے کا ایک فرد تھا، موصوف حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز
محمدث دہلوی کے بھتیجے تھے، مگر لازمی نہیں کہ نیکوں کی اولاد نیک ہی ہو، چنانچہ متحده ہندوستان میں فرقہ بازی کا سنگ بنیاد اس نے رکھا۔ موصوف
نے اپنے رسولے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے ذریعے خارجیت کی تبلیغ کی اور ساتھ ہی داؤڈ ظاہری سے ائمکار تقیید اور معتزلہ کے مزداریہ
فرقہ سے امکان کذب کا عقیدہ لے کر سب کو ”تقویۃ الایمان“ میں آکھنا کیا، گویا ”تقویۃ الایمان“ کی اصل بنیاد تو محمد بن عبد الوہاب نجدی کی
”کتاب التوحید“ پر رکھی گئی لیکن اس میں ظاہری المذهب اور اعتزال کی قباحتوں کے لئے بھی پوری گنجائش رکھی گئی، دوسری طرف ”صراط
مستقیم“ کتاب کے ذریعے ”رض“ کی بھی گھل کر اشاعت کی۔

برطانوی منصوبے کے تحت موصوف نے مسلمانوں کا رشتہ اکابر سے منقطع کرنے اور فرقہ سازی کے لئے دروازہ کھولنے کی غرض سے تقیید کو
شرک اور گیارہ سو سالہ مسلمانوں اور امت محمدیہ کو مشرک و چنگی ٹھہراتے ہوئے صاف صاف مشرک کہہ دیا اور اپنے خاندان کے اکابر کو بھی دوزخ
سے بچانے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لکھ دیا: (برطانوی مظالم کی کہانی، ص ۳۱۱)

”میں کیسے جانوں کہ ایک شخص کی تقیید کو لئے رہنا کیونکر حلال ہو گا جب کہ اپنے امام کے مذهب کے خلاف صریح حدیثیں پاسکے، اس پر بھی
امام کا قول نہ چھوڑے تو اس میں شرک کا میل ہے۔“ (تزویر العینین، ص ۲۷۲) اور اس میں یہ بھی لکھا کہ ”ایک امام کی پیروی کہ اس کی بات کی سند
پکڑے اگرچہ اس کے خلاف کتاب و سنت سے ثابت ہوا اور انہیں (آیات و احادیث کو) اس قول کی طرف پھیرے، یہ نصرانی ہونے کا میل اور
شرک کا حصہ ہے اور تعجب ہے کہ وہ لوگ خود تو اس تقیید سے ڈرتے نہیں بلکہ اس کے چھوڑنے والے کو ڈرتاتے ہیں۔“

اور مولوی اسماعیل دہلوی کے معتقدین یہ ڈھنڈ و را پیٹتے ہیں کہ جب دنیا شرک کے سند میں غوطے کھاری تھی تو موصوف نے مسلمانوں کو
توحید سے آگاہ کیا اور شرک و کفر سے بچایا، لیکن حقیقت بالکل اس کے بر عکس ہے نظر آتی ہے۔ جب وہ خارجیت کا علم لے کر کھڑے ہوئے تو
باری تعالیٰ شانہ کو کس طرح معاف کر سکتے ہیں، انہوں نے باری تعالیٰ شانہ کو جھوٹا بتانے اور منوانے کی خاطر یوں اپنی منطق دانی کا اظہار کیا ”لا
نسلم کہ کذب مذکور مجال بمعنی مسطور باشد..... (و یکھنے رسالہ یک روزی، مطبوعہ صدیقیہ پریس، ملان، ص ۱۸-۲۷)

موصوف صرف خدا کو جھوٹا ہی نہیں جانتے تھے بلکہ اسے جسم مانتے تھے، ان کا عقیدہ تھا جو شخص خدا کو زمان کو مکان و جہت سے پاک جانتا،
اس کی رویت بغیر جہت و محاذات کے مانتا تو ایسے شخص = کو بدعت حقیقیہ کا مرتكب یعنی کافر ٹھہراتے تھے۔ (برطانوی مظالم کی کہانی،
ص ۳۱۶-۳۱۷)

چنانچہ ان امور کی توضیح موصوف نے یوں کی ہے ”تزمیہ اور تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات ہمہ از قبل

بدعاتِ حقیقیہ است اخ (ویکھنے محمد اسماعیل دہلوی کی تصنیف ”ایضاح الحق“، ص ۲۵-۳۲، مطبوعہ محمدی پر لیں دیوبند ۱۴۲۷ھ)
اسی طرح مولوی محمد اسماعیل دہلوی کا محظوظ ترین مشغله تو ہیں تحقیقیں رسالت تھا، موصوف اس میدان کے ایسے الیے شہوار تھے کہ اگلے
چچھلے سارے گستاخوں کے کان گزتر لئے، سب سے استادی کا لوہا منوالیا۔ قرآن کریم سامنے رکھ لیجئے انہیاً کرام کی شان میں مذکروں اور
گستاخوں نے بے ہودہ کلمات استعمال کئے، انہیں دیکھ لیجئے۔ پھر احادیث نبویہ کے ذخیر اور رُثپ سیر و تواریخ سے گستاخوں کے سارے نازیبا
کلمات نکال کر اس فہرست میں شامل کر لیجئے۔ اب اس مجموعہ خرافات کا تقویۃ الایمانی مغلظات سے مقابلہ کیجئے، اگر دل میں انہیاً کرام کی
عظمت و رُفت کا تصور موجود ہے اور کسی بے دین کے پیچھے لگ کر یہ رووح ایمان صالح نہیں کی ہے تو ہر مُعصف مزاج ذی علم اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ
ابتدائے آفرینش سے آج تک شان رسالت میں جتنے گستاخانہ کلمات استعمال کئے گئے ہیں، ”معصف تقویۃ الایمان“ ان سب پر سبقت لے گیا
ہے۔ (برطانوی مظالم کی کہانی، ص ۳۱۸-۳۱۹)

یاد رہے کہ ”تقویۃ الایمان“ کے علاوہ ہے نے متعدد رُكھے گئے چنانچہ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں: بر صیر میں وہابی افکار و خیالات
”نجد“ سے آئے ”کتاب التوحید“، ”تقویۃ الایمان“ اور اسی قبل کا وہابی ادب جب اشاعت پذیر ہوا تو ”تقویۃ الایمان“ کے رُو میں سب سے
پہلے مولوی عبدالجید بدایونی نے ”ہدایت الاسلام“ کتاب لکھی، پھر ان کے بیٹے مولانا شیخ فضل رسول بدایونی نے رُو وہابیت میں سب سے پہلے
نمایاں حصہ لیا اور اس تحریک کا رڈ بلیغ کیا اس سلسلے میں دو کتابیں ”سیف الجبار“ اور ”صحیح المسائل“ قابل ذکر ہیں، ظاہر ہے کہ وہابی تحریک کے مذہبی
اثرات کے ساتھ ساتھ سیاسی اثرات بھی تھے۔ (ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، علماء بدایوں کی سیاسی خدمات کا مختصر جائزہ، اکتوبر نومبر ۱۹۷۸ء،
مطابق ذی قعده، ذی الحجه ۱۴۹۸ھ، جلد ۸)، شمارہ (۲)، ص ۸۵) اس کے علاوہ صدر الافتاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے بھی اس کا رڈ بلیغ
”اطیب البیان فی رو تقویۃ الایمان“ کے نام سے کیا۔

۱۲ اور ان کے نزدیک انگریز کے خلاف جہاد کرنا ہرگز درست نہ تھا اور اپنے اس موقف کا ان لوگوں نے بارہا اعادہ کیا، چنانچہ محمد جعفر
تحاصلیری نے لکھا ”یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل صاحب وعظ فرمائے تھے، ایک شخص نے مولانا
سے یہ فتوی پوچھا کہ ”سرکار انگریزی“ پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رُو یا اور غیر متعصب سرکار
پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔ (سوخ احمدی، ص ۳۷)

اور مرا زاہیرت دہلوی نے اس واقعے کو اپنے لفظوں میں یوں بیان کیا ہے: ”کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا
اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے دریافت کیا: آپ ”انگریزوں“ پر جہاد کافتوی کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا، اُن پر جہاد
کسی طرح واجب نہیں ہے، ایک تو ان کی رعایت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے، ہمیں ان کی
حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے، بلکہ اگر ان پر کوئی (مسلم یا غیر مسلم) حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا ”فرض“ ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی ”گورنمنٹ“ پر
آج نہ دیں۔“ (حیات طیبہ، ص ۳۶۲)

اور نیچری فرقہ کے بانی سید احمد خان نے اپنے ان لفظوں میں یہ قصہ پر قلم کیا تھا: ”ایک مرتبہ وہ (مولوی اسماعیل دہلوی) کلکتہ میں
سکھوں پر جہاد کا وعظ فرمائے تھے، اثنائے وعظ کسی شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ تم ”انگریزوں“ پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے؟ وہ بھی
تو کافر ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم
انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رُو سے یہ بات ”فرض“ ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم بھی شریک نہ ہوں۔“ (ہنر
پر ہنر، ص ۲۹)

اپنے اکابر کی انگریز دوستی کا داع غ مٹانے سے اپنے آپ کو مجبور دیکھ کر امام مذہب مولوی اسماعیل دہلوی کے عاشق زار یعنی مولوی محمد منظور
نعمانی سنبھلی کو ان الفاظ میں اعتراف کئے بغیر کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ (برطانوی مظالم کی کہانی، مصنفہ عبدالحکیم خان، ص ۱۵۷)

”مشہور یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا، بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں اُن کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور
ہے کہ انگریزوں نے بعض بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی۔“ (ماہنامہ ”الفرقان“، لکھنؤ، شہید نمبر، ۱۹۵۵ء، ص ۶۷)

مولوی اسماعیل دہلوی پانی پتی نے اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ فیصلہ گن بیان دیا ہے: ”سرید نے اس مضمون
میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید، انگریزی حکومت کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے، اور نہ ہی انہوں
نے کبھی اُن کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، سرید کے اس بیان کی تائید بعد کے متعدد مورخوں نے بھی کی ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن نے
”ترجمان وہابیہ“ مطبوعہ امرتسر کے صفحہ ۲۱، ۸۸ پر، نیز ”سوخ احمدی“، مؤلفہ محمد جعفر تھاصلیری میں بیس مقامات پر، اسی طرح حضرت شاہ اسماعیل
کی سوخ موسوم ”حیات طیبہ“ کے صفحہ ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۱۸۹ پر اس خیال کو پیش کیا ہے۔ مگر حال میں بعض اصحاب نے ان حقائق کے برخلاف یہ لکھتا

شروع کر دیا ہے کہ حضرت سید رائے بریلوی اور حضرت شاہ اسماعیل کا اصل مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد تھا، لیکن فاہر ہے کہ ایسے حراثت کے مطابق نہیں، اور نہ اس دعوے کا کوئی واضح ثبوت موجود ہے۔ (مقالات سر سید، حصہ نهم، ص ۲۷۰)

اور پھر اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کے ہم مشرب اور ہم ملک لوگ ڈھنڈو را پسندی ہیں کہ ان لوگوں نے انگریز کے خلاف جہاد کیا، ”سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان میں انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قلع کرنا تھا“، جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھا اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو دعوت دی اور انہیں صاف صاف بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدیں لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے، جیسا کہ مولوی حسین احمد دیوبندی نے ”نقش حیات“ (۱۲/۲) میں اسی طرح لکھا ہے اور دیگر تاریخ اور تذکرے لکھنے والے بھی اس جھوٹ کی تقلید کرنے لگ گئے، بہر حال حسین احمد مدینی کا تو اس کے شاگرد نے ہی روکر دیا چنانچہ مولا ناعام عثمانی نے حسین احمد مدینی کی اس بات پر ماہنامہ ”تجلی“ دیوبند میں یوں تبصرہ کیا ہے: ”کوئی شک نہیں، اگر استاد محترم حضرت مدینی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسماعیل کی شہادت مخصوص فسانہ بن جاتی ہے، مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب اعین نہیں، اس نصب اعین میں کافروں میں سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا= جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے، اس طرح کی کوششوں کی نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتوں اٹھانا اجر آخرت کا موجب کیوں ہوگا۔“ (زلزلہ، ص ۱۸۶-۱۸۷) (باغی ہندوستان، ص ۲۳)

اس نام نہاد جہاد میں وہابیہ کے ان پیشواؤں کے کرتوت اور اُن کی ناکامی کے اسباب بیان کرتے ہوئے پروفیسر صاجزاہ عبدالرسول لٹھی لکھتے ہیں: ”مگر شاہ اسماعیل شہید کی انتہاء پسندی نے اسے سخت نقصان پہنچایا، جس کے تحت دیگر ہر قسم کے غلوکے علاوہ جہاد سے لتعلق مسلمانوں کو دارالحرب کے غیر مسلم قرار دے کر لوٹا گیا، انہیں قتل کیا گیا، اور اُن کی بیٹیوں سے جبری نکاح کر کے اپنے تصرف میں لایا گیا، ایسے ناروا اقدامات کے خلاف مسلم معاشرہ کا شدید روک عمل ہی اس کی ناکامی کا باعث بنا“۔ (تاریخ مشائخ نقشبندیہ، ص ۵۲۲، مطبوعہ: مکتبہ زاویہ، لاہور، ۲۰۰۳ء)

ان کا جہاد نہ انگریز کے خلاف تھا اور نہ ہی ہندوؤں کے خلاف، ان کا جہاد مسلمانوں کے خلاف تھا، چنانچہ ان لوگوں نے کل گیارہ جنگیں لڑیں، ان میں سے نو یادِ صرف سرحد کے اس وقت کے پچ مسلمانوں کے خلاف تھیں چنانچہ علامہ شاہ حسین گردیزی لکھتے ہیں: ”سید صاحب اور حجاجہ دین نے سرحدی مسلمانوں کو کافروں میں قرار دیا اور سکھوں سے زیادہ خطرناک اور خوفناک سمجھتے ہوئے ان سے جنگیں کیں“۔ (حقائق تحریک بالاکوٹ، ص ۱۳۲)

انگریز سے بھلاکیہ جنگ کیوں کرتے کیونکہ اسی کے ایماء پر اور اسی کی اجازت و مدد و تعاون سے یہ سب کچھ کر رہے تھے پھر قوم و ملت کے ان غداروں کو جنگ آزادی کا ہیر و قرار دیتے ہوئے تاریخ نویسوں کو خدا سے ڈرنا چاہئے۔

۱۵۔ عبدالحکیم خان اختر شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں: آپ ۱۲۲۳ھ/۱۸۴۹ء میں پیدا ہوئے، آپ مدرسہ دیوبند کے سر پرستوں اور حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے، وہابیوں کی جماعت میں سے جب شاہ محمد اسحاق دہلوی خلیفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گول مول اور مخصوص خیالات سے اتفاق رکھنے والوں کی جماعت بنی اور دیوبندی مکتب فکر کے نام سے روشنas ہوئی، تو اس قافلہ کے مولوی رشید احمد گنگوہی ہی قافلہ سالار قرار پائے، حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر نامور خلفاء نے گنگوہی صاحب اور اُن کے ہم خیال علماء دیوبند کا تعاقب کیا، کہ یہ حضرات اپنے اکابر اور پیر و مرشد کے طریقے کے خلاف جا رہے ہیں۔

جب اس قضیہ کی خبر حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو اپنے متعلقین کو سمجھانے کی غرض سے جن مسائل میں ان حضرات کا نزاع تھا، اُن کے بارے میں اپنے نظریات و معمولات لکھ کر ”فیصلہفت مسئلہ“ کے نام سے موصوف کے پاس اس کی کاپیاں بھیج دیں، گنگوہی صاحب نے اپنے پیر کے فیصلے کی یہ قدر کی کہ اپنے ایک شاگرد (خواجہ حسن نظامی دہلوی) کو اُن تمام کاپیوں کو جلانے کا حکم صادر فرمادیا۔

فقہ حنفی کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود موصوف نے اپنے تحکم سے اس میں ایسی تراش خراش فرمائی اور خوارج زمانہ کے نظریات داخل کئے کہ ابناۓ زمانہ کو ایک پریشان گن مصیبت میں جتنا کرو دیا، اس کے ساتھ ہی تقدیس باری تعالیٰ شانہ کو داغدار تھہرانے کی غرض سے امکان کذب کے ناپاک عقیدے کو وقوع کذب تک بڑھا دیا، شیطان لعین کو خر دو عالم علیہ سے بھی اعلم و اوسع علماء شہزادیا، اور علمبردار خارجیت، امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کے تمام غیر اسلامی عقائد و نظریات کی گھل کر تصدیق و تائید کرتے رہے، ان کا وصال ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں ہوا۔ (برطانوی مظالم کی کہانی، باب چہارم، (۱۷) ص ۶۱-۶۷)

۱۶۔ اس کے بارے میں عبدالحکیم خان اختر شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں: ۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی شروع ہو چکی ہے، موصوف (یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی) کے ہم خیال علماء نے اپنا ایک جتحا منظم کر لیا ہے، ہتھیار لگا کر باہر پھرتے ہیں، کس سے لڑنے کے لئے پھرتے تھے؟

ہمیں کیا معلوم جب کہ قریباً سو سال پہلے کا واقعہ ہے، آئیے موصوف کے سوانح نگار، ان کے عاشق زار، مولوی عاشق الہی میرٹھی سے پوچھتے ہیں: ”ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (مولوی محمد قاسم نانوتوی) اور طبیب روحانی، اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے، اور بندوقیوں سے مقابلہ ہو گیا، یہ نبرد آزمائجھا اپنی ”سرکار“ کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہیں تھا، اس لئے انہیں پہاڑ کی طرح پیر بھاکر ڈھنڈ گیا اور ”سرکار“ پر جانشیری کے لئے تیار ہو گیا، اللہ رے شجاعت وجوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتھ پانی اور بھادر سے بھادر کا زہرہ آب ہو جائے، وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تکواریں لئے جم غیر بندوقیوں کے سامنے ایسے جمع رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں، چنانچہ آپ (گنگوہی صاحب) پرفرین ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔ (تذكرة الرشید: ۱/۲۷)

اب معلوم ہو گیا، مولوی عاشق الہی میرٹھی نے راز بتا دیا کہ گنگوہی صاحب نے اپنے اکابر اور اپنے پیر سے قلبی رشتہ کیوں توڑ لیا تھا؟ اس لئے کہ ”برٹش گورنمنٹ“ سے جانشیری و وفاداری کا عہد و پیمان جوڑا گیا تھا۔ (برطانوی مظالم کی کہانی، باب چہارم، ص ۶۱-۶۲)

اس مکتبہ فکر کے مؤرخین نے دیوبند اور اس سے متعلقین حضرات کے اگریزوں کے خلاف جہاد کو ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کیں، مگر یہ لوگ اس باب میں بھی دستاویزی ثبوت لانے سے قاصر ہے ہیں، اور پھر جھوٹ تو جھوٹ ہوتا ہے جو تھہتا نہیں ہے، کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی طرح وہ ظاہر ہو ہی جاتا ہے، چنانچہ ایوب قادری صاحب اپنی کتاب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مولانا یعقوب صاحب نانوتوی کی کتاب ”سوخ عمری مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مطبوعہ دیوبند“ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: ”چند بار مفسدوں سے نوبت مقابلہ کی آگئی اللہ رے مولوی صاحب (محمد قاسم نانوتوی) ایسے ثابت قدم تکوار ہاتھ میں اور بندوقیوں کا مقابلہ۔ ایک بار گولی چل رہی تھی کہ یہاں یک سرپکڑ کر بیٹھ گئے، جس نے دیکھا جانا گولی لگ گئی، ایک دو بھائی دوڑ پڑے پوچھا کیا معاملہ ہوا، فرمایا سر میں گولی لگی ہے، عمائد اتار کر دیکھا تو کہیں گولی کا نشان نہیں ملا اور تعجب یہ کہ خون سے کپڑے تر تھے، انہیں دنوں ایک نے بندوق ماری جس کے سنبھے سے ایک موچھا اور پچھہ داڑھی بھی جل گئی اور قد رپچھ آنکھ کو نقصان پہنچا خدا جانے گولی کہاں گئی؟“۔ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۸۲ تا ۸۳، ایوب قادری)

اس کے تحت علامہ خلیل اشرف اعظمی لکھتے ہیں: ”اب ان حضرات کو کون بتائے کہ شیشے کے محل میں بیٹھ کر پھر بازی کا فُغل مناسب نہیں ہوتا، یہ روایت بدہمہ درایت کے خلاف ہے، تکوار بمقابلہ بندوق تو خیر شاندار بات ہے مگر تعجب یہ کہ سر میں لگنے والی گولی کہاں گئی حالانکہ ”مجاہد کبیر“ فرمائے ہیں کہ گولی سر میں لگی ہے، اور انتہائی حیرت ناک بات یہ ہے کہ سر میں گولی کا نشان تک نہیں ہے اور اس سے بھی خوفناک بات یہ تھی کہ کپڑے خون سے تربتر تھے، غالباً اس کو کرامت کہتے ہیں؟ یہاں اس = موقع پر یہ کہا جائے کہ یہ ساری روایت ہی مولانا یعقوب علی صاحب کی کرامت ہے تو شاید کچھ غلط نہ ہو گا، بہر صورت جب مؤرخین فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے جہاد فرمایا تو ہمیں کیا انکار ہو سکتا ہے، ضرور جہاد فرمایا ہو گا مگر حیث پسندوں، آزادی کے متواuloں سے اور یہی صحیح ہے۔ (ہندوپاک کی چند اسلامی تحریکیں، ص ۹۲-۹۵)

۱۸ ”تذكرة الرشید“ یہ عاشق الہی میرٹھی دیوبندی کی تصنیف ہے جس میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے حالات و افکار کو جمع کیا گیا ہے اور ۱۹۰۴ء میں میرٹھ سے شائع ہوئی، اس کے بعد متعدد بار شائع ہوئی ہے۔

۱۸ چنانچہ مولوی عاشق الہی میرٹھی دیوبندی نے مولوی رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۹۰۵ھ/۱۳۲۳ء کا ذاتی بیان نقل کیا ہے کہ موصوف کا اپنے بارے میں کافی صدھر ہے؟ ”میں (مولوی رشید احمد گنگوہی) جب حقیقت میں ”سرکار“ (یعنی انگریز) کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکانہ ہو گا اگر مارا بھی گیا تو ”سرکار“ مالک ہے، اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔“ (تذكرة الرشید: ۱/۸۰)

مولوی عاشق کے اپنے کلمات یہ ہیں ”شروع ۱۸۵۹ھ/۱۲۷۲ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں ہونے کی تہمت باندھی گئی“۔ (تذكرة الرشید)

اور اب یہاں محمد میاں کی سینے سید محمد میاں ناظم ”جمعیت علماء ہند“ اپنی کتاب ”علماء ہند کا شاندار ماضی“ (ص ۲۹۵، جلد چہارم، طبع دہلی) ان واقعات کو نئے انداز میں پیش کرتے ہیں ”حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ پر برطانوی حکومت نے فساد کا الزام لگایا اور ان بزرگوں نے اس سے انکار کر دیا، ان کا انکار بالکل صحیح تھا کیونکہ انہوں نے فساد میں قطعاً حصہ نہیں لیا تھا، البتہ فساد کی صورت ختم ہونے کے بعد جب منتظم جہاد کی شکل پیدا ہوئی تو اس جہاد میں ضرور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جہاد فساد نہیں ہوتا بلکہ قاطع فساد ہوتا ہے، ان لوگوں نے جدوجہد آزادی کو فساد سے تعبیر کیا جس میں بڑے بڑے علماء جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی، کافی، کاکروی وغیرہم بے شمار مسلمان عوام نے قربانیاں دیں جسے ۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی جنگ آزادی ان کے نزدیک فساد تھی اور مندرجہ بالا عبارت سے صاف اقرار ہے کہ انہوں نے اس میں حصہ نہیں لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل مجاہد نہ تھے البتہ ان کے مریدوں نے ان کو مجاہد بنانے کی کوشش ضرور کی ہے یعنی اپنی شب میں اسلام کے ان غذا اروں اور انگریز کے بھی خواہوں، ان سے وظیفہ پانے والوں کو جنگ آزادی کا ہیر وہنا کر پیش کر دیا ہے۔

اور عبدالحکیم خان اختر شاہ بھاں پوری مزید لکھتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب کو یہ شبہ لاحق ہو جائے کہ ”تذکرۃ الرشید“ کتاب ہے جس کی تالیف سے تاقابل اعتبار ہو یعنی دیوبندی حضرات کے نزدیک اس کے مندرجات مسلمہ نہ ہوں یا اسے تاریخی لحاظ سے کوئی اہمیت حاصل نہ ہو، لہذا ہم اس کتاب پر ان حضرات کے مایہ ناز موڑخوں کی مہر تصدیق ثبت کروادیتے ہیں۔ (برطانوی مظالم کی کہانی، باب چہارم (۱۷)، ص ۲۸)

عبدالرشید فرماتے ہیں: ”میرے کانوں میں مولانا غلام رسول مہر کے بار بار کئے ہوئے یہ الفاظ گونج رہے ہیں کہ ”تذکرۃ الرشید“ بہت عمدہ کتاب ہے۔ اسے پڑھ کر بڑا اول خوش ہوتا ہے، میں (غلام رسول مہر) نے سالک صاحب (عبدالجید سالک) اور اپنے کئی دوسرے اصحاب کو یہ کتاب پڑھائی ہے، اس کتاب کو پڑھ کر مولانا رشید احمد گنگوہی کی عظمت دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ (میں بڑے مسلمان، (حاشیہ)، ص ۱۹۲)

اور مولانا حسن علی میلسی نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا کہ ”تذکرۃ الرشید“ جب چھپا تھا اس وقت ان کا آقا انگریز وہاں موجود تھا، حکومت کا کنسٹرول اس کے ہاتھ میں تھا لہذا اس وقت انگریزی حکومت کو ”رحدل گورنمنٹ“ اور (اس گورنمنٹ سے) بغاوت کرنے اور جنگ آزادی لڑنے والے مجاہدین کو بااغی لکھا ہے اور خود کو سرکار انگلشیہ کا فرمانبردار ثابت کیا اور سرکار انگلشیہ کو اپنا ”مالک و مختار“ سمجھا، ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید، ص ۳۷ تا ۸۰، پہلا حصہ

یاد رہے کہ تذکرۃ الرشید ۵ فروری ۱۹۰۸ء کا طبع شدہ ہے جب انگریز کی قصیدہ خوانی میں ان کا مفاد تھا، اب جب انگریز مردو دفعہ ہوا اور ملک آزاد ہو گیا تو ان کا فائدہ اس میں ہے کہ انگریز کی تعریف نہ کی جائے، اور دوسروں پر انگریز پرستی کے الزامات لگائے جائیں، لہذا انگریز کے جانے کے بعد ۱۳۷۳ھ میں چھنے والی ”سوائخ قاسمی“ میں شاملی اور تھانہ بھوں کے وہ واقعات تلف کر دیئے گئے کہ جن سے انگریز کی وفاداری اور انگریز پر جانشیری کا ثبوت ملتا تھا، ملاحظہ ہو سوائخ قاسمی، جلد ۲، آج اگر انگریز ہوتا تو سوائخ قاسمی میں وہی ہوتا جو تذکرۃ الرشید میں ہے، نئے اور جھوٹے واقعات گھٹنے کی نوبت نہ آتی۔ (برہان صداقت، ص ۱۱۲)

۱۹ جنگ آزادی اور الہدیث: جب کہ وہابیہ نے انگریز سے وفاداری کا ثبوت دیا، تقریباً تحریر، قول اعمالاً ہر طرح انگریز کے خلاف جہاد کی مخالفت کی اور اس کے بد لے برٹش گورنمنٹ سے مراءات اور جاگیریں اور نقد رقوم حاصل کیں، چنانچہ اہل حدیث کے سرکردہ کے بارے میں ڈاکٹر ایوب قادری ”تواریخ عجیب“ یعنی ”کالاپانی“ افسوسی محمد جعفر تھائیری ص: ۸۵، ۸۶ کے حوالی میں لکھتے ہیں: ”جماعت الہدیث کے سرکردہ مولوی محمد حسین بیالوی (۱۲۵۶-۱۳۲۸ھ) نے سرکار انگریزی سے موافقت اور وفاداری کا ثبوت اس طرح دیا کہ جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ تصنیف کیا۔ اس کتاب کے ترجمے اردو، انگریزی اور عربی میں ہوئے“..... مولوی سعود عالم ندوی لکھتے ہیں: ”اس کتاب پر (مولوی محمد حسین بیالوی) انعام سے سرفراز ہوئے..... نہ صرف یہ ہوا بلکہ دوسرے معاصر علماء مثلاً مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۸۶۱-۱۲۷۸ھ) و حاجی امداد اللہ مہاجر کی (ف ۱۳۱۴ھ) کو سرکار مخالفت کے طعنے بھی دیئے، سعود عالم ندوی دوسری جگہ لکھتے ہیں: ”معتبر اور شفہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں (مولوی محمد حسین بیالوی کو) جاگیر بھی ملی“۔ جب کہ مولوی صاحب نے خود چار مرحلے پتائی۔ بحوالہ اشاعتۃ السیف، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۲۷ (حوالی کتاب علامہ فضل حق خیر آبادی، تصنیف سلمہ سہول، ص ۹۳، مطبوعہ: الممتاز پبلی کیشنز، لاہور، ۱۳۲۲ھ / ۲۰۰۱ء)

۲۰ مجاہد اعظم مولانا سید کفایت علی کافی: مولانا سید کفایت علی کافی بریلوی اعظم علماء میں سے فرگنی سامراج سے لکرا جانے والی وہ شخصیت تھی کہ مراد آباد کی سرزی میں جن کے مقدس خون کو آج تک داد و فادے رہی ہے، آپ مراد آباد کے معزز ترین سادات کرام کے خاندان میں پیدا ہوئے، علوم عقلیہ و تقلییہ کے جلیل فاضل ہو کر شاعری میں یگانہ مقام حاصل کیا۔ علم حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ میں یگانہ روزگار تھے، آپ کا نعتیہ کلام غزل کے پیرائے میں ہے، آپ نے قہائد سے گریز کیا کہ ان میں مبالغہ کی آمیزش ہوتی ہے، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجید دین و ملت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا کافی اور حسن میاں کا کلام اول سے آخر تک شریعت مطہرہ کے دائرہ میں ہے، بلکہ مولانا کافی کو اعلیٰ حضرت سلطان نعمت فرمایا کرتے تھے، جب تحریک آزادی ہند شروع ہوئی تو گویا مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاشمی خون پہلے سے ہی جذبہ شہادت سے سرشار تھا، مولانا نے حوالی مراد آباد میں فرگنی سامراج کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا اور جدھر آپ کا رُخ ہوا برطانوی استبداد کے پرخی اڑتے گئے، سلطان بہادر شاہ ظفر نے آپ کو بلا یا اور جہاد کے مشورے کے لئے مولانا نے جزل بخت خان، شیخ افضل صدیقی، شیخ بشارت علی خان، مولانا سجاد علی، نواب مجدد الدین، مولانا شاہ احمد اللہ مدرسی کی معیت میں مختلف محاذاوں پر انگریزوں کو شکستیں دیں، رام پور اور مراد آباد کے اکثر معرکے سر کئے، بالآخر انگریزوں کے پھوکالاں فخر الدین اور بعض خائنوں کی سازش سے ۱۳۰۴پریل ۱۸۵۸ء مطابق ۲ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ مولانا گرفتار کرنے لئے گئے اور مراد آباد جیل سے متصل بر سر عام آپ کو انگریزوں نے تختہ دار پر لٹکا دیا، پھانسی کے وقت مولانا مندرجہ ذیل اشعار بڑے ترم و ذوق سے پڑھ رہے تھے:

کوئی گل باقی رہے گا نئے چن رہ جائے گا پر رسول اللہ کا دین چن رہ جائے گا ہم صفیر و باغ میں ہے کوئی دم کا چھپا! بلبیس اڑ جائیں گی سونا چن رہ جائے گا اطلس و کنخواب کی پوشک پر نازاں نہ ہو اس تن بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا (دیوبندی مذہب، مؤلفہ مولانا غلام مہر علی، ص ۳۱۰-۳۱)

۲۱ علی گڑھ میں پیدا ہوئے، یگانہ روزگار عالم تھے، بے شمار، افضل نے آپ سے پڑھا، متقدی عارف باللہ رہنمای تھے، تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں مجاہدین نے انگریزوں کو علی گڑھ سے نکال دیا تو زمامِ قیادت آپ کے حوالے کی گئی، دوبارہ انگریزوں نے چڑھائی کی تو دشمن سے مقابلہ میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے، مولانا عبدالجلیل بھی اُن شہداء میں حیات ابدی پا گئے، اور ان بہتر شہداء کے ساتھ جامع مسجد علی گڑھ میں دفن ہوئے۔ (دیوبندی مذہب، مؤلفہ مولانا غلام مہر علی، ص ۲۵)

۲۲ مولانا غلام مہر علی لکھتے ہیں: آپ ۱۲۰۲ھ میں بمقام چنیاپن تعلقہ ”پوتاٹی“ ساحل دریائے سور متعلقات مدراس میں پیدا ہوئے، آپ کے والد نواب سید محمد علی سلطان پتو شہید کے عظیم مقرب و مصاحب اور چنیاپن کے مختار نواب تھے، مولانا احمد اللہ شاہ نے قابل افضل اور اساتذہ عصر سے تمام علوم و فنون عربیہ اسلامیہ کی تجھیل کی، اور تحریک عالم و یگانہ روزگار متقدی و پرہیزگار ہوئے، حیدر آباد و یورپ کی سیاحت کی، پھر حج سے مشرف ہوئے، پھر بے پور میں حضرت پیر قربان علی شاہ کے دستِ القدس پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں سلوک طے کیا، پھر ٹوک پہنچ کر جہاد کے جذبات بیدار کئے، گوایاں میں پہنچ کر مشہور عارف پیر محاب شاہ قلندر سے خرقہ غلافت حاصل کیا، انگریزوں نے غدر کیا، علم جہاد بلند کرتے ہوئے حریت کے پروانے اور تحریک کے قائد اعظم کی حیثیت سے بخت خاں کے دست راست بن کر دہلی پہنچ، انگریزوں کو ناکوں پنچے چبوادیے، پھر آگرہ میں انگریزی استبداد سے نکرائے، پھر کانپور میں برطانوی پرچے اڑائے، پھر لکھنوں میں محاڑ فتح کئے، پھر فیض آباد اور شاہجہان پور میں فرگی سامراج کا ستیاناس کیا اور بالآخر یہ باکمال عالم بے مثال مجاہد، یگانہ روزگار پیر فتح اعظم بطل جلیل میدان کا رزار میں ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ کو جام شہادت نوش فرمائے۔

تحریک آزادی کی تمام تواریخ اس بطل جلیل کے مفصل کارناموں سے مزین ہیں اور ان = نام اور موڑ خیں پر سخت افسوس ہے جنہوں نے مولانا شاہ احمد اللہ کو تیگ دین، تیگ وطن، سید احمد بریلوی و مولوی اسماعیل کے عزائم کا تجھیل کنندہ لکھ کر یا ان سے تعلق دار ہنانے کے لئے خواہ مخواہ ان غداروں کو مولانا شاہ احمد اللہ کے حالات میں گھیث کران کے مقدس عقیدہ و کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی ہے، مولانا شاہ احمد اللہ خالص سنتی حقوقی صوفی عالم اور ممتاز مجاہد تھے۔ سید احمد و اسماعیل جیسے بد عقیدہ نام نہاد مجاہدوں سے شہید موصوف کا ذور کا بھی تعلق نہ تھا، مولانا کے مجاہدانہ کارنا میں آزادی وطن کے لئے جوش و خروش، مختلف محاڑوں پر انگریزوں سے مقابلے اور بالآخر اللہ کی راہ میں شہادت تحریک آزادی کی مفصل تواریخ میں دیکھئے اور سنتی علماء کی دینی و ملکی خدمات کو بالتفصیل پڑھئے۔ (دیوبندی مذہب، مؤلفہ مولانا غلام مہر علی، ص ۳۱۳)

۲۴ مفتی صدر الدین آزرودہ: مولانا غلام مہر علی لکھتے ہیں: تحریک آزادی ہند ۱۸۵۷ء میں جو خدمات حضرت مولانا مفتی صدر الدین علیہ الرحمہ نے پیش کی ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں، قلم کو کیا طاقت کہ ان کے علم و فضل کے بھر بے کنارے ایک موتی باہر لاسکے، اور دفتر کے دفتر ان کے مکارم و محسن کے لئے ناکافی، ۱۲۰۲ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، اکثر علوم مولانا امام الہند فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی شہید تحریک حریت سے حاصل کئے، حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی محدث دہلوی سے پڑھی اور یگانہ روزگار عالم بنے، چار دانگ عالم میں ان کے علم و فضل کا چرچا ہوا، دہلی میں صد الصدور ہے، انگریزوں کا اقتدار بڑھتا دیکھا تو تحریک آزادی کا جھنڈا اٹھایا، فتوائے جہاد کو نشر کیا، مجاہدین واکابر میں تحریک آزادی کی قیادت کی، تمام جائدادیں تحریک پر خرج کر دیں، ملک کے گوشہ گوشہ میں ان کے تلامذہ موجود ہیں، شعر گوئی میں کمال رکھتے تھے، معقول، فلسفہ، ریاضی کے عدیم امثل استاذ تھے، فقہ کے ممتاز ماہر و مفتی تھے، خالص سنتی، حقوقی، صوفی عالم و یگانہ روزگار امام العلوم تھے۔

وہابیت کی بخش کنی میں ان کی مساعی مشکورہ اور آزادی ہند میں ان کی جدوجہد محتاج تعارف نہیں، آج تک وہابیوں دیوبندیوں میں نہ ایسا عالم پیدا ہوانہ مجاہد، پنج شنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ بستی نظام الدین اولیاء دہلی میں داعی اجل کو لیک کہا۔ (دیوبندی مذہب، ص ۳۱۲)

۲۵ مولانا محمد علی جوہر: مولانا محمد علی جوہر بن عبدالعلی (۱۸۲۸ء-۱۸۸۰ء) بن علی بخش (۱۸۱۳ء-۱۸۷۶ء) کی ولادت ۱۵ اذوالحجہ ۱۲۹۵ھ بمقابلہ ۱۰ دسمبر ۱۸۷۸ء بروز منگل رامپور (یوپی، بھارت) کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ عمر دو سال سے کم تھی کہ والد گرامی کی رحلت ہو گئی، آپ نے ابتدائی تعلیم رامپور اور بریلی میں حاصل کی، پھر علی گڑھ پہنچ دیئے گئے، اور علی گڑھ میں آپ ”باغی طالب علم“ شمار ہوتے تھے۔ انگریز اسٹاف پر تنقید کرتے، لڑکوں کو ان کے خلاف منظم کرتے، ۱۸۹۸ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا، بڑے بھائی مولانا شوکت علی نے

معاشی نامساعد ہونے کے باوجود آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیا، ۱۹۰۲ء میں تاریخ میں آنزوں کی ذکری عالمیہ میں ”دارالعلوم فرنگی محل“ سے سینہ فراغت حاصل کی اور آپ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے دستِ حق پر بیعت تھے۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت آپ موجود تھے۔ مئی ۱۹۱۵ء میں جنگ عظیم چھڑ جانے کی وجہ سے آپ کو نظر بند کر دیا گیا۔ ۱۹۱۷ء میں جب آپ قید فرنگ میں تھے آپ کو ”آل انڈیا مسلم لیگ“ کا صدر منتخب کیا گیا، آپ نے کلکتہ سے ”کامریڈ“ اور ”ہمدرد“ کے مضاہیں، تنقیدی نوٹ اور حقائق کے اکشافات نے بر صیر کے لوگوں کو بیدار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۲۱ء کو آپ نے کراچی میں ”خلافت کانفرنس“ کی صدارت کی، آپ کے خطبہ صدارت کو با غایبانہ قرار دے کر گرفتار کر لیا گیا اور جرم یہ عائد کیا گیا کہ آپ نے مسلم سپاہیوں میں سرکار انگریز کے خلاف مددی اور ناراضی پھیلائی۔ اس ریزولوشن کی تائید میں میں تقریر کرنے والے پیر غلام مجذد سرہندی (شکار پور، سندھ)، مولانا شوکت علی، مولانا شاہزادہ احمد کانپوری وغیرہم بھی گرفتار ہوئے۔ اس مقدمہ میں دو سال قید ہوئی۔

عشق رسول ﷺ آپ کا سرمایہ حیات تھا، اتباع رسول اللہ ﷺ میں ہر وقت کوشش رہتے، جوں ہی آنحضرت ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں، جب لاہور کے = ایک متعصب اور دشمنِ اسلام راجپال نے رسوائے زمانہ کتاب ”.....شائع کی جس میں حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نہایت رکیک اور بے ہودہ حملے کے گئے تھے، ادھر ہائی کورٹ نے بھی جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجرم کو صاف بری کر دیا تو آپ نے ایسا قانون پاس کرانے کی تحریک شروع کی، جس کی رو سے ایسے شخص کو جوانبیاء کرام اور دیگر مذہبی رہنماؤں کی توہین کا مرکب ہوسزا دی جاسکے، چنانچہ آپ کی کوشش کامیاب ہوئی، آپ کا تیار کردہ مُسَوَّدہ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء-۱۹۳۲ء) نے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا جو کہ غیر معمولی اکثریت سے منظور ہو گیا۔ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری)

مولانا محمد علی اور شوکت علی دونوں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ نے ان دونوں کو ”ہندو مسلم اتحاد“ کی حمایت کرنے پر تعبیر کی تھی۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۱۲-۱۳)

کچھ اس کا اثر ہوا، پھر ان دونوں کے پیر اور مری حضرت علامہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا اس باطل نظریہ سے اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کی غیر منصوص فی الفقہ مسائل میں اعلیٰ حضرت کی غیر مشروط حمایت اور اطاعت کا اعلان کرنا اس کا بھی ان دونوں بھائیوں پر خاصاً اثر ہوا کہ مولانا محمد علی جو ہرنے پہل کی، چنانچہ بین الاقوامی موئرخ، ماہر تعلیم ڈاکٹر قریشی لکھتے ہیں: ”اسی طرح مولانا محمد علی جو ہرنے اپنی وفات سے تین ماہ قبل (خلفیہ اعلیٰ حضرت، آل انڈیا اسٹی کانفرنس کے داعی اور روح رواں) مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کے سامنے اپنی ہندوستانی سرگرمیوں سے توبہ کی، چند ماہ بعد مولانا شوکت علی نے بھی ایسا ہی کیا۔“ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۱۳)

گول میز کانفرنس میں آپ کو شرکت کی دعوت دی گئی تو خلافت کمیٹی کے کانگریسی ممبروں نے آپ کے خلاف سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ کرنے کی سمجھی نہ موم کی، کانفرنس میں پہنچ کر آپ نے اعلان کیا کہ: ”میں ایک لمحہ کے لئے بھی تصوّر نہیں کر سکتا کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور پھر مسلمان..... میں یقیناً پہلے مسلمان ہوں اور کچھ بعد میں۔“

دوسری گول میز کانفرنس میں گاندھی نے بھی شرکت کی جس نے وائرائے ارون کے ساتھ == معابدہ کر لیا تھا کہ آزادی کا مطلب مکمل آزادی نہیں بلکہ درجہ نو آبادیات ہی ہوگا، تاہم وہاں آپ نے اعلان کیا کہ: ”میں درجہ نو آبادیات کا قائل نہیں ہوں، میں تو آزادی کا مل کو اپنا مسلک قرار دے چکا ہوں، میں اس وقت تک اپنے غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک آزادی کا پروانہ میرے ہاتھ میں نہ دے دی جائے گا، اگر تم نے ہمیں ہندوستان میں آزادی نہ دی تو تمہیں یہاں مجھے قبر کی جگہ دینی پڑے گی۔“

اس تقریر کے بعد آپ کی حالت سنجھل نہ سکی اور بے ہوش ہو گئے اور اس قومی اور ملی دوڑ کی کمک میں ۲ جنوری ۱۹۳۱ء بروز اتوار دارفانی سے کوچ کر گئے۔ مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلمان قائدین نے آپ کو غسل دیا، شام کو پینڈلکشن ہال لندن میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی، آپ کا جسید خاکی بیت المقدس لے جایا گیا، جہاں مسجدِ اقصیٰ اور مسجد عمر کے نزدیک دفن کر دیا گیا۔ (ماخوذ از تحریک پاکستان اور علماء کرام، مصنفہ محمد صادق قصوری، ص ۲۲۵-۲۳۵)

۲۶ مولانا شوکت علی: مولانا شوکت علی بن عبدالعزیز (۱۸۸۰ء-۱۸۸۱ء) بن علی بخش (۱۸۲۷ء-۱۸۲۸ء) کی ولادت ۱۸۷۲ء میں رامپور (یوپی۔ بھارت) میں ہوئی، بچپن میں والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والدہ نے تعلیم و تربیت کا بار اٹھایا، علی گڑھ سے بی اے کیا، آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد علی جو ہرنے میدانِ سیاست میں قدم رکھا تو آپ نے دل کھول کر ان کا ساتھ دیا، مولانا شوکت علی بہت اچھے فتنتم تھے، تقریریں کم کرتے تھے، پہلی تحریک جو آپ نے منظم کی ”نجمن خدام الکعبه“ تھی، جو ۱۹۱۳ء میں آپ کے پیرو مرشد مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے دولت خانہ پر قائم ہوئی، اس تحریک کا مقصد مقامات مقدسہ کی حفاظت اور برطانوی عزائم کا سد باب تھا، یہی

وہ انجمن تھی جس نے حکومت برطانیہ کے خلاف بر ملا تحریک شروع کی، یہی وہ انجمن تھی کہ جس نے مالک اسلامیہ کی طرف ملٹری ہڈ کووجہ کیا۔

جنگ عظیم کے زمانے میں ترکی کی حمایت کی پاداش میں اپنے بھائی مولانا محمد علی جو ہر کے ساتھ پونے پانچ سال قید رہے، آپ بڑے بے باک اور نذر اور جذبہ فروشی سے سرشار مسلمان تھے، کراچی کے معروف ”خالق دینا ہاں کیس“ میں آپ کے عدالت سے گرج کر کے ہوئے الفاظ اس کے عکس = ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اگر حکومت مسئلہ خلافت کے متعلق ہمیں مطمئن نہ کر سکی یا پنجاب (جیلانوالہ باغ امرتر) کے بارے میں انصاف سے کام نہ لیا اور ہمیں مکمل آزادی نہ دی تو میرا فرض ہے کہ بحیثیت ہندوستانی مسلمان اس حکومت کو صفر ہستی سے مٹانے کی پوری کوشش کروں گا“۔ اس کیس کی بنا پر آپ کو دوسال قید بامشتہ ہوئی جو آپ نے نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کئے۔

۱۹۲۳ء میں کوہاٹ میں ہندو مسلم فساد ہوا تو گاندھی کے ساتھ وہاں تحقیقات کے لئے گئے، گاندھی نے جس طرح ہندوؤں کی طرف داری کی اور مسلمانوں کو فساد کا ذمہ دار بھرا یا، اس بات پر آپ نے گاندھی کو بالکل بے نقاب کیا، اس کے بعد پھر کبھی اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار نہ ہوئے۔

مولانا محمد علی جو ہر کے انتقال کے بعد مولانا شوکت علی نے خلاف جنگ لڑی جن کا حال یہ تھا کہ ۱۹۳۰ء میں مجلسِ خلافت کے اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۱ء-۱۹۶۱ء) نے باقاعدہ یہ قرارداد پیش کی گاگریں میں غیر مشروط طور پر شمولیت اختیار کر لی جائے تو مولانا شوکت علی نے مسلمانوں کو اس اجتماعی خودگشی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری) اور آپ کی ”ہندو مسلم اتحاد“ کی حمایت سے دستبرداری اعلیٰ حضرت اور خلیفہ اعلیٰ حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور علامہ عبدالباری فرگنی محلی کی مرہوں منت ہے، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی ”علماء ان پالیکس“ میں تحریر سے یہی ظاہر ہے۔

آپ نے جس خلوص کے ساتھ مسلم لیگ کی خدمت کی، اُسے ہر لعزیز اور مقبول بنایا، اسے عوامی جماعت تک پہنچایا، اس کے محمد علی جناح بھی معترض تھے۔ ۱۹۳۲ء کے ایکشن میں آپ نے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر ایکشن لڑنے سے معدود ری طاہر کی تو جناح صاحب کے کہنے پر تیار ہو گئے اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے اور پھر کوسل کے اندر اور باہر مسلم لیگ کی ڈھال اور گاگریں کے لئے برہنہ تکوار بنے رہے۔ سخت گرمی اور بیماری کی حالت میں بھی مسلم لیگ اور قیام پاکستان کے لئے اگر کوئی کام ہوتا تو دور راز کے سفر سے بھی نہ گھبرا تے۔

۱۹۳۸ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک شاندار جلسہ عام آپ کی صدارت میں منعقد ہوا، اس جلسے میں آپ کی خدمات جلیلہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا = میری زندگی اسلام اور قوم کے لئے وقف ہے اور انشاء اللہ اسی راہ میں جان دوں گا۔

نومبر ۱۹۳۸ء کے آخری ہفتے میں آپ پر بزنگی میں کا شدید حملہ ہوا، اسی حالت میں مسلم لیگ کے کام کے لئے آسام کے شہر شیلائگ کے دورے کا پروگرام بنایا، یکم دسمبر تاریخ روائیگی طے پائی اور ۲۸ نومبر کو اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے، اور آخری آرام گاہ دہلی میں درگاہ سرہ شہید کے جوار میں بی۔ (ماخوذ از تحریک پاکستان اور علماء کرام، مصنفہ محمد صادق قصوری، ص ۲۸ تا ۵۷)

۲۷۔ حضرت مولانا عبدالباری فرگنی محلی: حضرت مولانا عبدالباری بن مولانا شاہ عبدالواہب (۱۸۳۶ء-۱۹۰۳ء) بن شاہ محمد عبد الرزاق (۱۸۸۹ء-۱۸۲۲ء) بن شاہ محمد جمال الدین بن ملّا علاء الدین کی ولادت ۱۰ اربیع الثانی ۱۲۹۵ھ/ ۱۱۲۸ء پریل ۱۸۷۸ء بروز اتوار فرگنی محل لکھنؤ کے جووار میں بی۔ (ماخوذ از تحریک پاکستان اور علماء کرام، مصنفہ محمد صادق قصوری، ص ۲۸ تا ۵۷)

۲۸۔ حضرت مولانا عبداللہ النصاری مدفون ہرات کے واسطے سے سیدنا حضرت ابو یوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حفظِ قرآن کے بعد مولانا عبدالباقي فرگنی محلی (۱۸۹۶ء-۱۹۳۵ء)، مولانا غلام احمد پنجابی، مولانا احمد اللہ سندھیلوی، مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنؤ (ف ۱۹۲۵ء) اور مولانا غلام میکی سے اکتاب علم کیا۔ پھر مولانا عبدالباقي نے اپنی مرویات مع مسلسلات وغیرہ کے اپنے سامنے پڑھوا کر اجازت عنایت فرمائی۔ علاوه ازیں سید علی بن سید طاہر و تری، شیخ الدلائل علامہ سید امین رضوان، علامہ سید احمد برزنجی مدینی، سید محمد باہلی حریری سے اجازت گٹپ حدیث حاصل ہوئی تھی اور اپنے نانا مولانا نور الحسین سے بھی اجازت حدیث بسلسلہ عابد سندھی مدینی اور سید حلال کی عطا ہوئی۔

۲۹۔ ۱۹۰۳ھ/۱۳۲۱ء میں حریم شریفین اور عراق کا سفر اختیار کیا، رمضان المبارک میں بغداد پہنچ، حضرت نقیب الشرف سید عبد الرحمن نے سلاسل طریقت کے علاوہ سند حدیث بھی مرحمت فرمائی۔

آپ نے درس تدریس کا پیشہ اختیار کیا، مدرسہ نظامیہ فرگنی محل کو شہرت عام اور برقائے دوام تک پہنچایا اور سیاسی امور میں بھی پوری و جمعی سے لیا اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ عالم دین سیاست میں شہسوار ہو سکتا ہے اور آپ نے مولانا حضرت مولانا (۱۸۷۸ء-۱۹۵۱ء) اور علی برادران کی روحانی و سیاسی تربیت کر کے تحریک آزادی کو چلا بخشی۔ ۳ رائٹ ۱۹۱۳ء کو کانپور کی مسجد مچھلی بازار کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت مولانا دیوانہ وار

میدان میں کوئے اور بھر پور کردار ادا کیا۔ آپ ”ہندو مسلم اتحاد“ کے حامی رہے لیکن ہندوؤں کی مفاد پرستی، مسلم و شفیعی اور ابن القی و کشمی تو حرف غلط کی طرح ”ہندو مسلم اتحاد“ کا خیال دل سے نکال دیا اور اپنی اس کوشش پر تادم زیست نادم و پیشان رہے۔ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری)

یہ تو قصوری صاحب اور کچھ دوسروں کا نظر یہ ہو گا جب بات چل لگی ہے تو اس حقیقت کو بھی بیان کئے دیتا ہوں کہ علامہ محلی مرحوم کے دل میں ہندوؤں کی مسلم و شفیعی دیکھ کر ضرور بیزاری آئی ہو گی اور ان کی ابن القی و کشمی کو ترک حمایت کا خیال دل میں گزرا ہو گا، اس سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ایک سچے مسلمان تھے اور بہت بڑے عالم تھے لیکن حقیقت میں علامہ عبدالباری ایک قومی نظریہ کی حمایت کو ترک کر کے دو قوی نظریے کا حامی ہو جانا اور اس کے لئے بھر پور جدوجہد کرنا امام اہلسنت امام احمد رضا کا مر ہون منت ہے چنانچہ میں الاقوامی مؤرخ تحریک پاکستان کے عظیم رکن ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اپنی کتاب ”علماء ان پالینکس“ میں لکھتے ہیں جس کے ایک باب کا ترجمہ ”نوائے وقت“ کے سب ایڈیٹر گل محمد فیضی نے کیا اور اسے ۲۳ دسمبر ۱۹۸۱ء کو شائع کیا، چنانچہ ڈاکٹر قریشی لکھتے ہیں: ”مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی بعض تحریروں اور افعال پر اعتراض کیا جنہوں نے خود ان الفاظ میں اس کا حسین اعتراض کیا ہے: ”مجھ سے بہت سے گناہ سرزد ہوئے ہیں، کچھ دانتہ اور کچھ نادانتہ مجھے ان پر نہ مامت ہے۔ زبانی، تحریری اور عملی طور پر مجھ سے ایسے امور سرزد ہوئے جنہیں میں نے گناہ تھوڑنہیں کیا تھا، لیکن مولانا احمد رضا بریلوی نے انہیں اسلام سے انحراف یا گمراہی یا قابل موآخذہ خیال کرتے ہیں، ان سب سے میں رجوع کرتا ہوں جن کے لئے پیش رہوں کا کوئی فیصلہ یا نظریہ موجود نہیں، ان کے بارے میں مولانا احمد رضا کے فیصلوں اور فکر پر کامل اعتقاد کا اظہار کرتا ہوں“۔ اپنایہ بیان مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے شائع کر دیا، مسلمانوں کو ہندو قیادت کی پیروی سے باز رکھنے کی جدوجہد جاری رہی۔ (دو قوی نظریے کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۱۳)

آپ عاشق رسول ﷺ اور پابند شریعت تھے، مدت العمر سفر و حضر میں نماز باجماعت کا نامہ نہ کیا، وفات سے چند سال قبل آپ کو زہر دے دیا گیا، بروقت معلوم ہو جانے پر فوراً مدد ادا کیا گیا مگر مکمل == فائدہ نہ ہوا، مزاج میں جدت پیدا ہو گئی تھی، پھر روز بروز صحت گرتی چلی گئی، یہاں تک کہ ۲ رب جب المرجب ۱۳۲۲ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۲۶ء بروز التواریخ چار بجے سہ پہر جب کہ آپ نمازِ عصر کی ادائیگی کا ارادہ فرم رہے تھے دفعہ داہمی جانب فالج کا شدید حملہ ہوا۔ اور ۲ رب جب المرجب ۱۳۲۲ھ بروز ۱۹ جنوری ۱۹۲۶ء بروز متغل تقریباً گیارہ بجے شب آپ نے رحلت فرمائی۔

آپ کی وفات پر خانوادہ بریلی کے فرد فرید حضرت مولانا مفتی تقدس علی خان رضوی (۷۱۹۰ء-۱۹۸۸ء) نے ”آہ..... آہ کہ بُرْجِ عَلَمِ کَا نَيْرِ عَظِيمِ غَرْقِ بَحْرِهَا ہو گیا“ کے زیر عنوان خراج تحسین پیش کیا اور دارالعلوم ”منظرا الاسلام بریلی“ میں آپ کے سوئم کے سلسلے میں ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی اور شیرینی تقسیم کی گئی اور علماء و طلباء نے دعائے مغفرت فرمائی۔ (ما خوذ از تحریک پاکستان اور علماء کرام، مصنفہ محمد صادق قصوری، ص ۱۳۱ تا ۱۳۷)

۲۸ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے ہندوؤں کی مفاد پرستی، مسلم و شفیعی اور ابن القی سے بگ آکر بدظن ہو گئے، پھر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا کے اصلاح فرمانے سے انہوں نے ”ہندو مسلم اتحاد“ کا خیال حرف غلط کی طرح دل سے نکال دیا، اور اپنی اس غلطی پر ہمیشہ نادم رہے، چنانچہ محمد صادق قصوری لکھتے ہیں: ”انہوں نے اپنے اس فعل پر سخت نہ مامت اور شرمندگی کا اظہار کیا اور بوقت آخربھی وصیت نامے میں اپنی غلطیوں سے معافی چاہی، اس کی وفات کے دوسرے روز ان کے وصیت نامے کی وہ دفعہ پڑھی گئی، جس سے مخلصین خصوصاً اور عامة المسلمين سے عموماً اپنی غلطیوں سے معافی چاہی، یہ دفعہ مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی نے بلند مگر گلوگیر آواز سے سنائی، حاضرین کے دل فگار اور آنکھیں اشکبار تھیں، مولانا محمد علی جوہر تو خون کے آنسو رورہے تھے۔ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، مصنفہ محمد صادق قصوری، ص ۳۷-۳۸)

۲۹ کیونکہ محمد علی جناح پہلے کا نگریں میں رہے چنانچہ شریف الجاہد لکھتے ہیں: ”جناح اگرچہ شروع میں کمز کا نگریں تھے، اس کے باوجود مسلمانوں میں وہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔“ (ص ۳۲) اور ان کی کا نگریں سے ڈوری کے متعلق لکھتے ہیں: ”اس طرح پنیڈرل مون کے الفاظ میں ”گاندھی کے عروج کے ساتھ ہی جناح کا نگریں سے ڈور ہو گئے“۔ (قائد اعظم حیات و خدمات، ص ۳۸)

۳۰ ابوالکلام آزاد: مولانا ابوالکلام آزاد متوفی ۷۱۳۷ھ/۱۹۵۸ء گاندھی قبیلے کی ممتاز منفرد ہستی تھے، موصوف کی گاندھیت کے بارے میں مولوی شریف الحسن ناظر لکھنؤی نے یوں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے: ”ہندوستان کی سیاست کے اس انقلابی ڈور میں حضرت مولانا کی پہلی ملاقات گاندھی سے ۱۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو دہلی میں ہوئی، جہاں مسئلہ ترکی و خلافت کے متعلق وائرسے سے گفتگو کرنے کے لئے تمام ممتاز ہندو مسلمان لیڈر جمع ہوئے تھے، اس موقع پر آنجمانی تیک بھی موجود تھے، اور وہی دن تھا جب مولانا اور گاندھی جی کے درمیان محبت اور

خلوص کا ایسا رشتہ قائم ہوا جو گاندھی جی کے آخری دم تک قائم رہا۔ (بیس بڑے مسلمان، ص ۲۷۹، مطبوعہ لاہور، ۱۹۰۷ء)

اور مولا نا آزاد مسلم لیگ اور پاکستان دشمنی میں دوسروں سے بڑھ کرتے، چنانچہ موصوف کے بارے میں زمانہ قریب کی ایک نامور شخصیت یعنی خواجہ حسن نظامی دہلوی کے تاثر تلاحتے کیجئے: ”۱۹۰۸ء میں مسٹر زاہد سہروردی کے مکان پر انہوں نے حسن نظامی کے ایک کاغذ پر یہ لکھا تھا ”سب باقی منظور ہیں باستثنائے شرکت مسلم لیگ“، گویا ۳۲ سال پہلے بھی وہ مسلم لیگ سے اتنے ہی یزیر تھے جتنے آج کل ہیں..... اگر مولا نا ابوالکلام کو ہندوستان کا بادشاہ بنانا دیا جائے تو وہ اکبر اعظم کی طرح ہر قوم میں مقبول ہوں“۔ (بیس بڑے مسلمان، مصنفہ عبدالرشید، ص ۱۵۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۷ء)

اور پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب، حضرت خواجہ حسن نظامی سجادہ نشین خواجہ نظام الدین کے ذکر کے تحت لکھتے ہیں کہ آپ نے گل ہند کی بندیا دوں پر چشتی برادری قائم کی، اس میں اپنے تمام عقیدت مندوں کے علاوہ اہم سیاسی شخصیات کو بھی شمولیت کی دعوت دی، شرط یہ رکھی کہ اس برادری کا ہر فرد مسلم لیگ کی حمایت کرے۔

ابوالکلام آزاد نے اُن کی دعوت پر لکھا چشتی برادری کا رکن تو بن سکتا ہوں مگر مسلم لیگ کی حمایت نہیں کر سکتا۔ (ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، تحریک پاکستان اور مشائخ، مجریہ، محرم الحرم ۱۳۱۰ھ / ۱۹۹۰ء، جلد (۲۰)، شمارہ (۱۱)، ص ۶۷) اور موصوف کی غیرت اسلامی سے محروم اور ان کے سیاسی عزائم اور نہر و اور گاندھی سے دوستی کو دیکھ کر ان کے ہم مسلم ظفر علی خان یوں گویا ہوئے

ابوالکلام آزاد سے پوچھتے ہیں دل جلے آج کل تم پیشوائے امت مرحوم ہو کیا خطا کوئی بھی سرزد تم سے ہو سکتی نہیں تم بھی کیا پاپائے روما کی طرح معصوم ہو نہرو گاندھی کے دل کا حال تم جانو اگر پھر ذرا تم کو بھی قدر عافیت معلوم ہو کٹ کر اپنوں سے ملے ہو تو اغیار سے آئیں اس کے سایہ میں ہم کس طرح جو نوم ہو تم یہ کہتے ہو کہ مسلم لیگ رجعت پسند ہے تم کہاں کے ہتلر وقت آئے میرے مخدوم ہو کیا تماشا ہے کہ نہرو ہو ہمارا ترجمان اور غلامی کفر کی اسلام کا مقوم ہو کیا تماشا ہے کہ ہم گاندھی کے آگے سر جھکائیں کیا قیامت ہے کہ جو حاکم ہے وہ ملکوں ہے اے خدا راؤ ہدایت اس مسلمان کو دکھا غیرت اسلام کی دولت سے جو محروم ہو (چہستان، مصنفہ ظفر علی خان، ص ۹۲، مطبوعہ لاہور)

عبدالحکیم خان اختر شاہ جہانپوری نے ابوالکلام آزاد کے نظریات و افکار اور عملی اقدامات کا یوں تجزیہ کیا چنانچہ لکھتے ہیں: ”اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب ابوالکلام آزاد کیا چاہتے تھے؟ کیا وہ بھی گاندھی کی جادوگری کا شکار ہو گئے تھے؟ احقر کا جواب (قطع نظر اس کے کوہ کسی کی نظر میں صحیح ہے یا غلط) نہیں ہے، ابوالکلام اور گاندھی کی پہلی ملاقات ۱۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو دہلی میں ہوتی ہے لیکن آزاد صاحب اس ملاقات سے پہلے ”متحده قومیت“ کے حامی اور ”ہندو مسلم اتحاد“ کے زبردست مبلغ تھے، موصوف اپنے اس سیاسی و دینی نظریہ کی ”الہلال“ کے ذریعے گھل کر تبلیغ و اشاعت کر رہے تھے، مسلمانوں کو دور حاضر کا ابوالفضل بن کربرا بر راغب کر رہے تھے کہ وہ ہندوؤں کو بھی اپنا بھائی سمجھیں اور یہ خیال قطعاً اپنے دل میں نہ لائیں کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور ہندو الگ نہیں بلکہ ہندو ہوں یا مسلمان، ہندوستان کے سارے باشندے ایک ہی قوم کے فرد ہیں اور اس قوم کا نام ہندو یا مسلمان نہیں، بلکہ ”ہندوستانی“ ہے۔ ابوالکلام آزاد اپنے مخصوص نظریات و عزم کی بنا پر اپنے ڈور کے ابوالفضل بن کراکبر اعظم کی تلاش میں تھے اور ادھر گاندھی جو ہندوستان کا بے تاج بادشاہ بنا ہوا تھا، اس نے اس مقام پر پہنچ کر ماؤرن اکبر اعظم بننے کی غرض سے اس کے ”وین الہی“، کو گاندھویت کی شکل میں پورے ملک پر مسلط کرنے کی غرض سے اپنے ڈور کے ابوالفضل کی راہوں میں دیدہ و دل فرش را کئے ہوئے تھے۔ ۱۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو گاندھی اور ابوالکلام ملے، نہیں نہیں، اپنے ڈور کے اکبر اعظم اور ابوالفضل ملے، دونوں بامرا د ہو گئے، اکبر اعظم کو اپنا ابوالفضل مل گیا اور ابوالفضل کو اپنا اکبر اعظم ہاتھ آگیا، نہ گاندھی ابوالکلام کا مرید تھا نہ ابوالکلام گاندھی کا، دونوں ایک دوسرے کی مراد تھے، دونوں ایک دوسرے کے عزم کی تحریک کا سب سے بڑا سہارا تھا، اگر مغل اعظم اور ابوالفضل اکٹھے نہ ہوتے تو تاریخ کے اور اق میں ”وین الہی“ کا نام تک نہ تھا، اس طرح گاندھی اور ابوالکلام مل جل کر ایک ہی منزل پر گامزن نہ ہوتے تو ”گاندھویت“ کے نام سے بھی اپنائے زمانہ کے کان نا آشنا رہتے، ظفر علی خان نے اس لئے تو کہا تھا:

کہہ دے یہ اُن سے بھول گئے کیوں حرم کو آپ آئیں ابوالکلام جو وردها سے گھوم کر

۳۴۔ علی برادران احمد رضا کی بارگاہ میں تحریک پاکستان کے زکن عالمی شہرت یافتہ متاز مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں کہ ”تحریک خلافت کے آغاز میں عدم تعاون کے فتویٰ پر دستخط لینے کے لئے علی برادران آن (یعنی علی حضرت امام احمد رضا) کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے جواب دیا: ”مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف“۔ اور جب مولانا نے یہ دیکھا کہ علی برادران رنجیدہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا: ”مولانا میں (مسلمانوں کی) سیاسی آزادی کا مخالف نہیں، میں ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں“۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، علماء ان پالیسکس، ص ۱۲)

یاد رہے کہ علی برادران بعد میں ایک قومی نظریہ سے تائب اور دوقومی نظریہ کے قائل ہو گئے تھے۔ جیسا کہ اس کا ذکر حواشی میں کیا جا چکا ہے۔

۳۵۔ اسی طرح ”تاریخ آزادی ہندو مسلم شیخ و علماء کا کردار“ (ص ۱۲) میں ہے۔

۳۶۔ آل انڈیا سٹی کانفرنس کی تاسیس: یاد رہے کہ ”آل انڈیا سٹی کانفرنس“ (۱۹۲۵ء تا ۱۹۲۷ء) کے روح رواں، بانی منتظم اور ناظم اعلیٰ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری تھے، اور اس کا پہلا تاسیسی چارہ روزہ اجلاس ۲۰ تا ۲۳ تا ۲۳ شعبان المظہر ۱۳۲۳ھ / ۱۹۲۳ء کو مراد آباد میں منعقد ہوا جس کے داعی حضرت صدر الافاضل تھے اور اس میں امام اہلسنت کے امام احمد رضا متوفی ۱۳۲۰ھ / ۱۹۲۱ء کے فرزند اکبر جوہر الاسلام حامد رضا نے خطبہ انتقالیہ جب کہ خطبہ صدارت شیخ المشائخ سید علی حسین شاہ اشرفی نے دیا۔

اس پہلی کانفرنس میں شرکت کرنے والے عینی شاہد حضرت مولانا سید محمد محدث پکھوچھا شریف (مدیر ماہنامہ اشرفی پکھوچھا شریف) نے کانفرنس کی کارروائی دیکھی اور شائع کی، چنانچہ اس کے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں، آپ نے لکھا: ”یہ کانفرنس کس طرح شروع ہو کر ختم ہوئی، اس کے متعلق بلا مبالغہ یہ کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت کے اس درجہ شاندار جلسہ کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا مشرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے جلسے دیکھے ہیں جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا تھا، ان کا بیان ہے کہ اس قدر منتظم و باقاعدہ و پُر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گزرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہو گا۔ (ماہنامہ پکھوچھا، جلد ۳، شمارہ ۵، مجریہ شوال ۱۳۲۳ھ / مئی ۱۹۲۵ء، ص ۱۵)

اہلسنت کے جن جلیل القدر علماء کرام، مشائخ عظام نے اس کانفرنس میں شرکت فرمائی اور ملتِ اسلامیہ کی بروقت رہنمائی کی، ملت کے منتشر اور بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کیا، ان سب کے نام تو میسر نہیں، تاہم چند اسماء گرامی جو محفوظ رہ گئے تھے وہ یہ ہیں: شیخ المشائخ مولانا سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی (پکھوچھا ضلع فیض آباد)، ہادی امت حضرت مولانا سید احمد اشرف جیلانی (پکھوچھا)، محدث جلیل حضرت مولانا سید محمد اشرفی جیلانی (پکھوچھا)، امیر ملت مولانا سید جماعت علی محدث علی پوری (ضلع سیالکوٹ)، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، بھجہ الاسلام مولانا حامد رضا قادری برکاتی (زیب آستانہ رضویہ، بریلی)، شیخ الحدیثین حضرت مولانا سید دیدار علی الوری، مولانا صاحبزادہ محمد اشرف، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا سید محمد سلیمان اشرف بہاری (پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی)، مولانا عبداللہ احمد (پیلی بھیت)، مولانا محمد معوان حسین رامپوری، مولانا احمد علی محدث علی پوری، مولانا عبد الحفیظ بنارسی، مولانا فاضل پکھوچھوی، مولانا عبد الجید، مولانا سید غلام قطب الدین اشرفی، مولانا احمد مختار میرٹھی، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا محمد یعقوب خان بلاسپوری، مولانا محمد حسین اجمیری وغیرہ ہم، تین سو کے قریب علماء کرام، واعظانِ اسلام، مفتیانِ ذوی الاحترام اور مشائخ عظام میں سندھ سے لے کر ہند کے صوبوں کے مقتدر حضرات تشریف لائے تھے۔ بریلی، رامپور، دہلی، مراد آباد، لکھنؤ، پنجاب اور پکھوچھا کے علمی و روحانی مقامات کے اکابر موجود تھے، قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی خانوادوں کے ارباب طریقت کا نورانی اجتماع تھا۔ (تاریخ آل انڈیا سٹی کانفرنس، ص ۲۹-۳۰)

۳۷۔ سٹی مسلمانوں کا نعرہ تو یہ تھا، اس کے مقابلے میں یہ گانگریسی نعرہ لگاتے تھے ”پاکستان قبرستان“، چنانچہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۶ء کے ایکشن موقع پر مراد آباد میں مسلم لیگ کو زبردست کامیابی ہوئی اور کانگریس کوناکامی سے دوچار ہونا پڑا، تو کانگریسی ایک گروہ کیشر کے ساتھ آوازے کتے ہوئے پولنگ کی جگہ پر آئے اور ”قبرستان پاکستان“ کا نعرہ لگاتے ہوئے آئے، مسلم لیگ کی طرف سے نعرہ بلند ہوا ”بٹ کے رہے گا ہندوستان، لے کے رہیں گے پاکستان“، اسی طرح ”ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رامپور، مجریہ فروری ۱۹۳۷ء، ص ۸“ میں ہے۔ (تاریخ آل انڈیا سٹی کانفرنس، ص ۲۹۹-۳۰۰)

۳۸۔ گروہ قادریان کی کارگزاریاں: حریک آزادی اور تحریک پاکستان کا ذکر ہوا اور گروہ قادریان کا ذکر کرنہ کیا جائے تو یہ ذکر مکمل نہیں ہوتا چنانچہ صادق علی زاہد لکھتے ہیں: قادریانیت ایک سیاسی تحریک ہے جسے برصغیر میں انگریزی استعمار کو طول دینے کے لئے تخلیق کیا گیا تھا لیکن اپنے مقصد

کے حصول کے لئے مذہب کا ملادہ اوڑھا دیا گیا۔ قادیانی اکابرین اپنے جنم دن سے ہی برطانوی استعمار کی بلا چوں وچار ان امانت و فدائی کا روز دیتے رہے، اس گروہ کے اولین سیاسی اور مذہبی پیشوام رز ا glam احمد قادیانی نے برطانوی اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اپنی کتاب ”تبیغ رسالت“ جلدے، ص ۱۹ پر تحریر کیا: ”ہمارا جانشیر خاندان سرکار دولت مدار و سلطنت انگلش کا خود کاشتہ پودا ہے، ہم نے سرکار انگریز کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے بھی دربغ نہیں کیا“۔ برطانوی استعمار کو طول دینے کے لئے عالم اسلام کے خلاف اس انگریز کے خود کاشتہ پودے نے جو خدمات سرانجام دی ہیں اگر ان کی تفصیل بیجا کی جائے تو بقول مرزا glam احمد قادیانی کے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ (قادیانیت کا سیاسی تجزیہ از صاحبزادہ طارق محمود)

۱۵ اگر میں ۱۹۲۷ء کو قادیانیوں کے ترجمان ”الفضل“ نے ایک بار پھر اپنا موقف ان الفاظ میں دہرا یا ”بہر حال ہم چاہتے ہیں اکھنڈ ہندوستان بننے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں“۔

۱۹۳۳ء میں ظفر اللہ خان قادیانی نے ایک پمپلٹ ”ہید آف دی احمد یہ مومنت“ کے نام سے مرتب کیا اس پمپلٹ میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال کے بارے میں قادیانی سربراہ مرزا محمود احمد کے خیالات و نظریات اور اس کی شخصیت کا تعارف کرایا گیا، اس میں سر ظفر اللہ خان نے تحریر کیا کہ وہ مرزا محمود احمد اکھنڈ بھارت کے موئید اور پاکستان جیسی علاقائی تحریک کے مخالف ہیں۔ (قادیانی سے اسرائیل تک، ص ۱۸۶، ازاں بودھر، بحوالہ ہید آف دی احمد یہ مومنت) قادیانیوں کے لندن مشن نے اس پمپلٹ کی وسیع پیمانے پر شکری۔

قادیانیوں کی بھرپوری مخالفت کے باوجود جب تقسیم ہند ناگزیر ہو گئی اور پاکستان کا قیام ممکن نظر = آنے لگا تو قادیانیوں نے پاکستان کی جغرافیائی صورت کو نقصان پہنچانے کی بھیانک کوشش کی (یعنی اپنے بانی کے مولد و مرکز قادیان کو ویٹی گئی قرار دینے کا مطالبہ کر دیا) حکومت کی طرف سے قادیان کو آزاد ریاست تسلیم نہ کئے جانے کے بعد قادیانیوں نے حد بندی کمیشن کو غلط اعداد و شمار پیش کر کے آزاد قادیان حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی، قادیانیوں کے الگ محض نامہ پیش کرنے کے نتیجے میں باڈنڈری کمیشن نے اس محض نامہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو مسلمانوں سے الگ شمار کیا، اس طرح گوداں پور کا ضلع جس میں ہندو مسلم آبادی کا تناسب ۱۳۹ اور ۱۴۵ فیصد تھا، قادیانیوں کے علیحدہ شمار ہونے پر الٹ گیا، اس طرح گوداں پور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس اہم ترین علاقہ کو بھارت کے حوالے کر دیا گیا اور نہ صرف گوداں پور پاکستان کے ہاتھ سے نکل گیا بلکہ بھارت کو شکری تک پہنچنے کا آسان راستہ میسرا آ گیا۔

ہفت روزہ ”چٹان“ کو اشتراک یو دیتے ہوئے معروف مسلم رہنمایاں امیر الدین نے فرمایا: ”باڈنڈری کمیشن کے مرحلہ پر ظفر اللہ خان قادیانی کو مسلم لیگ کا وکیل بنانا مسلم لیگ کی بہت بڑی غلطی تھی جس کے ذمہ داریا قوت علی خان اور چوہدری محمد علی تھے۔“

نیز آگے چل کر فرمایا: ”اس ظفر اللہ نے پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ پھانگوٹ کا علاقہ اس کی سازش کی بناء پر پاکستان کی بجائے ہندوستان میں شامل ہوا“۔ (افت روڑہ چٹان لاہور، ۶ تا ۱۳ اگست ۱۹۸۲ء)

تقسیم ہند کے حوالے سے چند چونکا دینے والے بیان: (۱) ”ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی کہ ہمارے نزدیک پاکستان بننا اصولاً غلط ہے“ (خطبہ مرزا محمود احمد روز نامہ الفضل، ۱۲-۱۳ اگر میل ۱۹۲۷ء)

(۲) ”میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضا مند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور ہم کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح متعدد ہو جائیں“۔ (تقریر مرزا محمود احمد خلیفہ قادیانی، الفضل قادیان، ص ۱۶، مئی ۱۹۳۷ء)

(۳) ”ممکن ہے کہ عارضی طور پر کچھ افتراءق ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قوتیں (مسلم اور ہندو) الگ الگ رہیں، مگر یہ حالت عارضی ہو گی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دُور ہو جائے، بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے“۔ (مسئلہ شکری اور قادیانی امت از اختر کا شکری، ص ۹۵، = بحوالہ روز نامہ الفضل قادیان، ص ۷۱، مئی ۱۹۲۷ء)

ظفر اللہ خان قادیانی بطور وزیر خارجہ پاکستان؟ یہ ایک سوال ہے اس کے جواب میں صادق علی زادہ لکھتے ہیں: ”پاکستان کی پہلی کابینہ“، اور ”پاکستان کیوں نہ ٹان؟“ کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز و اسرائیل کے دباؤ کے تحت عظیم قائد محمد علی جناح کو بادل نخواستہ بعض غلط فیصلے کرنے پڑے جن میں قادیانی وزیر خارجہ کا تقرر، جو گندرناتھ منڈل کو وزیر قانون بنانا اور آزاد پاکستان کی افواج کا کمانڈر انجیف ایک انگریز (ڈبلس گریسی) کو بنانا شامل ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ ظفر اللہ قادیانی کی باڈنڈری کمیشن میں پاکستانی موقف کی وکالت سے دلبرد اشتہ ہو کر قائد اعظم انہیں کسی طرح وزیر نہیں بنارہے تھے مگر انگریز و اسرائیل نے اس کی تقرری پر بہت اصرار کیا، یہاں تک کہ حکمی دی کہ اگر ظفر اللہ قادیانی کو وزیر نہ بنایا گیا تو اختیارات کی منتقلی کا اعلان نہیں کیا جائے گا“۔ (سازشوں کا دیباچہ قادیانیت از رائے کمال، ص ۱۹۵، پاکستان کیوں نہ ٹان، ص ۷۱، از ڈاکٹر صدر محمود)

دوسرًا قادیانی سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد پاکستان ختم ہو جانے کی حرثت دل میں لئے جب مرنے لگا تو وصیت کر دی کہ مجھے عارضی

طور پر بوجنگ میں فن کیا جائے بعد میں قادیانی کے بہتی مقبرہ میں میری قبر بنائی جائے، اس جماعت نے وصیت قبر پر کندہ کروادی، جب حالات سازگار ہو جائیں تو میری میت کو نکال کر قادیانی میں فن کیا جائے جماعت پر فرض ہے کہ وہ میری وصیت پر ہر لحاظ سے پورا پورا عمل کریں (سازشوں کا دیباچہ از رائے کمال، ص ۱۹۲) ابھی چند برس قبل قادیانیوں نے مذکورہ کندہ شدہ الفاظ مرزا محمود کی قبر سے ہٹائے ہیں بقول شورش کاشمیری۔

تحریک پاکستان اور قیامِ پاکستان کے ابتدائی ایام میں قادیانیوں کے کردار کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک یہ کتنے گھناؤ نے کردار کے حامل رہے ہیں، اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ ملخصاً (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ / اگست ۱۹۹۹ء، تحریک پاکستان اور گروہ قادیانی، ص ۱۲۹ تا ۱۳۶)

۳۶ ”دبدبہ سکندری“ را پوراہلسنت کافت روزہ اخبار تھا، اپنی تاریخ ابتداء ۱۴۲۳ھ / ۱۸۶۶ء سے الہفت کی ترجمانی کرتا رہا، آں یہ اندیساً کافرنیس کے احیاء کے موقع پر اس اخبار نے اپنے آپ کو ترجمان آل اندیساً کافرنیس کے طور پر متعارف کرایا، سُنی کافرنیس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اس کا اولین مقصد قرار پایا۔ خبروں، مضمون اور اداریوں میں سُنی کافرنیس کے مقادات کا شہیر کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرتا رہا کہ سُنی کافرنیس کی زیادہ خبروں کو اپنے موفر جریدے میں جگہ دے مگر ان خبروں کی تعداد اب ۱۹۲۶ء میں اتنی بڑھ گئی کہ ان تمام خبروں کو اخبار میں جگہ دینا مددیر جناب محمد فضل حسین صابری کے لئے ممکن نہ رہا۔ (تاریخ آل اندیساً کافرنیس، ص ۱۳۸)

۳۷ اس صفحہ کا عکس محمد جلال الدین قادری کی کتاب ”پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ“ (ص ۳۱۲) میں موجود ہے، اس صفحہ پر عنوان ”آل اندیساً کافرنیس کا فیصلہ“، از حضرت صدر الافتضال استاذ العلماء جناب مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی صاحب ناظم آل اندیساً کافرنیس۔ مراد آباد، پوپی کے تحت ہے: ”سُنی کافرنیس ہرگز پاکستان سے دست بردار نہ ہوگی اگر بالفرض مسٹر جناح مطالبه پاکستان سے دست بردار بھی ہو جائیں تو بھی سُنی کافرنیس اس میں ان کی موافق تھیں کرے گی اور اپنا مطالبة پاکستان ضرور حاصل کرے گی، مسلمانوں کا یہ حق مل کر رہے گا اخراج“۔

۳۸ محدث پکھوچھوی: سید العلما علامہ سید محمد محدث عظیم ہند پکھوچھوی علیہ الرحمہ کی ولادت رائے پور بریلی میں ہوئی، آپ کا سلسلہ نسب حضور غوث الحقیقین محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقدوس جیلانی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے، صرف پانچ سال کی عمر میں آپ نے ناظرہ قرآن شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی، والدگرامی سید نذر اشرف علیہ الرحمہ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ عربی درس نظامی کے لئے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کے نامور اساتذہ کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیا، آٹھ سال بعد علی گڑھ میں مفتی اطف اللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ”شرح تحرید“ اور ”افق امین“ کا درس لیا، مفتی صاحب نے سید فراغت میں آپ کے نامہ کے ساتھ علامہ کا اضافہ فرمایا، پہلی بھیت میں مولانا شاہ مطیع الرسول عبد المقتدر بدایوں علیہ الرحمہ سے حدیث پڑھ کر سند حدیث حاصل کی، دہلی میں مدرسہ الحدیث قائم کر کے درس حدیث دیا، تنانا جان شیخ المشائخ شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے ایماء پر اپنے ماموں عارف ربانی مولانا شاہ احمد اشرف علیہ الرحمہ سے مرید ہو کر تھیل سلوک کیا اور درجہ کمال کو پہنچ، ایک عالم آپ سے فیض یاب ہوا، تقریباً پانچ ہزار غیر مسلم آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے، کئی بارچ و زیارت سے مشرف ہوئے، آپ کا شمارا علی حضرت محدث دہلوی کے علیہ الرحمہ کے معزز خلفاء و تلامذہ میں ہوتا ہے۔

سید محمد محدث عظیم ہند پکھوچھوی علیہ الرحمہ نے دیگر مشائخ الہلسنت کے شانہ بشانہ مگر قائدانہ حیثیت سے کام کیا، تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیرہ ورے کے اور عوام کو مسلم لیگ کے منشور سے آگاہ کر کے نظریہ پاکستان کا ہمنوا بنا یا۔

آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی قائم کردہ ”جماعت رضاۓ مصطفیٰ بریلی“ کے تابیات صدر رہے، بنا رس میں سُنی کافرنیس ۱۹۲۶ء کے موقع پر آئندہ کے لئے بالاتفاق صدر عمومی مقرر ہوئے اور اسی کافرنیس کے استقبالیہ کے صدر بھی آپ ہی تھے، اس سے آپ کی سیاسی بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سید محمد محدث پکھوچھوی علیہ الرحمہ خطابت کے شہسوار تھے، آواز میں بلا کی کاث اور لہجہ میں شرینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جو بات منہ سے نکلتے ہی دلوں میں اترتی چلی جاتی، بنا رس کی آل اندیسا مسلم سُنی کافرنیس اور اجیمیر سُنی کافرنیس میں آپ کے خطبے تحریک پاکستان کی حمایت کے جیتے جا گئے ثبوت ہیں، ان خطبات کو شہرت عام حاصل ہے، جون ۱۹۲۶ء کو سُنی کافرنیس اجیمیر شریف میں آپ کے خطبہ صدارت سے ایک اقتباس ملاحظہ کرتے چلیں: ”اے سُنی بھائیو! اے مصطفیٰ علیہ الکریم و الشانہ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں روکہ چلانے والی طاقت آگئی، اب بحث کی لعنت چھوڑو، اب غفلت کے جرم سے بازا جاؤ، آؤ اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنالتو جا کر دم لو کہ یہ کام اے سینو! سُن لو کہ صرف تمہارا ہے“۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۹ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲، شمارہ ۱۰، ص ۲۷-۲۸)

۳۹ امیر ملت سید جماعت علی شاہ: امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری بن سید کریم شاہ (ف ۱۹۰۲ء) کی ولادت با

سعادت ۷۷ھ/۱۸۳۱ء میں علی پور سید اس ضلع سیالکوٹ میں ہوئی، حفظ قرآن وابتدائی تعلیم علی پور سید اس سے حاصل کرنے کے بعد بڑھنے کے نامور علماء و فضلاء سے علمی استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ترکی کے نامور محدث مولانا علامہ محمد عمر خیاء الدین استانیوی سے بھی اجازت حدیث شریف حاصل کی۔ امیر ملت نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت حضرت باواجی فقیر محمد فاروقی چوراہی کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلاف حاصل کی۔

آپ کی حیات مبارکہ مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات سے عبارت ہے آپ نے پاک و ہند میں مشرق لے کر مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سفر کر کے خواہیدہ قوم کو بیدار کیا، فتنہ ارتدا، شدھی تحریک، تحریک بھارت، تحریک آزادی کشمیر، تحریک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انجمن حیات اسلام لا ہور، تحریک مسجد شہید گنج لا ہور، غرض بر صیر کی تمام مسلم تحریکوں میں مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ تحریک = پاکستان میں آپ کا کردار تاریخ کا ایک سنہری باب ہے اور نہادِ نو کے لئے مشغول رہا۔

۱۹۳۶ء میں جب قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم تو کا یہ اٹھایا اور ہندو مسلم دو جماعتیں قوموں کی آواز بلند کی تو بر صیر میں سب سے پہلے امیر ملت ہی نے قائدِ اعظم کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا، آپ اس وقت حیدر آباد کن (اٹھیا) میں مقیم تھے، وہاں سے قائدِ اعظم کے نام ایک ہمدردانہ و ہمت افزاء، پُر خلوص خط مع تمکات بسمیٰ کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف و ناتوان ہوں یہ بوجھ آپ پر آن پڑا ہے، میں آپ کی مدد کرنا فرض تصور کرتا ہوں، میں اور میرے متولیین آپ کے معاون و مددگار ہیں گے، آپ مطمئن رہیں“۔ اس کے بعد حضرت امیر ملت نے اپنے تبلیغی اور روحانی دوروں کے دوران پشاور سے راس کماری تک مسلم لیگ کا پیغام گھر پہنچایا حتیٰ کہ مسلم لیگ بر صیر کے چہے چہے میں مقبول عام بن گئی اور بوڑھے بچے جوان کی زبان پر مسلم لیگ زندہ باد کے پُر سرو نظرے گو نجتے گے۔

۱۹۳۸ء کو جامع مسجد کلاں میانہ پورہ سیالکوٹ میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے ”حقیقتِ اسلام“ کے موضوع پر اڑھائی گھنٹے کے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب میں فرمایا: ”مسلمانو! آج ایک جھنڈا اسلامی ہے، دوسرا کفر کا، تم کس جھنڈے کے سامنے میں رہو گے“۔ سب حاضرین نے متفقہ آواز میں کہا: ”اسلام کے جھنڈے کے سامنے میں“، پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھوا کر حاضرین سے وعدہ لیا اور سب حاضرین نے یک زبان ہو کر ہاتھ بلند کر کے وعدہ کیا کہ ہم کفر کے جھنڈے کے نیچے جا کر ان میں ہرگز شامل نہ ہوں گے بلکہ ان سے شامل ہونے والوں کے ساتھ کسی قسم کا برتابانہ رکھیں گے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ ان کو اپنے قبرستان میں مرنے کے بعد دفن کریں گے۔

۱۹۳۸ء کو آپ نے صوبہ سرحد کے مریدوں کو ایک خصوصی پیغام بھیجا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی کی منزل حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر مساعی صرف کر دیں۔ دسمبر ۱۹۳۸ء آپ براہ کراچی عازم حج ہوئے، بخشی مصطفیٰ عالی خان (خلیفہ امیر ملت ف ۱۹۷۸ء) بھی ہمراہ تھے، جہاز کی روائی کے انتظار میں چاروں کراچی قیام کرنا پڑا، دریں اشناق اپنے شہر نے آپ سے دریافت کیا کہ ”مسلم لیگ“ کے متعلق حضور کی رائے کیا ہے؟ یہاں صوبہ سندھ میں خود مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں، ایک مجبور کرتی ہے کہ کانگریس میں شامل ہوں دوسری زور لگاتی ہے کہ مسلم لیگ میں داخل ہوں“ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: ”قاضی آپ کے سامنے دو علم ہیں، ایک حق دوسرا باطل کا، فرمایا: آپ کوں سا علم پسند کریں گے، مرنابھی ہو تو کیا باطل کے علم کے نیچے مرننا پسند کرو گے“۔

۱۹۳۰ء مارچ کو اقبال پارک لا ہور میں آل اٹھیا مسلم لیگ کا اجلاس قرارداد لا ہور منعقد ہوا، حضرت امیر ملت نے ”آل اٹھیا سُنی کانفرنس“ کی نمائندگی کے لئے پیر آف مائکلی شریف، پیر آف زکوڑی شریف، علامہ عبدالغفور ہزاروی وغیرہم کو وہاں بھیجا۔

آواخر جون ۱۹۳۵ء میں حضرت امیر ملت نے تحریک پاکستان کی حمایت میں ایک زبردست بیان جاری فرمایا جس کا عنوان ”تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام“ تھا، اس بیان کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے الہذا سب مسلمان قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک ہوں۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۵ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ”دارالعلوم مرکزی انجمن حزف الاحتفاف ہند“ لا ہور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہندوستان بھر کے اکابر علماء اہلسنت و جماعت تشریف لائے، اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگریس، احرار، خاکسار، یونیورسٹی ہرگز ہرگز مسلمانوں کی نمائندگی جماعتیں نہیں ہیں، کانگریس، مشرکین و مرتدین کی جماعت ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دشمن ہے، اس سے یہ ہرگز تو قوع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے، الہذا مسلمانوں کو اپنا قبیتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے۔ احرار، خاکسار اور یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ اکثریت سے کٹ کر گاندھی اور نہرو کے زر خرید غلام بن چکے ہیں، انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے، مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف ”سنتی العقیدہ“ مسلمانوں کو ہے جو کوئی مسلمانوں میں جا کر مسلمانوں کے جائز حقوق کی غلہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں۔ حضرت امیر ملت کے زیر صدارت

اس اعلانِ حق سے مخالفین پاکستان کی صفوں میں کھلبیلی مج گئی۔ مشہور کانگریسی (دیوبندی) مولوی حفظ الرحمن نے اپنی بوجلاہت کا بیان کرتے ہوئے کہا ”گزشتہ دنوں ایک بدعتی پیر نے شریک کانگریس کو حرام اور ان کو ووٹ دینا حرام اور کانگریس مشرکین و مرتدین کی جماعت ہے قرار دے کر جس طور مسلم یگیوں کی ہمت افزائی کی وہ تمام شرائیگیزی پر مبنی ہے۔

۷۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو آل انڈیا سُنّتی کانفرنس کا بنارس (بھارت) میں فقیدالمال اور تاریخ ساز آپ کی صدارت میں شروع ہوا، تو کانگریسی علماء نے اپنے ایجنت بھیج کر اجلاس کو درہم برہم کرنے کی سازش کی، ایک قرارداد مرتب کی جس میں قائد اعظم کو کافر، ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کے بارے میں جو تعریفی کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت سے مستغفی ہو جائیں، آپ نے اس سازش کا وندان شکن دلائل سے جواب دیا کہ کسی کو سامنے سے بولنے کی جرأت نہ ہوئی اور مخالفین اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔

۱۱۳ اگست ۱۹۷۴ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور پاکستان کی شکل میں ہمیں سورج سے زیادہ روشن منزل گئی تو حضرت امیر ملت نے حضرت قائد اعظم اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تاریخ اسال کئے، قائد اعظم کے مبارکباد کے تاریخ میں تحریر فرمایا: ”ملک گیری آسان ہے، ملک داری مشکل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں۔“ (ملخصاً از ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ریجع الثانی ۱۴۱۵ھ، جلد نمبر ۲۲، شمارہ ۱۰، ص ۳۵-۳۲)

۳۰ جیسا کہ پہلے ذکر کردیا گیا کہ آل ائمہ یا سنتی کانفرنس کی بنیاد اولیٰ ۱۹۲۵ء میں رکھی گئی، اس کا پہلا اجلاس شعبان المظہم ۱۳۲۳ھ/ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد میں ہوا۔ اگرچہ سنتی کانفرنس کی ابتداء بقول محقق و مؤرخ علامہ شیم احمد صدیقی کے ۷۷ء کو مقام پہنچ بھار میں ہوئی جہاں مخدوم امین احمد منیری کی صدارت میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی جس کے روح رواں امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی اور علامہ عبدالقیوم تھے جس میں محدث بریلوی نے دو قومی نظریہ پیش کیا، دوسری سنتی کانفرنس ۱۱ جمادی الآخری ۱۳۲۹ھ/ ۲۰ فروری ۱۹۲۱ء کو مقامِ مسجد بی بی جی بریلوی شریف منعقد ہوئی اور اسی سال امام اہلسنت کا وصال ہوا، (ملخصہ از سنتی کانفرنسوں کا تاریخی تسلیم) پھر ۱۹۲۵ء میں آل ائمہ یا سنتی کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی جس کے تحت ملک کے طول و عرض میں دو قومی نظریہ کی حمایت اور الگ وطن کے حصول کے لئے عوام کو بیدار کرنے اور ان کو بعد عقیدگی اور بعملی سے روکنے کے لئے تسلیم کے ساتھ کانفرنسیں منعقد ہوئیں اُن میں سے چند درج ذیل ہیں:

صفر المظفر ۱۴۲۳ھ / ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو جمیر مقدس میں، ۱۳ تا ۱۵ اذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ / ۱۸ تا ۲۰ نومبر ۱۹۰۶ء کو صلح مظفر پور (بہار) میں، ۱۶ اصفہر ۱۴۲۷ھ / ۱۳ اگست ۱۹۰۸ء کو مراد آباد میں، ۲۰ تا ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ / ۲۰ تا ۲۲ نومبر ۱۹۰۹ء کو بہار صلح مالدہ بنگال میں، شعبان المظفر ۱۴۲۹ھ / ۱۳ دسمبر ۱۹۰۹ء میں بنارس میں، ۱۴ تا ۱۶ جولائی ۱۹۱۰ء میں بدایون میں اور ۱۹ تا ۲۰ شعبان المظفر ۱۴۱۳ھ / ۲۰ تا ۲۳ ستمبر ۱۹۱۰ء کو مراد آباد میں، "آل انڈیا سنتی کانفرنس" کے اجلاس منعقد ہوئے، پھر ۱۴ تا ۱۶ جولائی ۱۹۱۰ء میں "آل انڈیا سنتی کانفرنس" کی نشانہ ثانیہ ہوئی، اور صدارت کے لئے امام الہست امام احمد رضا کے خلف اصغر مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان کا نام پیش ہوا جسے باتفاق رائے منظور کر لیا گیا۔ ۲۰ شعبان المظفر ۱۴۱۳ھ / ۱۳ ستمبر ۱۹۱۰ء، ۱۷ جولائی ۱۹۱۰ء کو مراد آباد میں، جمعہ تا اتوار ۲۰ تا ۲۸ شوال المکرم ۱۴۱۳ھ / ۱۳ تا ۲۱ ستمبر ۱۹۱۰ء کو دارالعلوم انجمن حزب الاحتفاف ہند، لاہور، صوبہ پنجاب میں، ۱۳ شوال المکرم ۱۴۱۳ھ / ۲۱ ستمبر ۱۹۱۰ء کو دہلی میں، ۲۰ اذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ / ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو مین پوری میں، جمعہ، ہفتہ کے روز ۲۶، ۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ / ۲۰، ۲۱ نومبر ۱۹۱۰ء کو ضلع گجرات میں، ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو بدایون میں، ۱۳۱ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو مراد آباد میں، ۶ نومبر ۱۹۱۰ء کو صوبہ دہلی میں، ۱۹ اذوالحجہ ۱۴۱۳ھ / ۲۰ نومبر ۱۹۱۰ء کو مبارک پور، = ضلع اعظم گڑھ میں، ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو پیلی کوٹھی بنارس میں، نومبر ۱۹۱۰ء کو مدین پورہ (مقامی) میں، ۲ نومبر ۱۹۱۰ء کو امرتسر میں، ۲۱ نومبر ۱۹۱۰ء کو کالپی ضلع جالون میں، ۲۵ تا ۲۱ نومبر ۱۹۱۰ء کو احاطہ خانقاہ رشیدیہ مین پوری میں، ۲۳ نومبر ۱۹۱۰ء کو فتح پور کی مسجد ضلع بھاگل پور میں، ۲۰ نومبر ۱۹۱۰ء کو سلطان پور ضلع بھاگل میں، ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو جھانسی میں، ۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ / ۱۷ دسمبر ۱۹۱۰ء کو قصبه جین پور ضلع اعظم گڑھ میں، ۵ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ / ۱۱ دسمبر ۱۹۱۰ء کو پاکستان میں، ۱۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو فتح پور ضلع بھاگل پور میں، انہی دنوں قصبه گھوی ضلع اعظم گڑھ میں، ۵ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ / ۱۱ دسمبر ۱۹۱۰ء کو پاکستان بمبی میں، ۳ دسمبر ۱۹۱۰ء کو قصبه چراغاؤں ضلع جھانسی میں، ۲۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو قصبه منونا تھنہ بھنجن میں، ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ / ۲۸ دسمبر ۱۹۱۰ء کو چوتور گڑھ میواڑ میں، محرم الحرام ۱۴۱۳ھ / ۱۵ میں امبا باڑی کالا چوکی بمبی میں، ۲۸ دسمبر ۱۹۱۰ء کو کچھی مسجد چاندور بازار، ضلع امراوتی میں، ۶ جنوری ۱۹۱۱ء کو انگریز ضلع ہنگلی بنگال میں، ۲۴ صفر ۱۴۱۳ھ / ۱۵ جنوری ۱۹۱۱ء کو بدایون شہر کے مضافات میں، ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء کو دیالیہ روڈ جبل پور (سی پی) میں، ۸ جنوری ۱۹۱۱ء کو ضلع گجرات پنجاب میں، جنوری ۱۹۱۱ء کو قصبه منوہر ضلع کوٹھ (ریاست راجپوتانہ) میں، ۵ جنوری ۱۹۱۱ء کو ضلع وردہاکی میں، ۲۲ جنوری ۱۹۱۱ء کو جامعہ عربیہ ناگپور صوبہ سی پی ویرام میں، ۷ جنوری ۱۹۱۱ء کو سہرا میں، ۷ افروری ۱۹۱۱ء کو دائرہ شاہ محمد الہ آباد میں، ۸ فروری ۱۹۱۱ء کو یاداپی (ٹرانکور) میں، ۱۱ فروری ۱۹۱۱ء کو چھمڑ تحصیل شذ والہیار (سنده) میں، ۱۲، ۱۵، ۱۷ فروری ۱۹۱۱ء کو

شہر اروائی میں، ۷ اصفہان المظفر ۱۳۶۵ھ/۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء کو قصبه پچھوند ضلع اتاوہ میں، ۱۱ تا ۱۳ فروری ۱۹۳۶ء کو دارہ ملا محمد بن حنفیہ کے گلے کو نہ کوں گولہ
الله آباد میں ۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ/۲۳ فروری ۱۹۳۶ء کو قصبه ایریاں ضلع فتح پور، سوریہ میں، ۲۲ فروری ۱۹۳۶ء کو جامع مسجد حنفیہ دھمتری ضلع ناگپور
(سی پی) میں، ۲۳ فروری ۱۹۳۶ء میں موضع لال کرتی ضلع الله آباد میں، ۱۹ فروری ۱۹۳۶ء کو جالون میں، فروری ۱۹۳۶ء میں پالی میں، ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء کو قصبه کلپاڑہ ضلع بھیر پور میں، اسی ماہ میں قصبه پناڑی ضلع ہمیر پور میں، ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء کو مہگاوال ضلع بھاگل پور میں، مارچ
۱۹۳۶ء کو ضلع باند میں، ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء کو پچھوند میں، ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء کو قصبة مودہاہ میں، ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۶۵ھ/۱۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو اتاوہ
میں، ۱۱ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ/۱۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو خانقاہ سربیله == میں، مارچ ۱۹۳۶ء میں فتح پور، سوا (ضلع بدایوں) میں، ۲۱ مارچ ۱۹۳۶ء کو
خانقاہ سجادیہ شیشنا گڑھ ضلع بریلی میں، ۲۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو یونی کے مرکزی مقام الله آباد شہر میں، ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو ہسراہ صوبہ بہار میں، ۶ اپریل ۱۹۳۶ء کو جامع مسجد گوئی گاؤں (سی پی) میں، ۳ اپریل ۱۹۳۶ء کو کوالہ ضلع سیالکوٹ میں، ۱۲ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ/۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو
کو قصبة اوری ضلع اعظم گڑھ میں، ۱۱ جون ۱۹۳۶ء کو برہان پور (سی پی) میں، ۱۵ جون ۱۹۳۶ء کو مالی گاؤں میں، ۲۰ جون ۱۹۳۶ء کو رجب المرجب
۱۳۶۵ھ/۲۳ جون ۱۹۳۶ء کو ضلع بدایوں میں، ۳ مئی ۱۹۳۶ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں، ۳ مئی ۱۹۳۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں، ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء کو پچھوند ضلع اتاوہ میں، ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو نئی بستی آگرہ میں، ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد میں، ۱۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو
کو کچھوچھا شریف میں (دوسری جلسہ) ۱۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو گنج بازار ضلع بہراج میں، ۱۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو درگاہ بابا قاسم چنار میں، ۱۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو بیٹھک خانہ روڈی بگاں کلکتہ میں، ۱۱۶ اپریل ۱۹۳۶ء کو رجہ بازار کلکتہ میں، ۱۷ اپریل ۱۹۳۶ء کو ہوڑہ میں، ۱۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو پاری
بگاں کلکتہ میں، ۱۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو انکس ضلع ہگلی میں، ۱۸ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ/۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں،
۲۷ اپریل ۱۹۳۶ء/ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ کو بنارس میں چار بڑے اجتماعات ہوئے جس کی تیاری ایک عرصے سے جاری تھی، ”جس میں
پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علماء کرام اور دولاٹ سے زیادہ عوام نے شرکت کی، اس کانفرنس میں قیام پاکستان کی پُر زور حمایت کی گئی اور علماء
ومشايخ سے عہد لیا گیا کہ وہ اپنے اپنے حلقة اشریف میں پاکستان کے قیام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ (حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۶)
تحقیق ڈاکٹر کوب نورانی اوکاڑوی) ۳ مئی ۱۹۳۶ء کو ریاست دادوں ضلع اعظم گڑھ میں، ۷ رجب ۱۳۶۵ھ/ ۷ جون ۱۹۳۶ء کو چتوڑ میں، ۸
رجب المرجب ۱۳۶۵ھ/ ۸ جون ۱۹۳۶ء کو چتوڑ میں دوسرا جلاس، ۳۰ جون ۱۹۳۶ء کو کانپور میں، ۲۱، ۲۰، ۱۹ جون ۱۹۳۶ء کو ریاست ریوا میں،
۳، ۲ جولائی ۱۹۳۶ء کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں، ۲، ۵، ۷ جولائی ۱۹۳۶ء کو مدرسہ اجمیل العلوم سنبھل مراد آباد میں، ۱۰، ۹، ۸ جولائی ۱۹۳۶ء کو
جامع مسجد چندوی ضلع مراد آباد میں، جولائی ۱۹۳۶ء میں بلند شہر، اوائل مئی ۱۹۳۶ء میں مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں، مئی ۱۹۳۶ء میں ضلع باند
کے موضع ہدیا اور موضع کوئی نہ ہے۔ اگست ۱۹۳۶ء میں ضلع بدایوں کے سات محلوں میں، ۱۱۶ اگست ۱۹۳۶ء کو جامع مسجد ششی بدایوں میں، ۲۳
اگست ۱۹۵۲ء کو مسجد نہ کور میں، ۱۲۶ اگست ۱۹۳۶ء/ ۲۸ رمضان ۱۳۶۵ھ قصبه رانھ میں، ۱۱ شوال المکرم ۱۳۶۵ھ/ ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء کو مین پوری
میں، ۲۹ ستمبر ۱۹۳۶ء کو جے پور میں، ۲۰، ۵ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ/ ۷، ۸ جون ۱۹۳۶ء کو جمیر شریف میں، ۱۱۳، ۱۲، ۱۱ کتوبر ۱۹۳۶ء کو عید گاہ بندر
روڈ کراچی میں (علامہ شاہ عبدالعزیم صدیقی کی زیر صدارت بزم سید سندھ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جس میں مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایوی،
مولانا ظہور الحسن درس، مولانا غلام رسول قادری، پیر طریقت محمد قاسم مشوری، پیر محمد ہاشم جان سرہندی اور پیر غلام مجدد سرہندی میاری والے
وغیرہم شریک ہوئے۔ سنتی کانفرنس کا تاریخی تسلیل، ص ۳۸)، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ اذوالقعدہ ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۳۶ء کو مسجد وزیر خان لاہور میں،
۱۱، ۱۲، ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو جامع مسجد میاں محمد جان امرتسر میں، مارچ ۱۹۳۶ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان میں، ۱۶ افروری ۱۹۳۷ء کو
بزم پاکستان کے زیر اہتمام ریاست رام پور میں، ۱۰ افروری ۱۹۳۷ء کو جالون میں، ۱۱ اپریل ۱۹۳۷ء کو فروری ۱۹۳۷ء کو کھر سیاں گنج
ریاست رائے گڑھ میں، ۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء کو کوئنخا کہنہ الله آباد میں، ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ/ ۱۵ مارچ ۱۹۳۷ء کو رئالتہ الله آباد میں، ۱۸ مارچ ۱۹۳۷ء
کو احمد گنج الله آباد میں، ۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء جامع مسجد رائے گڑھ میں، ۱۱۸ اپریل ۱۹۳۷ء جامعہ عربیہ ناگپور میں، ۱۲۱، ۲۰ اپریل ۱۹۳۷ء کو دین نگر
پور ضلع مراد آباد میں، ۱۵ تا ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ/ ۱۱ اپریل ۱۹۳۷ء کو سربیلہ تھانہ سمری بختیار پور ضلع منگیر صوبہ بہار میں، ۱۷ تا ۱۹ جون
۱۹۳۷ء کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں، ۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء کو پھانک جشن خان وہلی میں، ۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ء جنوری ۱۹۳۶ء میرٹھ میں، ۱۲۶ اکتوبر
۱۹۳۵ء کو مبارک پور اعظم گڑھ میں، ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۶۵ھ/ ۱۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو مدرسہ اسلامیہ گھوڑ روڈ ضلع منگیر میں، ۱۷ مئی ۱۹۳۷ء کو ضلع اعظم
گڑھ میں۔

ان اجتماعات اور اجلاسوں کے ذریعے مشائخ و علماء اہلسنت نے دوقوئی نظریہ کی اشاعت کی اور تحریک پاکستان میں اور قیام پاکستان کی منزل کو
قریب سے قریب تر لانے میں مسلم لیگ اور محمد علی جناح کا بھرپور ساتھ دیا اور آزادی وطن کے لئے اہلسنت کے مشائخ اور علماء نے اپنی تمام توانائیاں
صرف کیں اور کسی بھی قربانی سے گرینہ نہیں کیا، اس جدوجہد میں خود بھی شامل رہے اور اپنے تمام تمریدیں، معتقدین، اور محققین تو قیام پاکستان

کی جدوجہد میں مسلم لیگ کا ساتھ دینے کے لئے تحریک سے پابند کیا، اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جسے تسلیم کئے بغیر کوئی پڑھنے والیں ہے، تو بالآخر پاکستان نے بھی اس حقیقت کا اقرار کیا اور میں الاقوامی مؤرخ ڈاکٹر قریشی نے ان الفاظ سے اقرار کیا، چنانچہ خواجہ رضی حیدر لکھتے ہیں کہ اب تحریک پاکستان میں علماء کی اجتماعی جدوجہد بات چل نکلی تو سنی کانفرنسوں کے انعقاد سے تحریک پاکستان کو جو تقویت پہنچی اس پر بھی ڈاکٹر صاحب نے اظہار خیال فرمایا، مولانا فیض الدین مراد آبادی، سید محمد محدث پچھوچھوی، مولانا عبد الحامد بدایونی اور دیگر علماء نے سنی کانفرنسیں منعقد کر کے تحریک پاکستان کی حمایت کی اور اپنے مکتب فکر کے علماء اور عوام کو اس کی حمایت پر آمادہ کیا، یقیناً ان علماء کی اس جدوجہد سے تحریک پاکستان کو تقویت پہنچی کیونکہ ان علماء کا اثر تھا اور کافی تھا۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۲۲)

یہ تو تھے سنی علماء و مشائخ، دوسری طرف دیوبند کے علماء جو نہ صرف قیام پاکستان کے مخالف تھے بلکہ عوام کے ایک طبقے کو علماء اسلام سے بیزار کرنے کے بھی ذمہ تھے، چنانچہ ڈاکٹر قریشی فرماتے ہیں: ایک طبقہ ایسا تھا جو مولویوں سے بیزار تھا اور سیاسی طور پر قائدِ اعظم کا ہمنوا تھا، مولویوں سے بیزاری کا سبب بھی دراصل یہی تھا کہ علماء دیوبند کی طرف سے انہیں مایوسی ہوئی تھی۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۲۲)

ایک طبقہ کی مایوسی کی وجہ بظاہر تو یہی ہے کہ علماء دیوبند نے اپنوں کو چھوڑ کر غیروں کا ساتھ دیا، آزادی کو چھوڑ کر پہلے انگریزوں کی غلامی کو قبول کیا پھر جب انگریز نے اس سرزی میں سے جانے کا تھیہ کر لیا تو انہوں نے ہندوؤں کی غلامی کو قبول کیا اور مختلف تحریکیں اور جماعتیں قائم کر کے عوام اسلامیں کو ہندوؤں کی غلامی کی زنجیر میں جکڑنے کی بھرپور سعی کی، اس میں خاص طور پر مولوی حسین احمد مدینی دیوبندی، مفتی کفایت اللہ دیوبندی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا مودودی، عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہم شامل رہے۔ پھر دارالعلوم دیوبند کے علماء نے اگر مسلم لیگ کی حمایت کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کے لئے اس دور میں پچاس ہزار روپے مانگ لئے، چنانچہ پاکستان کے مشہور مؤرخ خواجہ رضی حیدر نقل کرتے ہیں کہ ”۸ جون کو آل اندیما مسلم لیگ کو اس اور مرکزی پارٹی بورڈ کے اجلاس لاہور میں منعقد ہوئے..... ان اجلاسوں میں مولانا حسین احمد مدینی (دیوبندی)، مفتی کفایت اللہ (دیوبندی) اور مولانا احمد سعید (دیوبندی) نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات لیگ کے لئے پیش کر دے گا بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچہ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار (۵۰,۰۰۰) روپے کی رقم طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی، اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبہ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے، اس لئے صرف قومی چذبہ کے پیش نظر کام کیا جائے، مرزا ابوالحسن اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان علماء (دیوبند) کو اس سے (۵۰,۰۰۰ روپے نہ ملنے سے) مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ کانگریس کی طرف ڈھلنے لگے اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے، جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی“۔ بحوالہ مرزا ابوالحسن اصفہانی، ص ۳۰ (قائدِ اعظم کے ۲۷ سال، ص ۳۰۲-۳۰۳)

اور خود یہ لوگ قیام پاکستان کے مخالف رہے اور تحریک پاکستان میں شامل رہنماؤں کو سرعام گالیاں دیتے رہے، خود مسلم لیگ کی حمایت سے دست بردار رہے اور حمایت کرنے والوں کو سور اور نہ جانے کیا کچھ کہتے رہے، پاکستان کو پلیدستان، ناپاکستان، خاکستان اور نہ جانے کن کن ناموں سے یاد کرتے رہے، بہرحال یہ سب کچھ سبب بنا اس طبقہ کے علماء سے بیزار ہونے کا اگرچہ یہ اس طبقہ کی کچھ فہمی اور نادانی کے سوا کچھ نہ تھا۔

۱۷ یہ اشعار ڈاکٹر اقبال کے مجموعہ کلام ”ار مخانِ حجاز“ میں موجود ہیں، جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ”عجمی ابھی تک رموز دین سے بے خبر ہیں ورنہ دیوبند سے حسین احمد، یہ کیا ہی عجب شخص ہے برس منبر راگ الاپتا ہے کہ ملت وطن سے بنتی ہے وہ محمد عربی کے مقام سے کتنا بے خبر ہے (کہ حضور نے بھی دوقومی نظریہ پیش کیا، مسلمان ایک قوم ہیں اور کفار دوسری) اپنے آپ کو مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا (اے نادان ان کی غلامی کر) کہ دین تو آپ ہی کی ذات ہے اگر آپ تک نہیں پہنچ گا تو تیرا دین، دین مصطفیٰ کی بجائے دین ابوالہب ہوگا (تحریک پاکستان اور علمائے حق، ص ۱۰)

۱۸ جب کہ اہلسنت و جماعت کے علماء کا نظریہ تھا کہ ملت و قوم کی تعمیر دین سے ہوتی ہے چنانچہ ۱۹۲۵ء کو حضرت مولانا محمد عارف اللہ قادری میرٹھی خطیب خیر المساجد میرٹھ کے تاریخی خطاب کا یہ اقتباص ملاحظہ ہو ”خبر دبدبہ سکندری“ کی رپورٹ میں ہے: ”مولانا موصوف نے نظریہ تعمیر پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ مسلمان قوم کی تعمیر وطن، نسل، رنگ، زبان وغیرہ امتیازات کو چھوڑ کر دین سے ہوتی ہے۔“ (خبر دبدبہ سکندری، مجریہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ / ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء، ص ۵) اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہلسنت کا نظریہ تھا کہ دین مقدم ہے اس کے مقابلے میں نہ وطن مقدم ہے اور نہ رنگ و نسل و زبان۔ جب کہ مولوی حسین احمد مدینی دیوبندی اور اس ہم مشرب مولویوں کا عقیدہ وہی تھا جو اس نے کہا کہ ”قویں اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں“۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملت ہے حالانکہ فرمودہ شاہ دوسرا اور وطن سے

ظفر علی خان کا یہ شعر "چمنستان" (۶۲۲) میں موجود ہے۔ (حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۰) اور اسی کے متعلق خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی نے کہا تھا:

ہاں حسین احمد ہی شخ الہند تھا کل تک ضرور آج ہے لیکن مقامِ مصطفیٰ سے بے خبر مسجد نبوی میں جو کل تک رہا گرم سجود و اردو ہائے آشرم میں جھک گیا آج اس کا سر (تحریک پاکستان، ص ۳۹۰) (حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۰)

اور انہی دنوں چوبہری عبدالجید نے گوجرانوالہ ایک نظم بعنوان "گاندھی کے مولانا" ۱۳ اگست ۱۹۳۵ء کے اخبار "نوائے وقت" میں شائع کروائی اس کے دو بند ملاحظہ ہوں:

پیغمبر کے تم ہی جانشین تھے اس امت کے تمہیں تاج نگین تھے
تمہیں تو حاملِ شرعِ مبین تھے تمہیں تو مشعلِ ایمان و دین تھے
مگر اب دین باقی ہے نہ ایمان مسلمان آپ کے ہاتھوں ہے نالاں
ذرا تو سوچئے اسلاف کیا تھے وہ امت کے حقیقی رہنا تھے
وہ ملت پر دل و جان سے فدا تھے وہ محبوبِ خدا و مصطفیٰ تھے
مگر آپ ہیں گاندھی جی کے محبوب وہ طالب آپ کے آپ ان کے مطلوب (حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۰-۳۱)

۲۴ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا تعارف: تحریک پاکستان کے رہنماء، ممتاز ماہر تعلیم اور میں الاقوامی شہرت یافتہ مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی رئیسہ ضلع ماہریرہ (یوپی) میں ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوئے، اور ۱۹۲۶ء میں تاریخ میں یونیورسٹی آف دہلی سے بی اے آنرز کیا اور ۱۹۲۸ء میں اسی یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم اے کیا، اور ۱۹۲۹ء میں اسی یونیورسٹی سے فارسی میں ایم اے کیا، اور ۱۹۳۹ء میں یونیورسٹی آف کیمبرج (برطانیہ) سے تاریخ میں ڈاکٹریٹ کیا، اور مختلف یونیورسٹیز میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ آپ کو اردو، انگریزی، فارسی، عربی، اطالوی، فرانسیسی زبان پر یکساں قدرت حاصل تھی خصوصاً اردو اور انگریزی پر بے پناہ مہارت رکھتے تھے۔ تحریک پاکستان میں بذاتِ خود شامل رہے، انہوں نے اس عہد کی تاریخ کو اپنی آنکھوں سے بنتے دیکھا، اور وہ ایک بالغ نظر صاحب الرائے بلکہ تاریخ نویسی میں مجتہدانہ صلاحیتوں کے حامل تھے اور ان کا شمار قائدِ اعظم کے معتمد ترین ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ خبر ساری ایجنسی اے پی کی ایک اطلاع کے مطابق ۱۹۳۰ء میں جور ہنما قائدِ اعظم کو ہندوستان والپی پر آمدہ کرنے برطانیہ کے اُن میں ڈاکٹر صاحب بھی شامل تھے۔ مسلم لیگ کی تنظیم نے کے بعد قائدِ اعظم کی اہم تقاریر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھا کرتے تھے، اسی طرح لیاقت علی خان کی تقاریر بھی ڈاکٹر قریشی نے لکھی تھیں، ایک روایت کے مطابق "قرارداد و مقاصد" کا مسودہ بھی ڈاکٹر قریشی نے تیار کیا اور اردو میں اس کا مستند ترجمہ بھی انہوں نے ہی کیا اور ۲۲ جنوری ۱۹۸۱ء اسلام میں انتقال ہوا، اور ۲۳ جنوری کو کراچی میں آپ کی نمازِ جنازہ خیر آبادی مکتبہ فکر کے روشن چراغ مولانا مفتی القادری نے پڑھائی، بزری منڈی کے قریب واقع قبرستان میں پر دخاک ہوئے۔ (دوقومی نظریہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، مطبوعہ: سورتی اکیڈمی، کراچی)

ڈاکٹر قریشی کے انتقال پر تحریک پاکستان کے عظیم رہنماء مولانا عبد اللہ ستار خان نیازی نے فرمایا کہ "وہ تحریک پاکستان کے رہنماء، ماہر تعلیم، اردو کے خدمتگار اور اسلامی اقدار کو قومی سطح پر فروغ دینے کے زبردست حامی تھے، انہوں نے تحریک بھائی جمہوریت اور تحریک نظامِ مصطفیٰ میں جو نمایاں کردار انجام دیا وہ ہمیشہ یادگار رہے گا"۔ (دوقومی نظریہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ص ۳۶)

"تحقیق پاکستان اور علماء اہلسنت" کے مصنف حضرت علامہ سید شاہزادہ تراب الحق قادری نے فرمایا کہ "وہ ایک عظیم کردار شخصیت کے مالک تھے، ان کی حبِ اوطنی مثال تھی..... کراچی میں یومِ رضا کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے دوقومی نظریہ کے حامی علماء کی تحریک پاکستان کے سلسلہ میں جو فضیلت بیان کی تھی، اس سے ایک مستقل تاریخی بد دیانتی کا ازالہ ہوا، خصوصاً ڈاکٹر قریشی نے اپنی کتاب "علماء ان پالنیکس" میں فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کے دوقومی نظریہ کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں خدمات کا جس مستحسن انداز میں تذکرہ کیا ہے، وہ ہمارے تذکرہ نویسوں اور مؤرخین کے لئے اظہارِ حق کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ (دوقومی نظریہ کے حامی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ص ۳۷)

۲۵ جسے ہفت روزہ "افق" کے سابق ایڈیٹر احمد مجہد نے تحریر کیا اور اسی ہفت روزہ میں ۱۹ اگست ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا) (بجیسا کہ دو قرآنی نظریہ کے علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انٹرویو۔ ۲، ص ۳۰)

۲۶ یہ مذکورہ ۶ فروری ۱۹۷۸ء کو منعقد ہوا، جسے روزنامہ "نوائے وقت" کے سب ایڈیٹر حاجی احمد مجہد نے ماہنامہ "فیضان" لاہور کے لئے تحریر کیا، اس مذکورے کی رپورٹ مارچ ۱۹۷۸ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی، جیسا کتاب "دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی" کے عنوان "ایک یادگار مجلہ مذکورہ"، ص ۳۵ پر ہے۔

۲۷ "ڈاکٹر قریشی نے بھی اس سے انکار کیا ہے ہفت روزہ "افق" میں شائع ہونے والے == انٹرویو میں ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس بات کی تردید کی کہ علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدینی (دیوبندی) کے درمیان اختلافات افہام و تفہیم کے ذریعے طے ہو گئے تھے، بلکہ مولانا مدینی (دیوبندی) نے علامہ اقبال کی تحریروں پر تاویلوں کے انبار لگادیئے، اس سے بعض لوگ یہ سمجھے کہ وہ اپنے موقف سے پچھے ہٹ گئے تھے جب کہ جمیعت علماء ہند (دہلی دیوبندی علماء کی بڑی تعداد اسی جماعت میں تھی اور یہ جماعت گاندھی اور ہندوؤں کے موقف کی حامی تھی اس لئے ڈاکٹر قریشی نے کہا کہ دیوبندیوں کے دو چار علماء کے علاوہ باقی ماندہ حصہ تو ہندوؤں میں مغم ہو چکا تھا) کے لوگ بھی اپنے موقف (اکھنڈ بھارت) سے پچھے نہیں ہیں ہیں۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انٹرویو۔ ۲، ص ۳۰)

اور روزنامہ "حریت" کے سابق سب ایڈیٹر خواجہ رضی حیدر کے بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء کو ڈاکٹر قریشی سے لئے گئے انٹرویو میں ہے جسے ۸ جنوری ۱۹۷۹ء کو ہفت روزہ "افق" کراچی نے شائع کیا تھا: "بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور مولانا حسین احمد مدینی (دیوبندی) میں آخر وقت میں مفاہمت ہو گئی تھی اور اگر "ارمغانِ حجاز" ڈاکٹر محمد اقبال مرتب کرتے تو وہ ان اشعار کو اس سے نکال دیتے جو انہوں نے حسین احمد مدینی (دیوبندی) کے بارے میں کہے تھے، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: "ہمارے پاس جواز" ارمغانِ حجاز" ہے اس میں تو وہ اشعار موجود ہیں، مولانا حسین احمد مدینی (دیوبندی) نے دہلی کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں جب علامہ اقبال سے یہ سنتا تو انہوں نے اپنے مشہور اشعار

عمجم	ہنوز	نداند	دیں	رموز	ورثہ
کہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے توجیہات کو قبول کر لیا تھا تو جب تک ہمارے پاس ثبوت نہ ہو، ہم کیسے اسے تسلیم کر سکتے ہیں، اقبال کی تحریروں سے یہ کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ ایسی مفاہمت ہو گئی تھی، اگر مفاہمت ہو گئی تھی تو عجیب بات ہے کہ "ارمغانِ حجاز" ان کی زندگی میں مرتب ہوئی اور شائع ہوئی، اگر وہ چاہتے تو اشعار نکلوادیتے، لیکن یہ اشعار اب تک موجود ہیں۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انٹرویو۔ ۱، ص ۲۵-۲۶)					

۲۸ جدو جہد آزادی اور تحریک پاکستان کے ممتاز رکن محمد علی جناح کے معتمد ساتھی اور عالمی شہرت یافتہ مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی دیوبندی علماء کے بارے میں یہی کہا کہ چنانچہ ان کے ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء کے انٹرویو میں ہے: "دو چار علماء کے علاوہ دیوبندیوں کا باقی ماندہ حصہ تو ہندوؤں میں مغم ہو چکا تھا"۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ص ۲۰)

۲۹ یہ آتو گئے مگر کوئی ان سے پوچھ کر تو دیکھے کہ ان کے ساتھ کیا بیتی چنانچہ ڈاکٹر کوب اواکڑوی "حقائق نامہ دار العلوم دیوبند" (ص ۳۱) میں لکھتے ہیں: "ان علماء دیوبند میں سے جناب شبیر احمد عثمانی نے ضرور قائد اعظم کا ساتھ دیا مگر اس جرم کی پاداش میں ان کا جو حشر ہوا وہ خود ان کی زبان قلم سے ملاحظہ ہو: "دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارثوں ہمارے متعلق چسپاں کئے ہیں جن میں ہمیں ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا، دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور فحش اور گندے مضامین میرے دروازے پر پھینکئے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں، کیا آپ (علماء دیوبند) میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں بہت سے لوگ اس کمینہ حرکت پر خوش ہوئے تھے"۔ (مکالمۃ الصدورین، ص ۲۱)

قارئین کرام کیا آپ کو معلوم ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کو حمایت پاکستان کی پاداش میں گالیاں دینے والے اور ان کے قتل کے دور پے ہونے والے کون تھے؟ وہ سب کے سب مولانا کے == شاگرد تھے چنانچہ خود ان کا اپنا بیان ملاحظہ جو مکالمۃ الصدورین، ص ۳۲، طبع ہائی بکڈ پو میں ہے: "دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارثوں ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا، آپ حضرات نے اس کا بھی کیا تدرک کیا تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدزین، مہتمم اور مفتی سمیت بالواسطہ یا بلا واسطہ مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے"۔ (تحریک نظریہ پاکستان، ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، مجریہ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۶۲)

اور اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیوبندی ذہنیت تحریک پاکستان کی کس قدر مخالف تھی، پاکستان کے خلاف ان کے دل و دماغ میں

کس قدر زہر تھا کہ ان کا کوئی اپنا ہم مسلک حتیٰ کہ اپنا استاد بھی اگر تحریک پاکستان کی حمایت کرتا ہے تو اسے بھی گالیاں اور قتل کی دمکیاں دی جاتی ہیں اگرچہ اس کے حمایت کرنے اور اس طرف آنے میں اُن سب کی فلاحت تھی اور وہ اس لئے آیا ہے کہ پاکستان بن جاتا ہے، تو ہماری آڑ میں ان کے لئے بھی پناہ کا سامان ہو سکے۔

یاد رہے کہ مولانا عثمانی نے ”جمعیت علماء پر“ ”جمعیت علماء اسلام“ کے نام سے جماعت بنائی تھی اور پاکستان کی ”جمعیت علماء اسلام“ وہ ”جمعیت علماء اسلام“ نہیں جو قیام پاکستان سے قبل قائم کی گئی بلکہ وہ ”جمعیت علماء ہند“ ہے جو تحریک پاکستان کی مخالف اور کانگریسی کے ہموتحی جس کا نام بعد میں تبدیل کر دیا گیا، تقسیم سے قبل بننے والی ”جمعیت علماء اسلام“ بھی انگریز کی مدد اور اشارے پر قائم کی گئی تھی، چنانچہ ”مکالمۃ الصدورین“ (ص ۷) میں ہے ”جناب حفیظ الرحمن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں ”جمعیت العلماء اسلام“ حکومت (برطانیہ) کی مالی امداد اور ایماء کے ایمان پر قائم ہوئی ہے۔ (حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۲)، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ جماعت بھی انگریز نے اپنے مفادات کی تجھیل کے لئے بنائی ورنہ اسے اس کے قیام کے لئے مالی امداد دینے کی کیا ضرورت تھی؟۔ کیونکہ انگریزوں ہیں خرچ کرتا ہے جہاں اس کا کوئی مفاد ہو۔

۵۰ چہشتان، ص ۱۶۵

۱۵ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ لوگ نہ جانتے ہوں کہ یہ کس نے کہا تھا ہم نے تو بچپن سے اپنے بزرگوں سے سُنا کہ وہابی دیوبندی عقائد رکھنے والے مولویوں نے یہ کہا تھا اہلسنت کے مخالفین نے یہ زہرا گل تھا اور اس پر تاریخ پاکستان پر لکھی جانے والی کتب و رسائل و مضمایں گواہ ہیں، سب سے بڑھ کر ”رپورٹ جسٹس منیر تحقیقاتی عدالت“ شاہد ہے جو اس کے الزام نہ ہونے اور حقیقت ثابت ہونے کیا بین شوت ہے اور مزید یہ کہ ہائیکورٹ کے اس فیصلے کو جس میں ان لوگوں پر پاکستان کی مخالفت اور نازیبا کلمات استعمال کرنے کا جرم ثابت ہوا، اس فیصلے کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اگر وہ الزام تھا تو ان لوگوں نے اس فیصلے کو اعلیٰ عدالت پر یعنی سپریم کورٹ میں چیلنج کیوں نہ کیا، اور اپنی صفائی کیوں نہ پیش کی، کیسے جاتے سپریم کورٹ اگر جاتے بھی تو اپنی صفائی کیا کہتے، کیا پیش کرتے کہ ان کی پاکستان دشمنی کے ثبوت خود ان کی دینی کتب و رسائل و جرائد میں موجود تھے، اس لئے انہوں نے خاموشی اختیار کرنے میں اپنی عافیت سمجھی کہ خاموش رہا جائے، ایک عرصہ گزرنے کے بعد عوام یہ سب کچھ بھول بھال جائیں گے، پھر نئی نسل کو تو اس کا بالکل علم ہی نہ ہو گا اس طرح سیاست میں ایک مقام حاصل کرنے کے لئے عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، اس طرح حکومت ہمارے ہاتھ آجائے گی چنانچہ اس مقام پر وہابیوں، دیوبندیوں کی چند لغویات کو بطور غمونہ پیش کر دیا جاتا ہے، ان میں سے کوئی احراری کہلاتا تھا تو کوئی جمیعت علماء ہند کا رہنا، کوئی کانگریس کا ہمنوا تو کوئی اہم دیش، کوئی دارالعلوم دیوبند میں استاد تھا تو کوئی طالب علم، کوئی جماعت اسلامی کا بانی تو کوئی اس کا ہمنوا:

۱۔ ”قائد اعظم کافر اعظم ہے۔“ (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، اداریہ، مجریہ دسمبر ۱۹۷۸ء / محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، جلد ۸، شمارہ ۵)، ص ۲۳، لائن ۱) (انگریزاً اور پاکستان کے حامی و مخالفین علماء کا بیان، ص ۲۳)

۲۔ ”یہ کافر اعظم ہے یا قائد اعظم“، بحوالہ حیات محمد علی از رئیس احمد جعفری (تحریک پاکستان اور علماء حق، ص ۹)

۳۔ ”اک کافرہ کے واسطے اسلام چھوڑا“۔ (رپورٹ جسٹس منیر تحقیقاتی عدالت، ص ۱۱، = سطر ۷) (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، اداریہ، مجریہ دسمبر ۱۹۷۸ء / محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، جلد ۸، شمارہ ۵)، ص ۹-۱۰) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۲)

۴۔ ”یہ قائد اعظم ہے کہ کافر اعظم“۔ بحوالہ حیات محمد علی جناح از رئیس احمد جعفری (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، اداریہ، مجریہ دسمبر ۱۹۷۸ء / محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، جلد ۸، شمارہ ۵)، ص ۹-۱۰) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۲)

۵۔ ”پاکستان پلیدستان ہے“۔ (خطبات احرار، ص ۹۹) (انگریزاً اور پاکستان کے حامی و مخالفین علماء کا بیان، ص ۲۲-۲۳)

۶۔ ”احرار پاکستان کو“ پلیدستان ”سمجھتے ہیں“۔ بحوالہ خطبات احرار (تحریک پاکستان اور علماء حق، ص ۹)

۷۔ ”احرار لیڈروں نے اپنی تقریروں میں پاکستان کو پلیدستان بھی کہا“۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۱۰، سطر ۲۵، ص ۲۵)

۸۔ ”کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو، کاروانِ احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو، احرار کا وطن لیکی سرمایہ دار کا وطن نہیں، احرار اس کو پلیدستان سمجھتے ہیں“۔ (بیان چوبہری افضل حق، مندرجہ خطبات احرار، ص ۹۹) (تحریک پاکستان اور عیشلش علما، ص ۸۸۲) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۶)

۹۔ مولوی محمد علی جالندھری نے ”تقسیم سے پہلے“ تقسیم کے بعد پاکستان کے لئے ”پلیدستان“ کا لفظ استعمال کیا۔ بحوالہ رپورٹ تحقیقاتی

۱۰۔ دیوبندی مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء کو علی پور کی احرار کا نفرنس میں اپنی تقریر میں ڈنکے کی چوت پر یہ اعلان کیا کہ ”مسلم لیگ کے لیدر بے عملوں کی تولی ہیں جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جود و سروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرتا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں بلکہ ”خاکستان“ ہے۔“ بحوالہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۲۷۳ (مخالفین پاکستان، ص ۳۷) ۱۱۔ عطاء اللہ شاہ بخاری نے علی پور کی احرار کا نفرنس میں کہا: ”..... مسلم لیگ کے لیدر..... جس مملکت کی تخلیق کرتا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں ”خاکستان“ ہے۔“

دیوبندیوں اور مودودی تو ”پاکستان“ کو پلیدستان، ناپاکستان، اور خاکستان کے نام سے یاد کرتے تھے جب کہ اہلسنت و جماعت کے مشہور عالم دین اور اپنے وقت کے بہترین مقرر حضرت علامہ مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلوی متحده ہندوستان کے دہلی، بمبئی، کلکتہ وغیرہ کے بڑے بڑے اجتماعات میں یہ شعر پڑھا کرتے:

پاک اللہ، پاک احمد، پاک جسم و جان ہو کیوں نہ رہنے کے لئے بھی ملک پاکستان ہو
(حاشیہ مخالفین پاکستان، ص ۳۶)

یہ شعر پڑھ کر دیوبندیوں، وہابیوں، مودودیوں کو بتا دیا کہ ہم جس ملک کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں وہ نہ ”پلیدستان“ ہے اور نہ ”ناپاکستان“ ہے بلکہ وہ ”پاکستان“ ہے۔

۱۲۔ احرار کی شریعت کے رہبر مولانا عطاء اللہ بخاری نے امر وہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا ”جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سب سو رہیں اور سو رکھانے والے ہیں“۔ (چمنستان، ص ۱۶۵) (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، اداریہ، محرم ۸۷۸ھ/۱۹۹۸ء) جلد (۸)، شمارہ (۵)، ص ۹-۱۰) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۵)

۱۳۔ مولانا فضل الرحمن کے والد مفتی محمود احمد احراری دیوبندی نے فتویٰ دیا تھا کہ ”مسلم لیگ کو ووٹ دینے والوں کا نکاح فتح ہو جائے گا“۔ بحوالہ روزنامہ ندائے ملت لاہور، ۳ جون ۱۹۷۰ء (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۶) (تحریک پاکستان اور علمائے حق، ص ۹) (مخالفین پاکستان، ص ۳۱)

۱۴۔ دیوبندی امیر شریعت کا اعلان: ”وس ہزار جناح، شوکت اور ظفر، نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں“۔ (چمنستان، ص ۱۶۵) (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، اداریہ، محرم ۸۷۸ھ/۱۹۹۸ء) جلد (۸)، شمارہ (۵)، ص ۹-۱۰) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۲)

= ۱۵۔ لدھیانوی صدر مجلس میرٹھ میں اس قدر جوش میں آئے کفرماتے تھے: ”وس ہزار جناح (محمد علی جناح) اور شوکت (حیات) اور ظفر (علی خان) جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں“۔ بحوالہ چمنستان، ص ۱۶۵ (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالفین علماء کا بیان، ص ۲۵)

ان کلمات پر ”نوابے وقت“ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۰ء میں تبصرہ شائع کیا کہ: ”اے کیا کہئے: کہ ادھر دس ہزار جناح و شوکت و ظفر کو ایک دشمن اسلام کا فر کی جوتی کی نوک پر قربان کیا جا رہا ہے، لیکن دوسری طرف پنڈت زادی ”وجہ لکشمی“ کے نزدیک یہی جناح اتنا وزنی و بھاری ہے کہ ”اگر مسلم لیگ میں ایک سو گاندھی اور دسوایاں کلام آزاد ہوتے ان کے مقابلے میں صرف ایک جناح ہوتے تو مک کبھی تقسیم نہ ہوتا“۔ (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۵)

۱۶۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا: ”پاکستان ایک بازاری عورت ہے ہم نے اسے مجبوراً قبول کیا ہے“۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۲۷۵، سطر ۲، بیان مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۶) (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۲)

۱۷۔ عطاء اللہ شاہ بخاری نے پرسو کا نفرنس ۱۹۳۶ء میں کہا: ”پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی ”پ“ بھی بنائے“۔ (روزنامہ ”جید نظام“، استقلال نمبر، ۱۹۵۰ء) (تحریک پاکستان اور عیشلٹ علماء، ص ۸۸۳) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۵)

۱۸۔ ”ان لوگوں کو شرم نہیں آتی وہ اب بھی پاکستان کا نام جپتے ہیں.....“ یہ کہ پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو مسلمانوں کا خون چوں رہا ہے اور مسلم لیگ کی بانی کمائی ایک سپیرا ہے۔ (آزاد، ۹ نومبر ۱۹۳۶ء) (تحریک پاکستان اور عیشلٹ علماء، ص ۸۸۲) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۵)

۱۹۔ ”مسلم لیگ والے سب کے سب ارباب غرض اور رجعت پسند ہیں لہذا وہ مسلم لیگ کی بجائے ہاگر لیں کو دیئے چاہئیں“ (ملحاصہ چمنستان، ص ۱۵) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۲-۳۲۵)

۲۰۔ نبی دہلی ۲۷ راکتوبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حسین احمد (مدفنی دیوبندی) نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا۔ بحوالہ مجموعہ مکالمۃ الصدورین، ص ۳۸ (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۲-۲۳) = ان لوگوں کی اسلام و پاکستان دشمنی کو دیکھ کر ان کے ہم مسلک ظفر علی خاں یوں گویا ہوئے:

نہرو ہے دوہما تو دہن مجلس احرار ہو پیر بخاری کو مبارک یہ عروی
(چمنستان، ص ۱۵۹)

ہندوں سے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے بلکہ رسولی اسلام کا احرار سے ہے
حرف پنجاب میں ناموس نبی پر آیا قائم اس ظلم کی بنیاد ان اشارے سے ہے
آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل تو یہ سب ذلت اسی طبقہ کے غذاء سے ہے
بحوالہ چمنستان، ص ۲ (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۵)

۱۸۔ جماعتِ اسلامی کے بانی مولانا مودودی نے کہا: ”جو لوگ پاکستان کے مخالف تھے جب یہ کہتے تھے یہ محض فریب ہے، سیاسی چال ہے تو کیا وہ غلط کہتے تھے۔“ (ترجمان القرآن، ج ۲۳، عدد ۶، بابت جمادی الآخر ۱۴۲۷ھ) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۶)

۱۹۔ کانگریس جمیعۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی جبیب الرحمن اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو جو گالیاں سنائیں ان کا ذکر را خاروں میں آچکا ہے، ان لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزید (یوں) سے تشبیہ دی، خدا کا شکر ہے کہ کہیں گا نہیں کو امام حسین سے مشابہ قرار نہیں دیا۔ بحوالہ اخبار انقلاب، لاہور، ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۹ء (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۲)

۲۰۔ معمر مسلم لیگی رہنمای سردار شوکت حیات نے کہا کہ ”قائد اعظم کے حکم پر میں اور راجہ غفرنگ علی خاں ۱۹۴۶ء میں جب قائد اعظم کا پیغام لے کر مولانا مودودی کے پاس گئے اور کہا آپ پاکستان کے لئے دعا کریں تو (بانی جماعتِ اسلامی) مولانا (مودودی) نے کہا آپ میرے پاس ”ناپاکستان“ کے لئے دعا کروانے آئے ہیں۔“ بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور، ۷ دسمبر ۱۹۸۳ء (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۷)

۲۱۔ مولانا مودودی نے کہا ”جب میں مسلم لیگ کی ریزولوشن (قرارداد پاکستان) کو دیکھتا ہوں تو بے اختیار میری روح ماتم کرنے لگتی ہے۔“ بحوالہ سیاسی کشمکش، مودودی، حصہ سوم، ص ۳۷ (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۷)

۲۲۔ الہمدادیث مولوی قاسم بخاری نے کہا کہ پاکستان کا نہ رمح ایک ڈھونگ ہے۔ بحوالہ پیغام ہدایت، ص ۸۰ (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۷-۲۸)

یاد رہے کہ الہمدادیث کانگریس کے حامی تھے چنانچہ الہمدادیث مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ ”بہت سے الہمدادیث علماء اور عوام و امراء کانگریس کا ساتھ دیتے تھے۔“ بحوالہ اخفال اجمہور، ص ۱۲ (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء، ص ۲۷)

۲۳۔ تاریخی بد دیانتی: اس تاریخی بد دیانتی کے بارے میں ممتاز مؤرخ خواجہ رضی حیدر لکھتے ہیں: علامہ اقبال کا خواب جب تشکیل پاکستان کی صورت میں پورا ہوا تو موقع شناسوں اور مفاد پرستوں نے اس تو مولود ریاست میں ہر طرف دام ہمنگ زمیں پھیلادیئے اور اپنی وقارداری اور حب الوطنی کا ایسا ڈھونگ رچایا کہ اصل اور نقل کی تمیز اٹھ گئی، مولانا حسین احمد مدینی (دیوبندی) اور مولانا ابوالکلام آزاد (وہابی) کو اپنا مقتداء اور پیشوascیم کرنے والے افراد ایوان سیاست میں مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے (جیسے مودودی اور اس کی جماعت اور مفتی محمود اور اس کی جماعت) اور سرکاری و غیر سرکاری ذرائع ابلاغ پر اپنا تسلط اس طرح قائم کیا کہ علماء حق کی آواز دب کر رہ گئی، قطرے کو سمندر اور ذرہ کو آفتاب بنا کر پیش کیا گیا، بے بنیاد حکایات کو صداقت کا پیرا ہن دیا گیا اور وہ سب کچھ الام نشرح کر دیا گیا جس کا کوئی وجود بھی نہیں تھا۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، سخن گسترانہ بات، ص ۹)

۲۴۔ بین الاقوامی مؤرخ کی خدمت میں شکایت: تاریخ دانوں کی اس بد دیانتی اور تاریخ میں علماء و مجاہدین الہست کا ذکر نہ ہونے کا تذکرہ تحریک پاکستان کے اہم رکن اور بین الاقوامی مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سے بھی کیا گیا چنانچہ کتاب ”دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی“ میں ہے: ڈاکٹر صاحب سے سوال کیا گیا کہ علماء الہست کو اس قدر نظر انداز کیا گیا ہے اور غیر نے اتنی شہادتیں سامنے رکھ دی ہیں کہ ان کی تردید کے لئے ایک عرصہ درکار ہے تو انہوں نے فرمایا: ”تردید کی ضرورت نہیں بلکہ جو کچھ ہو اُسے ثبت انداز میں پیش کریں اب کچھ

ڈاکٹر قریشی مرحوم نے ان کلمات میں الہفت میں اُن لوگوں کو مشورہ دیا ہے جو صاحب قلم ہیں کہ وہ جدوجہد آزادی اور تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے، قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والے اسلاف کے تذکرے لکھیں تو جھوٹ کی تردید خود بخود ہو جائے گی کیونکہ جب حق آتا ہے تو باطل وہاں نہیں رہتا، اور یہ حقیقت ہے کہ ایک عرصے تک ہم لوگوں نے اس طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہمارا نوجوان مسلمانوں کے غداروں، ہندوؤں کے یاروں، پاکستان کے مخالفوں کو مسلمانوں کا خیر خواہ اور قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والا سمجھتا ہے کیونکہ اس کو جو تاریخ پڑھائی گئی اس میں یہی لکھا ہوا تھا لہذا آزادی کے لئے قربانیاں دینے والوں اور قیام پاکستان کے لئے شب و روز محنت کرنے والوں کا ذکر کرنا ان کے کارناموں سے عوام الناس کو روشناس کرانا از بس ضروری ہے۔ اس سے ان کی تردید بھی ہو گئی کہ ماضی کے ذکر کو اسلاف کے تذکروں کو غیر مفید سمجھتے ہیں۔

۵۴ موصوف احراری تھے اور ”احرار“ کی پاکستان اور تحریک پاکستان میں شامل علماء و مشائخ اور سیاسی لیڈر ان اور عوام سے دشمنی روز روشن کی طرح عیاں ہے اور خود مفتی محمود صاحب نے بھی پاکستان بننے سے قبل ایک فتویٰ دیا جو تاریخ کے اوراق کا حصہ ہے، چنانچہ مولانا ابو داؤد صادق روزنامہ ”ندائے ملت“ لاہور کی ۳ جون ۱۹۷۰ء کی اشاعت کے حوالے سے لکھا، مفتی محمود نے فتویٰ دیا تھا کہ ”مسلم لیگ کو دوست دینے والوں کا نکاح فتح ہو جائے گا“، اور پاکستان بننے کے بعد وہ نازیبا کلمات کہے جن کو مصطفیٰ نے ذکر کیا اور مولانا ابو داؤد صادق نے لکھا ہے کہ مفتی محمود نے ۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو بمقام کوئی چوبہ ری ظہور الہی گلبرگ لاہور میں تحدہ محاذ کے اجلاس میں کہا ”خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے“۔ معلوم ہوا موصوف نے یہ کلمات ایک بار نہیں متعدد پار متعدد مقامات پر کہے تھے۔ اور وہ بھی بھی پاکستان کے ساتھ مغلص نہ تھے چنانچہ لکھتے ہیں: مفتی محمود اپنے معتقدین کی محفلوں میں کہتے رہتے تھے ”پاکستان ثوٹا ہے تو ٹوٹے ہمیں کیا، ہمارے اکابرین پاکستان کے خلاف تھے“۔ نیز مفتی محمود نے راولپنڈی کی محفل میں کہا ”میں پنجابیوں پر پیشافت کرتا ہوں“ یہ الفاظ کہتے وقت انہوں نے مولانا عبد اللہ انور اور مولانا عبد اللہ درخواستی وغیرہ اپنے اکابر کو بھی مستثنی نہیں کیا، ملخصاً (بحوالہ ہفت روزہ الجمیعیۃ، پنڈی، ۸ دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۲) (پاکستان اور انگریز کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۵-۲۶)

۵۵ بانی پاکستان کے بارے میں ان کے مولویوں کا نظریہ تو آپ نے پڑھا، اب سنی علماء و مشائخ کا نظریہ بھی پڑھئے: سنی علماء کرام و مشائخ عظام محمد علی جناح کو دنیاوی امور میں اپنا رہنمایا قرار دیتے تھے، چنانچہ شیخ الفقة حضرت مولانا عبدالتمیں بہاری سے اس کے بارے میں ایک استثناء لیا گیا جو مندرجہ ذیل ہے:

سوال: ابوالفتح عبید الرضا محمد حشرت علی خان اور محمد علی جناح کی شخصیت کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے، مسلمانوں کا خیر خواہ اور قوم کا رہبر صحیح معنوں میں کس کو قرار دیا جا سکتا ہے؟

جواب: دونوں ہی خیر خواہ قوم و رہبر ہیں، مگر دو اعتبار سے، مولانا حشرت علی خان صاحب دینی معاملات کے رہبر وہاں ہیں اور مسٹر محمد علی جناح دنیاوی معاملات کے رہبر ہیں چونکہ دنیاوی قوانین کے جانے اور اُن کے مفید و مضر ہونے کی واقفیت کا اُن کو بہت زیادہ ہے اور دشمنوں کی چال کا جواب اُن کو خوب معلوم ہے۔ (ہفت روزہ الفقیہ، امرتر، مجری ۷ تا ۱۳ جون ۱۹۳۶ء، ص ۹)

اسی طرح امیر ملت سید جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق منقول ہے کہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو امرتر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا عرس منعقد ہوا جس کے آخری اجلاس میں امیر ملت نے صدارتی خطبہ میں فرمایا: ”اس وقت مسلمانوں کے جھنڈے تسلی منظم ہو جانا چاہئے، وہ جھنڈا صرف مسلم لیگ کا ہے..... قائد اعظم ہمارے سیاسی وکیل ہیں ہم ان کے حکم پر پاکستان جیسی سرزیں حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دربغ نہیں کریں گے“۔ اور اسی دوران کسی نے سوال کر دیا کہ جناح کافر ہے یا مسلمان؟ آپ نے برجستہ جواب دیا: ”تمہیں کون سی ان کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب دریافت کرتے ہو“، پھر فرمایا: ”ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں ہم سب کا کام ہے جسے وہ کر رہے ہیں اخْ“ اور یہ بھی فرمایا: ”پاکستان کے مخالفین کا ان کھول کر سُن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا..... پاکستان ہم سب کا ہے اس کے لئے مسٹر جناح کا نہیں ہے، وہ ہمارا کام کر رہے ہیں وکیل ہیں“، ملخصاً۔ (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، ص ۸۲-۸۳)

اور پیر غلام مجدد سرہنڈی (میاری، سندھ) کے بارے میں منقول ہے کہ ”تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی آپ نے ہر طرح سے بھرپور مدد کی اور اس کی ترقی کے لئے بھرپور چونڈی شریف کے پیر میاں عبد الرحمن قادری اور عبد الرحیم شہید کے ہمراہ آپ نے پورے سندھ کا ڈورہ کیا، کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ ”مسٹر جناح“ کے پیچھے کیوں لگ گئے ہیں؟“ تو آپ نے فرمایا: ”ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا یہی شخص ہوا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو ہم اس کے پیچھے لگ جاتے، جناح تو ایک مسلمان وکیل ہے جو بغیر پیسے اور فیس کے مسلمانوں کی وکالت کر رہا ہے، کیا

کافر کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا بلکہ فیس بھی دی جاتی ہے۔ (انوار علماء الہست سندھ، ص ۲۰۰) اسی میں ہے کہ ”قائد عظیم مولیٰ بنیان کی تیاری کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا ہم اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک وکیل کر رہے ہیں جو انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ کر رہا ہے، بات کرنے کی طاقت رکھتا ہے ہمیں ایسا لیڈر نہیں ملے گا۔“ (ص ۲۰۲)

سید صابر حسین شاہ بخاری نقل کرتے ہیں کہ جمعہ کا دن تھا اور حضرت مولانا غلام یزدانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ (خلفیۃ اعلیٰ حضرت) کے شاگرد تھے تقریر فرمائے تھے ان کا بیان تھا کہ ہمیں بہر صورت قیام پاکستان کی حمایت کرنی چاہئے، لوگ محمد علی جناح پر اعتراضات کرتے ہیں اگر وہ صحیح بھی ہوں تو کچھ فرق نہیں پڑتا، محمد علی جناح مسلمانان ہند کے وکیل ہیں، امیر المؤمنین نہیں، انہوں نے اچھے کام کا اقدام کیا ہے، دنیا میں ایک اسلامی سلطنت کی جدوجہد کر رہے ہیں جہاں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا پیغام گونجے۔ (ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، مجریہ اگست ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۲)

۵۶ عالم اسلام کے مشہور و معروف عالم دین اور تحریک پاکستان کے صفت اول کے قائد مجاهد ملت مولانا عبدالحامد بدایوی ابن عبدالقیوم بدایوی شہید ۱۸۹۹ء میں بھارت کے شہر دہلی میں پیدا ہوئے، جب مولانا کے والد کا انتقال ہوا تو اس وقت مولانا عبدالحامد بدایوی عمر تقریباً ۲۰ یوم تھی، آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام آپ کی والدہ نے کیا، ابتدائی تعلیم اپنے آپائی مدرسہ ”دارالعلوم قادریہ شش العلوم“ بدایوی سے حاصل کی اور مدرسہ کانپور سے تعلیم کی تیجیل فرمائی، تعلیم کی تیجیل کے بعد مولانا دارالعلوم شش العلوم کے نائب مہتمم مقرر ہوئے، ۱۹۱۹ء میں بھیتی میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے پیر طریقت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے پندرہ ہزار افراد کے اجتماع میں خلافت کمیٹی قائم کی اور تحریک خلافت شروع ہوئی تو مولانا اس سے وابستہ ہو گئے، خاص طور پر مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو آپ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی خوب مہمان نوازی کی اور عملی طور پر تحریک میں شامل ہو گئے آپ نے تحریک خلافت میں نئی روح پھونک دی، لکھنؤ میں منعقدہ کانفرنس میں جب بھیتی کی مدد و خلافت کمیٹی کو پورے ہندوستان کے میں پھیلانے کا فیصلہ کیا گیا تو مولانا اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالمadj بدایوی کے ساتھ مل کر پورے ہندوستان کا دورہ کیا، اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں خلافت کمیٹی کی شاخیں قائم کیں، مولانا عبدالحامد بدایوی ضلعی خلافت کمیٹی کے جزل سیکریٹری کے علاوہ صوبائی خلافت کمیٹی اور مرکزی خلافت کمیٹی بھیتی کی مجلس عاملہ کے رکن بھی رہے، گاندھی بھی عیارانہ طور پر خلافت کمیٹی میں شامل ہو گیا اور اچھی پوزیشن حاصل کر لی، مسلمان ہندوؤں کو اپنا ہمدرد تھوڑ کرنے لگے، لیکن شدھی تحریک کے آغاز سے مسلمان کو گاندھی کی چالاکی سمجھ میں آگئی، مولانا عبدالحامد بدایوی اور آپ کے بھائی تحریک خلافت سے بذلن ہو کر ”اعجمی تبلیغ اسلام“ انجام دادی، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا سید ابوالحنیث قادری، خواجہ حسن نظامی، مفتی عبدالحفیظ قادری، مولانا غلام نعیم الدین مراد آبادی، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا سید ابوالحنیث قادری، خواجہ حسن نظامی، مفتی عبدالحفیظ قادری، مولانا غلام قطب الدین برہمچاری کے ہمراہ اس جگہ (یعنی میوات) پہنچے جہاں ”شدھی تحریک“ کام کر رہی تھی، ہندوؤں کی تیک نظری اور دین دشمنی کے پیش نظر مسلمانوں کی الگ جماعت کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ مسلم کانفرنس کے نام سے جماعت قائم کی گئی، سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعزیم صدیقی، اور مولانا عبدالحامد بدایوی اور تحریک خلافت کے دیگر رہنماء مسلم کانفرنس میں شامل ہو گئے، ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس دہلی میں مولوی ابوالقاسم فضل الحق کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مولانا عبدالحامد بدایوی نے بھی شرکت کی اور مسلم لیگ کے حامی ہو گئے، اس وقت مولانا عبدالحامد بدایوی کی عمر صرف ۲۰ سال تھی، اس موقع پر آپ نے نہایت پرمغزا اور پر جوش تقریر کر کے اپنی صلاحیتوں کو منوایا۔

= جب دہلی میں مولانا شوکت علی کی رہائش گاہ میں مسلم لیگ کے رہنماؤں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں یہ طے ہوا کہ آئندہ تمام انتخابات میں مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہوگی، اس اجلاس میں دیگر کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایوی بھی شرکیں ہوئے۔ ۱۸۱۵ تا ۱۹۳۸ء اپریل لکھنؤ میں قائد عظیم محمد علی جناح کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں مولانا عبدالحامد بدایوی نے بھرپور حصہ لیا، ۱۹۳۸ء میں قائد عظیم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کو فعال، مؤثر اور مسلمانان ہند کی نمائندہ جماعت بنانے کے لئے ہندوستان کے ہر صوبے سے دو دو افراد کو منتخب کیا گیا جو کہ مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد عوام تک پہنچا سکے، ان افراد میں یوپی سے مولانا عبدالحامد بدایوی کا نام شامل کیا گیا، مولانا بدایوی اور دیگر رفقاء نے ہندوستان بھرا کا دورہ کیا اور عوام، علماء و مشائخ کو مسلم لیگ کا ہمنوا بنا دیا۔

۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو لاہور میں منٹو پارک (اقبال پارک) کو آل انڈیا مسلم لیگ کا تاریخ ساز اجلاس منعقد ہوا جس میں علامہ عبدالحامد بدایوی نے سئی کانفرنس کے مشائخ و علماء کے ہمراہ شرکت کی اور تقریر بھی کی، اگست ۱۹۳۱ء میں لدھیانہ میں پاکستان کانفرنس آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں آپ نے انتہائی پر جوش و دلائل سے بھرپور تقریر کی یہ تقریر بعد میں نظامی پریس بدایوی سے شائع کر کے مسلم لیگ کی شاخوں کو بھجوادی گئی، ۱۹۳۵ء میں قائد عظیم اور امیر حیدر آباد کن میر عثمان علی خان کے درمیان شدید قسم کے اختلافات ہو گئے تو قائد ملت

لیاقت علی خان نے مولانا عبدالحامد بدایوں سے درخواست کی کہ وہ دونوں کی ملاقات کا راستہ ہموار کریں، مولانا نے دونوں ملاقات کی آپ میں ملاقات کے لئے راضی کر لیا۔

۱۹۳۶ء میں بنارس میں حصول پاکستان کے لئے "آل انڈیا سُنّتی کانفرنس" کا ایک عظیم الشان اجتماع جس میں مولانا بدایوں نے صرف شریک ہوئے اسے کامیاب بنانے کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں اور آپ اس کے مرکزی عہدیدار بھی رہے۔ ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں مولانا بدایوں کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، آپ نے یوپی، ہی پی، بہار، اڑیسہ، بنگال، آسام، بمبئی، کراچی، قلات اور سندھ، پنجاب، بلوچستان کے دورافتادہ علاقوں کا ذورہ کیا اور لوگوں کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ دینے پر آمادہ کیا۔

صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے موقع پر سرحد میں کانگریس کی پوزیشن بہت مضبوط تھی، پیرامین الحنات مانگی شریف نے محمد علی جناح سے درخواست کی وہ سرحد میں مسلم لیگ کے حق میں راہ ہموار کرنے کے لئے وفد بھیجیں، جس میں مولانا عبدالحامد بدایوں ضرور شامل ہوں، محمد علی جناح نے نواب بہادر یار جنگ اور مولانا بدایوں کو بھیجا مولانا نے اپنی زورِ خطابت اور حسن تدبیر سے سرحد کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت کے لئے کمربستہ کیا، آپ کی خطابت اور تدبیر نے کانگریسی اثرات کو ختم کر کے مسلم لیگ کی مقبولیت کو چارچاند کر دیا اور مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دینے کے لئے ۲۵ علماء اہلسنت کے دعویٰ سے پوسٹر شائع کیا، اسی دوران ہرٹوپی کے مقام پر آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا، آپ کی ان ہی خدمات پر محمد علی جناح نے آپ کو فائح سرحد کے خطاب سے نوازا، اسی طرح سلہٹ اور بنگال میں کانگریس سے وابستہ اور اس کے مبلغ (دارالعلوم دیوبند) کے مولوی حسین احمد مدینی کا اثر کم کرنے کے لئے آپ کو بھیجا گیا، آپ نے ان علاقوں میں پہنچ کر کانگریس کے اثر کو نہ صرف ختم کیا بلکہ مسلم لیگ کی مقبولیت اور تحریک پاکستان کو پروان چڑھایا۔ اسی طرح عرب ممالک کے سربراہان و عوام کو نظریہ پاکستان سے روشناس کرنے اور انہیں پاکستان کی حمایت کے لئے تیار کرنے کے لئے سفیر اسلام علامہ عبدالعزیز صدیقی کی طرح آپ کو بھی بھیجا گیا اور آپ نے اس ذمہ واری کو بھی بخیر و خوبی بخھایا۔

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کے بعد علماء اہلسنت پاکستان کے بے حد اصرار پر کراچی میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا، اور استحکام پاکستان اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہو گئے، آپ ہی کی کوششوں سے عید میلاد النبی ﷺ کا سرکاری نویں فیکریش جاری ہوا اور میلاد النبی ﷺ کی عام تعطیل کا اعلان ہوا۔

پہلی کابینہ میں جب ظفراللہ خاں قادریانی کو وزیر خارجہ بنایا گیا تو مولانا بدایوں سے سخت احتجاج کیا۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا شاہ عبدالعزیز صدیقی کی قیادت میں مولانا عبدالحامد بدایوں نے بانی پاکستان کا دستور کتاب و سنت کی روشنی میں تیار کرنے کے لئے وزارت مذہبی امور قائم کرنے کی یادداشت پیش کی۔

کشمیر کی آزادی اور تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، فروری ۱۹۵۳ء ایک سال قید و بند کی صعبوٰتیں برداشت کی، ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر ملک گیر دورہ == کر کے مہاجرین و مجاہدین کی مدد کی۔ مولانا نے منگھو پیر روڈ پر ایک وسیع اراضی پر "جامعہ تعلیمات اسلامی" کے نام سے ادارہ قائم کیا مگر آپ کی وفات کے بعد اس عمارت کو حکومت نے کانچ میں تبدیل کر دیا جو کہ اس وقت انتہائی خستہ حال ہے۔

مولانا عبدالحامد بدایوں ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء کراچی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اور آپ کی آخری آرام گاہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ بنارس چوک منگھو پیر روڈ پر ہے۔ (ملخصاً ماخوذ از "فائح سرحد" تالیف سید رفیق شاہ صاحب بانی رکن "سرفاونڈیشن"، کراچی، اور سابق عہدیدار "انجمن طلبہ اسلام")

۷۵ محمد جلال الدین قادری لکھتے ہیں: حصول پاکستان کی منزل کو آسان اور قریب کرنے کے لئے مسلم لیگ نے ایک وفد ترتیب دیا جس کی غرض وغایت یہ تھی کہ ہندوستان سے باہر کی دنیا کو مسلمانوں کا نظریہ پاکستان واضح کر کے اس کی حمایت حاصل کی جائے، اس وفد میں "آل انڈیا سُنّتی کانفرنس" کے ناظم نشر و اشاعت مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایوں بطور کونیہ اور مولانا عبدالعزیز صدیقی میرٹھی رکن "آل انڈیا سُنّتی کانفرنس" شامل تھے۔

یہ وفد پہلی مرتبہ جماز مقدس روانہ ہوا، ملک ابن سعود سے ملاقات کر کے اُسے نظریہ پاکستان کی وضاحت کی اور جماز مقدس میں جاج کرام پر ناجائز تکیس کی واپسی پر آمادہ کیا، دو ہفتے کے قیام کے بعد ۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء کو یہ وفد وطن واپس پہنچا کامیاب ذورہ کی واپسی پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔

دوسری مرتبہ یہ وفد آخر جنوری ۱۹۳۷ء کو مصر، فلسطین، شام، عراق اور دیگر ممالک اسلامیہ کے لئے روانہ ہوا، وہاں بھی یہ وفادا پنے مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہوا، ان ممالک کی شاہان اور عوام نے نظریہ پاکستان کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھا اور مطالبہ پاکستان کی مکمل حمایت کی،

اس طرح "آل انڈیا اسٹنی کانفرنس" کے زعیم شہیر کی شرکت سے پاکستان کے حصول کے مطالبہ کی مسلم لیگ کو پذیرا ہوئی۔ (افت روڑہ دبیریہ، رامپور، بھریہ ۱ جنوری ۱۹۲۷ء، ص ۲)

مولانا عبدالحامد بدایوی نے ججاز مقدس سے واپسی پر یہ بیان اشاعت کے لئے جاری فرمایا: "آل انڈیا مسلم لیگ کا وفد ججاز میں دو ہفتے مقیم رہا، حکومت سعودیہ کے ساتھ بہت اچھا طرزِ عمل رہا، تمہیں حاجج کے لئے وفد نے جس قدر بھی تجویز پیش کیا، نفسِ نیکس کی خدمت کو = جلالۃ الملک نے تسلیم کر لیا مگر فرمایا کہ اس کی معافی غور طلب ہے، انشاء اللہ اس کا بھی آخری فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ ملک الحجاز نے تحریک پاکستان سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے مسلمان ہند کو پیغام دیا کہ وہ خدا پر بھروسہ کریں، مشرکین ہند پر قطعاً اعتاد کریں، اپنی جدوجہد جاری رکھیں، صبر سے کام لیں، خدا ان کی ضرور مد کرے گا، وفد نے عالم اسلامی کے ہر ملک کے زعماء کو مسئلہ پاکستان پوری طرح سمجھایا۔"

اور مسلمانان ہند کے سیاسی موقف سے بخوبی واقف کیا، عالم اسلامی کے زعماء، علماء نے مسلمانان ہندوستان کی تائید کا وعدہ کیا اور وفد کو عالم اسلامی میں آنے کی دعوت دی اور اس بات پر زور دیا کہ تمام ممالک اسلامیہ میں مسلم لیگ کے وفاد آنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے عوام بھی پاکستان کو بخوبی سمجھ سکیں، عالم اسلام کے ان مشاہیر نے اس کا بھی وعدہ کیا کہ وہ واپس جا کر اسلامیان ہند کے مسائل ذہن نشین کرائیں گے اور مسلم لیگ سے اپنا رابطہ اتحاد قائم کریں گے۔ مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی آف میرٹھ مدینہ طیبہ میں تھہر گئے اور واپسی پر وہ مصر وغیرہ جائیں گے، میراعزم بھی ہے کہ آخری جنوری (۱۹۲۷ء) تک ممالک اسلامیہ کے دورہ پر روانہ ہو جاؤں۔ (تاریخ آل انڈیا اسٹنی کانفرنس، ص ۲۹۲-۲۹۵، بحوالہ ہفت روزہ دبیریہ، رامپور، بھریہ ۱۰، جنوری ۱۹۲۷ء، ص ۲)

۵۸ سفیر اسلام: سفیر اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھ (یونی) کے معروف صدیقی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، پانچ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن کریم پڑھنے کے بعد اردو، فارسی، عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کی، چودہ سال کی عمر تک والد بزرگوار کا سایہ عاطفت رہا، سولہ سال کی عمر میں دینی علوم سے فراغت حاصل کر لی، جدید تعلیم کے لئے میرٹھ کالج میں پڑھتے رہے، اسی دوران اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے بھی تعلق پیدا کر لیا، آپ کو اپنے بھائی مولانا شاہ احمد مختار صدیقی علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل تھی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو خلافت و اجازت سے نواز اور "علیم الرضا" کے لقب سے مشرف فرمایا۔

۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۲ء تک یورپ، افریقہ اور امریکہ کے متعدد ممالک اور ریاستوں میں جا کر اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے، آپ نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں میں پینتالیس ہزار افراد کو مشرف بہ اسلام کیا، ملک ملک گھوم پھر کر مدینہ منورہ پہنچ جاتے، یہاں تک کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے، یہاں ہوئے فرمایا: میرے چار پائی باب السلام مسجد نبوی پر لے جائی جائے، جب چار پائی "باب السلام" پر لائی گئی تو آپ نظر انہا انہا کر روضہ رسول ﷺ کی طرف دیکھتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اسی اثنائیں روح قفس عفری سے پرواز کر گئی، آپ کی خوش بختی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ کو "جنت البقاء" میں حضرت امّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں جگہ ملی، پاکستان کے معروف سیاستدان مولانا شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ آپ ہی کے فرزندار جمند ہیں۔ (جن کا اب وصال ہو چکا ہے)

تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں، مبلغ اسلام علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھ علیہ الرحمہ نے تقریباً دس سال حکوم ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کے مطالبہ کی پُر زور حمایت کی اور اس ضمن میں اپنے شب و روز ایک کر دیئے، ۱۹۳۰ء کو قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد آپ نے قیام پاکستان کی تحریک میں نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور مختلف بلا و امصار کے ذورے کر کے علمائے اہلسنت، مشائخ عظام اور عوام ایساں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر مسلم لیگ کے پرچم تلنے جمع ہو جائیں تاکہ ان کے حقوق کی بازیابی کے لئے مؤثر انداز میں آئینی جنگ لڑی جاسکے۔

۱۹۲۵ء کے اوآخر میں انتخابات کے موقع پر جہاں دیگر علمائے اہلسنت، مسلم لیگ کے انتخابات میں کامیابی کے لئے کوشش تھے، وہاں مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ بھی اس محااذ پڑھنے ہوئے تھے، آپ نے اکتوبر ۱۹۲۵ء میں بغرض حج عازم ججاز ہوئے، مسلمانان ہند کے نام پر ایک موثر پیغام دیا جس کے آخر میں آپ نے کہا کہ تمام بردار ملت کو علی الحوم وقت سفر جاز مقدس میں یہ آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو انتخابات جدید میں تمام اختلافات باہمی کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمہ تن سرگرم ہو جائیں اور آپنائے تزویر میں آکر شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں، اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ مسلمان متعدد متفق ہیں، تاکہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دین کی پوری قوت ان کو ہی حاصل ہو، اس کو خواہ پاکستان کا نام دیا جائے یا حکومت الہیہ کے لقب سے ملقب کیا جائے۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھ علیہ الرحمہ نے پنڈت نہرو سے ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف سخت احتجاج کیا، بمبئی اور مدراس میں تقریبیں کر کے مسلمانوں کی ڈھاری بندھائی۔ تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر رہرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ اور مصر میں ان

کا انگریزی گماشتوں کو اپنی مدل تقریر سے ناکوں پنے چبوائے۔

۱۹۳۶ء میں معروف آل انڈیا ٹائم کانفرنس بنا رس میں شرکت فرم اک تحریک پاکستان کی بہانگ دہل حمایت فرمائی، ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ پیغام پہنچایا، علاوه ازین حج کے موقع پر مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک فلسطین، شام، لبنان، اردن اور عراق وغیرہ کے دوسرہ پر تشریف لے گئے، ہندوؤں کے شدید غلط پروپیگنڈے کی بنا پر عالم اسلام کے مسلمان ہندی مسلمانوں کے خلاف تھے، دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو ”دیوانے کا خواب“ سمجھا جاتا تھا، آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ باہر توجہ ہی نہ دے سکتی تھی، اس لئے آپ مذکورہ حکام سے ملے، دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریبیں کیں اور نظریہ پاکستان کی وضاحت کی جس کے نتیجے میں عرب علماء و عوام تحریک پاکستان کو صحیح طور پر سمجھنے لگے۔

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم علیہ الرحمہ کی طرف سے علامہ محمد عبدالعیم صدیقی میرٹھی کو اسلامی ممالک کی نمائندگی کا فریضہ سونپا گیا، آپ نے تن تہائیں الاقوامی سطح پر تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے اغراض و مقاصد پر طویل پیچھہ دے کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ قائد اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کی انہی اسلامی اور ملی خدمات کی پیش نظر آپ کو ”سفیر اسلام“ کا خطاب دیا۔ (ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۰ء / ربيع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲، شمارہ ۱۰، ص ۲۹-۷)

۵۹ پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں: پورے بر صیر کے اصحاب علم و حکمت اس کانفرنس میں شرکت کے لئے امنڈ پڑے، کانفرنس میں پانچ صد مشائخ اور سات ہزار علماء کرام اور تین لاکھ کے قریب عوام نے شرکت کی، صدر الافاضل نے وزارتی مشن لارڈ کرپس وغیرہ کو بھی دعوت دی کہ وہ بطور گورنمنٹ نمائندہ وفد کے دیکھ لیں، سواد اعظم کے اجتماعی مؤقف اور مسئلہ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم الشان اجتماع اس دور میں ایک تاریخی مثال تھا (ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، مجریہ اگست ۱۹۹۰ء، تحریک پاکستان اور مشائخ، ص ۲۷)

۶۰ انگریز کی ہندوستان آمد سے لے کر قیام پاکستان تک کی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان لوگوں کا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کوئی کردار تحریک آزادی کی حمایت کے حوالے سے نظر نہیں آتا اس حقیقت کو عبد الحکیم خان اختر شاہ جہانپوری نے یوں بیان کہ ”متحده ہندوستان کی سرزی میں میں بنے والے مسلمانوں کا مذہب اہلسنت و جماعت تھا، جن کو آج کل بریلوی ملکہ فکر کے نام سے کیا جانے لگا ہے، اور جملہ جماعتیں جو آج کل نظر آ رہی ہیں وہ انگریزی ڈو ر حکومت میں اسی جماعت سے، بریش گورنمنٹ کے تجزیہ منصوبے کے تحت جدائہ و کربنی تھیں مساوائے شیعہ حضرات کے جو سرزی میں پاک و ہند میں مغلوں کے دور سے موجود تھے لیکن انتہائی اقلیت میں، یعنی آئے میں نمک کے برابر، ان حضرات نے اپنے لئے یہی بہتر سمجھا کہ بریش گورنمنٹ کے وفادار اور خیر خواہ بن کر رہیں، اسی لئے انگریزوں کے خلاف انہوں نے کبھی کسی تحریک میں حصہ نہیں لیا، شیعہ صحابان کی اس وفاداری کا ذاکر و لیم ہنزرنے یوں اعتراف کیا ہے: ”بعاوات کے غیر ضروری ہونے پر ان کا اعلان بغیر کسی دباؤ کے واقع ہوا اور یہ بات نہایت ہی خوب ہے کہ ایسا اعلان باضابطہ طور پر تحریر میں آگیا، اس دستاویز پر مستند اور قبل اعتماد شیعہ علماء کی مہریں ثبت ہیں اور یہ پورا فرقہ اس پر ہمیشہ سے عمل کرنے پر مجبور ہے، اس قسم کے باقاعدہ وعدوں کے بغیر بھی وہ قدر رتا و فادار ہیں“۔

ڈاکٹر ولیم ہنر کے بیان کے متعلق سر سید احمد خان صاحب کے اپنے تاثرات یہ ہیں: ”اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے شیعہ لوگوں کا کچھ ذکر لکھا ہے اور جو تعریف ان کی کی ہے گوہ بھی مشروطہ شرائط ہیں، لیکن میں اس طرح سے بھی خوش ہوں کیونکہ میری دانست میں یہی غیمت ہے عالم ڈاکٹر نے مسلمانوں کے ایک فرقہ کی تو تعریف کی، چنانچہ میں ان کی اس قدر مہربانی اور رحم کا شکر گزار ہوں“۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص ۱۰۹) قارئین کرام! جن حضرات کو بریش گورنمنٹ نے سرزی میں پاک و ہند سے اپنا آلهہ کا ربانا کر ان سے تجزیہ دین کا کام لیا، ان سے مسلمانوں کی ملی وحدت کا پارہ پارہ کروا یا، ایک اسلام کے متعدد جعلی اسلام بنائے، اور اس طرح یہاں کے مسلمانوں کو ایک پریشان گن مصیبت میں بٹا کر ان کی طاقت کو منتشر اور دین واہیمان کو تباہ کروا یا۔ (برطانوی مظالم کی کہانی، مؤلفہ عبد الحکیم خان اختر شاہ جہانپوری، ص ۷۸۰-۷۸۱)

پھر آگے چل کر تحریک پاکستان کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے خواص میں سے چند افراد ہمیں اس تحریک کا حصہ نظر آتے ہیں جیسے راجہ صاحب محمود آباد اور اس کے ہم مسلک کچھ اور ساتھی، لیکن ساتھ ہی تحریک پاکستان اور بانی پاکستان کے مخالفین پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس دور میں خصوصاً ”آل انڈیا شیعہ پلیٹفل کانفرنس“، مسلم لیگ اور اس کے مقاصد کے خلاف میدان عمل میں تھی، حالانکہ راجہ صاحب محمود آباد ان کو مسلم لیگ کی طرف لانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے اور بانی پاکستان نے ۱۹۳۲ء کو جولائی ۲۵ء کو اس پارٹی کے صدر سید ظہیر علی کے تحریر کردہ خط کا جواب دیتے ہوئے انہیں مسلم لیگ کی حمایت اور اس میں شمولیت کی دعوت دی اور ان کے اندیشوں کو دور کیا، جیسا کہ کتاب ”راجہ صاحب محمود آباد حیات و خدمات“ کے ص ۲۷ پر ہے، اس کے علاوہ انہوں نے شیعہ کانفرنس کے سیکریٹری کے نام ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ایک ٹیلی گرام لکھا: ”مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شیعہ کانفرنس کے رہنماؤں کو ہمارے دشمنوں نے غلط فہمی کا شکار کر دیا ہے اس نازک مرحلے پر میرا ہر شیعہ کو مشورہ ہے کہ وہ بغیر کسی تکلف کے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لے، اس کے علاوہ ہر اقدام عمومی طور پر مسلمانوں ہند کے لئے خطرناک اور بڑی حد تک شیعہ مفادات کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا“۔ (راجہ

صاحب محمود آباد حیات و خدمات، ص ۲۷۹-۲۸۰ (۱۹۳۵ء) اسی طرح اور بھی خط لکھے اس کے باوجود ۳۶-۲۸۰ء کے انتخابات کے نتائج پر تھا۔ (راجہ صاحب محمود آباد حیات و خدمات، ص ۲۸۰)

اور راجہ صاحب نے بھی جنوری ۱۹۳۶ء کو سببیت سے ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں (شیعہ رہنماء) حسین بھائی لال جی اور علی ظہیر (صدر آل اندیا شیعہ کا نفرس) کی == ندمت اور کہا، "گزشتہ دسمبر میں منعقد ہونے والی شیعہ کا نفرس کی کارروائی سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے، ان کے رہنماؤں کی تقاریر سے بھی اس امر کی تو شق ہو جاتی ہے کہ نئی صورت حال میں ان دونوں رہنماؤں کے نظریات ہندو اسلام سے زیادہ مختلف نہیں ہیں،" - شیعہ کا نفرس کی کمیٹی آف ایکشن کا گرلیس کے جانب سے اپنے پوشیدہ رجحان کا اکٹشاف کر چکی ہے اور یہ بات طے ہو گئی ہے کہ شیعہ کا نفرس شیعوں کو مسلم لیگ سے بدول کر کے کا گرلیس کی طرف کھینچنے کی ایک اور کوشش ہے۔ (راجہ صاحب محمود آباد حیات و خدمات، ص ۲۸۳-۲۸۴)

۱۱۔ علامہ ابوالبرکات: استاد العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کی پیدائش الور میں ہوئے، آپ امام الحجۃ شین سید دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ کے نامور فرزند ارجمند اور سادات الور کی علمی اور دینی وراثت کے امین ہیں، بچپن میں ہی اپنے والد مکرم کے "دارالعلوم قوت الاسلام" کے فاضل اساتذہ سے مستفیض ہوئے، پھر صدر الافتاضل سید محمد فیض الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں داخل ہو گئے، دورہ حدیث کے لئے اپنے والد مکرم کے مدرسہ آگرہ میں داخل ہوئے اور سند تبحیل حاصل کی۔ ۱۳۳۷ء میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور اجازت مطلقہ کی سند حاصل کی، امام المشايخ شاہ علی حسین اشرفی میاں پکھوچھی سے بیعت کا شرف حاصل کیا، بعد میں والد گرامی کے ہمراہ لاہور آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، والد مکرم کے وصال کے بعد "دارالعلوم حزب الاحتفاف" کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، آپ کے مشاہیر تلامذہ کی فہرست کافی طویل ہے، تقریباً تمام ہی دنیاۓ علم و ادب کے آفتاب و ماہتاب ہیں، مرقد انور "دارالعلوم حزب الاحتفاف" لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

تحریک پاکستان میں آپ کی گراں قد رخداد تاریخ کا ایک حصہ ہیں، جن کا اپنے اور پرانے سب ہی اعتراف کرتے ہیں، تحریک پاکستان کی حمایت و نصرت کا مرحلہ آیا تو آپ نے دو قوی نظریہ اور قرار داوی پاکستان کی حمایت کی اور مطالبہ پاکستان کی تائید کے لئے سرگرمی سے حصہ لیا، کا گرلیس علماء کی ترویید اور نظریہ پاکستان کی تائید کے لئے اپنے دارالعلوم کے سالانہ جلسوں کو وقف کر دیا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں "آل اندیا سُنّتی کا نفرس"، بیان میں سرگرمی سے حصہ لیا، اور پاکستان کی حمایت میں "آل اندیا سُنّتی کا نفرس" کے تاریخی فتوے پر دستخط ثبت فرمائے، مطالبہ پاکستان ہی کے سلسلہ میں اسلامی حکومت کا خاک مرتب کرنے کے لئے جن اکابر علماء کو نامزد کیا گیا ان میں بھی ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کا نام موجود ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱۰، ص ۶۷)

۱۲۔ علامہ ابوالحسنات: قائد تحریک ختم نبوت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری سادات الور سے تعلق رکھتے ہیں، آپ امام الحجۃ شین دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ کے نامور فرزند اور مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی ہیں، صرف گیاہ برس میں حفظ کلام پاک اور اردوانشاء پردازی اور فارسی میں مہارت حاصل کی، پھر تمام علوم و فنون کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ (تاریخ ساز شخصیات، ص ۱۷۹) امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اور صدر الافتاضل سید محمد فیض الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ سے کسب فیض کیا، شیخ المشايخ شاہ علی حسین اشرفی میں پکھوچھوی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضور داتا تاریخ بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کے احاطہ میں محسوس ہے۔

مختلف تحریکوں مثلاً تحریک آزادی کشمیر، تحریک ختم نبوت اور تحریک پاکستان میں آپ کی گراں قد رخداد اظہر من افسوس ہیں، تحریک پاکستان میں علامہ ابوالحسنات احمد قادری علیہ الرحمہ کا کردار بھی نہایت روشن ہے، تحریک پاکستان کو بام عروج پر پہنچانے کے لئے آپ نے مسلم لیگ کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے میں شب و روز ایک کر دیئے۔

۱۹۳۰ء میں جب منشو پارک (اقبال پارک) میں قرار داوی پاکستان منظور ہوئی تو مولانا ابوالحسنات علیہ الرحمہ اس جلد کے سرگرم کارکنوں سے تھے، ۱۹۳۵ء میں حج مبارک کے لئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشی ڈالی، اور علماء کو اپنا ہمبو اتنا بنا یا، بعد میں قائد اعظم علیہ الرحمہ سے ملاقات کر کے نظریہ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذا سنبھالا۔ ۱۹۳۶ء میں "آل اندیا سُنّتی کا نفرس" منعقدہ بیان میں سرگرمی سے حصہ لیا، ۱۹۳۶-۳۷ء میں جب مسلم لیگ نے ایجی ٹیشن شروع کیا تو آپ نے علماء و مشايخ کے وفد لے کر ہر ضلع کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا، پاکستان بننے کے بعد "جمعیت علمائے ہند" کے مقابلہ میں جب جمعیت علمائے پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو صدر منتخب کر لیا گیا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱۰، ص ۷۵-۷۶)

علاوہ ازیں تحریک آزادی پاکستان کا ایک اور بھی مجاہد تھا، انگریز کی غلامی کی بھاری زنجیروں کو توڑنے کے لئے یہ تحریک پورے ہندوستان میں زورو شور سے جاری تھی، اپنے اسلاف کے نقش پاک کی پیروی میں آپ نے بھی انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند رکھا۔ اسلام و ملن اور مسلم و ملن قتوں کے خلاف جب جہاد شروع ہوا تو لوگ شریک تھے، ان میں حضرت علامہ محمد قمر الدین سیالوی کا نام نامی بھی آتا ہے، اس جہاد میں مالی نقصان اور جسمانی اذیتوں کے علاوہ باہم خاندانی تعلقات کی بھی قربانی دی۔ پنجاب کے نواب، زمیندار اور جاگیردار یونیسٹ پارٹی کے طرفدار تھے اور انگریز کے وفادار، ان لوگوں نے بڑی کوششیں کیں کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین اس میں غیر جانبدار ہیں، ان لوگوں نے اپنی مستورات کو بھیجا کر منت سماجت کریں گے مدد درویش نے فرمایا اور دوڑوک فرمایا کہ ”پاکستان کی جنگ اسلام کی بقاء اور عظمت کی جنگ ہے، میں اس جنگ سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا، بلکہ اپنی ہر چیز اس راہ میں قربان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں پاکستان کے جھنڈے کو ہاتھ سے رکھوں یہ ناممکن ہے، میں آپ لوگوں کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن نبی کریم ﷺ کے دین کے جھنڈے کو سرگوں ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔“

پاکستان کے سول نافرمانی کی تحریک چلی تو اس میں بھی آپ نے جان ڈالنے کے لئے اپنا تن من وہن سب کچھ نچھا و کردیا اور احساس سودوزیاں سے ماوراء ہو کر میدان عمل میں مردانہ وارڈٹ گئے، ملک بھر میں موجود آستانہ عالیہ سے وابستہ گدیاں سب کو حکم دیا کہ وہ اس جہاد میں شریک ہوں۔ صوبہ سرحد کاری فرڈم بھی ایک اہم معركہ تھا جس میں اس مردو ریش نے مجاہدانہ کردار ادا کیا اور ساتھ ساتھ = تو نہ شریف کے گدی نشین پیر ماگنی شریف اور پیرز کوڑی شریف کی کاؤشیں پیش پیش تھیں، آپ کی عظیم اور بے لوث خدمت سے متاثر ہو کر قائدِ عظم نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا، الغرض ان مختصر طور میں آپ کی خدمات کے خدوخال کو نمایاں کرنے کا حق ادا نہیں ہوتا۔ (ملخصاً از ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱۰، ص ۸۶-۸۸)

۲۴ صدر الافتاضل: صدر الافتاضل علامہ حافظ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی جائے پیدائش مراد آباد (انڈیا) اور تاریخ پیدائش ماہ صفر ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء ہے، اور تاریخی نام ”غلام مصطفیٰ“ ہے، حفظ قرآن کریم اور ابتدائی تکمیل کی تعلیم کے بعد مولا نا شاہ فضل احمد علیہ الرحمہ سے استفادہ کیا، مولا نا سید گل محمد علیہ الرحمہ سے ڈورہ حدیث کی تکمیل اور سندِ فضیلت حاصل کی، سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے استاذِ مکرم مولا نا سید گل محمد علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے، پھر شیخ المشائخ شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل کی اور آپ ہی کی اجازت سے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے بھی سلسلہ رضویہ میں خلافت و اجازت پائی، اور آپ کے معروف خلفاء میں شمار ہونے لگے، آپ کے والد گرامی سید محمد مصین الدین نزہت علیہ الرحمہ بھی سلسلہ رضویہ سے مسلک تھے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہی نے آپ کو ”صدر الافتاضل“ کا خطاب دیا اور ذکر احباب میں فرمایا:

میرے نعیم الدین کو نعمت اس سے بلا میں ساتے یہ ہیں
صدر الافتاضل احقاقی حق اور ابطال باطل میں نہایت جری ثابت ہوئے یہی وجہ ہے کہ حضرت نے آپ کو کئی موقع پر اپنا وکیل مقرر فرمایا، آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری، آپ کے تلامذہ پاک و ہند میں بہت سی جامعات کے بانی، کتابوں کے مصنف اور کئی رسالوں کے مدیر ہیں۔

تحریک پاکستان میں حضرت صدر الافتاضل علیہ الرحمہ کی خدمات اظہر میں اشتمس ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے آلہ آباد میں مسلم لیگ کے اکیسوں اجلاس میں سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی، پھر یہی تجویز ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر انگلستان میں حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کی گئی۔ صدر الافتاضل علیہ الرحمہ طبقہ علماء میں غالباً پہلے عالم ہیں جنہوں نے ۱۹۳۰ء میں ”السودا العظیم“، میں اس تجویز کی پُر زور تائید کی۔ آپ ہی نے ۱۹۲۵ء میں ”آل انڈیا اسٹنی کانفرنس“ کی بنیاد رکھی۔

۱۹۳۶ء کی معروف سُنی کانفرنس بنارس کے آپ روح روائ تھے، اس موقع پر آپ نے یہ اعلان کیا تھا: ”اگر آل انڈیا مسلم لیگ کے مطالبے سے دستبردار بھی ہو جائے تو آل انڈیا اسٹنی کانفرنس اس مطالبے سے دست کش نہیں ہوگی۔“

تحریک پاکستان کا آغاز ہوتے ہی حضرت صدر الافتاضل علیہ الرحمہ نے نظریہ پاکستان سے روشناس کرنے کے لئے ”آل انڈیا اسٹنی کانفرنس“ کے پلیٹ فارم سے غیر منقسم برصغیر کے ہر شہر و قریہ میں علماء اہلسنت کی جماعت کے ساتھ ڈورے شروع کر دیئے۔ صوبہ جات مدراس و

گجرات، کاٹھیاوار، جونا گڑھ، راجپوتانہ، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، غیر منقسم بنگال میں کلکتہ، ہنگلی، چوبیس پر گنہ اور روزھا کر، چالان، سلہٹ، پٹرہ وغیرہ میں بغیر سکون و قفقے کے ڈورے شروع فرمائے غرضیکہ نظریہ پاکستان کی پرزور حمایت اور ”آل انڈیاسی کانفرنس“ کی تنظیم و احیاء کے سلسلہ میں آپ نے دن رات ایک کر دیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں صدر الافتاض علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ، مفتی محمد نعیمی علیہ الرحمہ اور مفتی غلام محین الدین نعیمی علیہ الرحمہ دہلی سے بذریعہ طیارہ پاکستان تشریف لائے، یہاں اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ اور نواب زادہ لیاقت علی خان اور دوسرے مقندر افراد سے گفتگو فرمائی، انہی دنوں آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی جس کی وجہ سے آپ کوفور امراد آباد واپس جانا پڑا، اور ان صاحبان سے وعدہ فرمایا کہ دستور اسلامی مرتب کر کے بھیج دوں گا، ہندوستان پہنچنے کے بعد کچھ طبیعت سمجھلی تو آپ نے پاکستان کے دستور اسلامی کی تدوین و ترتیب شروع کی، دستور کی تیاری کے لئے مختلف اسلامی ممالک کے دستیروں قوانین کے مسودے جمع کئے، اسلامی دستور کے خاکہ کے لئے چند ہی (گیارہ) دفعات لکھی تھیں کہ آپ کی صحت دوبارہ خراب ہو گئی، اور رات ساڑھے بارہ بجے ۱۸ اذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۴۸ء کو آپ اس جہان فانی سے عالم بقاء کی طرف تشریف لے گئے۔ ملخصاً (از ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲، شمارہ ۱۰۔ واز تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر = لافاضل مرتبہ مولانا نور محمد نعیم القادری و مولانا محمد رضوان القادری نعیمی)

۲۵ ججۃ الاسلام: ججۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ اکبر و خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے، آپ کا اسم گرامی ”محمد“ عرف ”حامد رضا“ اور القاب ”حجۃ الاسلام“ اور ”امام الاولیاء“ ہیں۔ دریافت کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی اور فارغ التحصیل ہوئے، علوم مروجہ اور حدیث و تفسیر میں سند فضیلت حاصل کی۔ ایک بلند پایہ خطیب، شعلہ بیان مقرر اور معروف مدرس علوم دینیہ کی حیثیت سے شہرت پائی، تفسیر و حدیث کی تدریس میں خصوصیت سے مشہور تھے۔ ستر سال کی عمر میں نماز پڑھتے ہوئے واصل بالله ہوئے۔

تحریک پاکستان کو تقویت پہنچانے میں آپ کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ۲۳ شعبان المظہم ۱۳۲۳ھ / مارچ ۱۹۲۵ء میں مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور سیاسی ترقی کے لئے مقندر علماء نے ”آل انڈیاسی کانفرنس“ کی بنیاد رکھی، کانفرنس کے باñی اراکین میں ججۃ الاسلام کا اسم گرامی سرفہرست ہے، کانفرنس کے پہلے تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان المظہم ۱۳۲۳ھ / ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء مراد آباد میں بھیت صدر مجلس استقبالیہ جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشرتی، عمرانی غرض ہمہ وجوہ ترقی کے واضح اور مکمل لائے عمل پر بنی ہے، وقت گزرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشان راہ ہے، اسی خطبہ میں آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی بجائے مسلمانوں کے آپس میں اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا: ”بے شک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوٹ کر زیادہ وزن کھینچا جا سکتا ہے لیکن بکری اور بھیڑیے کو ایک جمع کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔“ (ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲، شمارہ ۱۰، ص ۶۰)

۲۶ مفتی اعظم ہند: مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمہ خلف اصغر و خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہیں، آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد ماجد امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ مارہرہ شریف میں تھے، وہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خواب میں دیکھا کہ لڑکا پیدا ہوا اور خواب میں ہی ”آل الرحمن“ نام رکھا حضرت مخدوم شاہ ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ نے ابوالبرکات مجی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا ”محمد“ کے نام پر عقیقہ ہوا اور عرف مصطفیٰ رضا قرار پایا، آپ نے مولانا شاہ رحم الہی منگوری علیہ الرحمہ سے خصوصی تعلیم حاصل کی، ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے دارالافتاء میں ان کے رفیق کا رہے۔

آپ نے ”آل انڈیاسی کانفرنس“ کے ہر اجلاس میں باقاعدگی سے شرکت فرمائی، ۱۹۴۶ء میں آل انڈیاسی کانفرنس ہنارس میں مشائخ و علماء کی جو کمیٹی دستور مرتب کرنے کے لئے منتخب کی گئی آپ کو اس میں سرفہرست رکھا گیا، نیز مرکزی ”دارالافتاء“ کے سرپرست بھی تجویز کئے گئے۔

تحریک پاکستان کی حمایت میں ”آل انڈیاسی کانفرنس“ کے مشاہیر علماء و مشائخ کا متفقہ فیصلہ اخبار ”بدبہ سکندری“، رامپور شائع ہوا، جس میں مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کا نام سرفہرست ہے اس تاریخی فیصلہ کا متن ملاحظہ کیجئے: ”آل انڈیاسی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو، جیسے کہ ایکیش کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ جس سنتی مسلمان کو بھی اٹھائے سنتی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں ووٹ دے سکتے ہیں دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنتی کانفرنس کے نزدیک محمود مستحسن ہے۔“

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے واکرائے ہند کے نام ایک ٹیلی گرام میں بھی اس بات پر زور دیا کہ صرف مسلم لیگ میں ہندوستان کی ملنوں کی
نمائندہ جماعت ہے، مسلم لیگ کے موقف کی حمایت میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تاریخی خبر اور دیگر علمائے بریلی کا بیان ۷ فروری ۱۹۳۶ء
بھی منظر عام پر آیا۔

۱۹۳۶ء کے فیصلہ گن ایکشن میں مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے امیدوارے حق میں سب
سے پہلا ووٹ ڈالا، لیکن رضا کار انہیں جلوس کی شکل میں مفتی اعظم پاکستان کے نفرے لگاتے ہوئے واپس آستانہ رضویہ تک لاۓ، اس تاریخی
واقعہ کو مولانا تقدس علی خان بریلوی علیہ الرحمہ نے مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کے نام ایک خط میں یوں فرمایا ہے: ”حضرت مفتی اعظم
ہند قدس سرہ العزیز غالباً ۱۹۳۶ء کے ایکشن میں جس میں کانگریس اور مسلم لیگ کا = سخت مقابلہ تھا اور یہ فیصلہ ہونا تھا کہ پاکستان بنے یا نہیں؟
اس میں اول ووٹ حضرت کا ہوا، امیدوار عزیز احمد خاں ایڈو ویٹ تھے، عزیز احمد خاں مسلم لیگ کی طرف سے تھے اور ووٹ ڈالنے کے بعد
حضرت کو جلوس کی شکل میں مسلم لیگ کے رضا کار ”مفتی اعظم پاکستان“ کے نعروں کے ساتھ آستانہ شریف پر واپس لاۓ۔ (ماہنامہ ضیائے
حرب، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱۰، ص ۲۷-۲۸)

۲۷۔ صدر الشریعہ: حکیم ابوالعلاء صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اعظم گڑھ یوپی کے ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں،
ابتدائی گذب اپنے جد امجد اور بھائی مولانا محمد صدیق علیہ الرحمہ سے پڑھیں، بعد ازاں مدرسہ حنفیہ جونپور میں مولانا ہدایت اللہ خاں علیہ الرحمہ سے
کسپ فیض کیا، پھر امام الحمد شیخ علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے پڑھنے کے بعد بارگاہِ رضوی سے مسلک ہو گئے اور خلافتِ سلسلہ رضویہ
 قادریہ واجازتِ حدیث سے نوازے گئے۔ دارالعلوم ”منظراً اسلام“ بریلی میں برسوں حدیث اور دوسرے فنون کی تعلیم دی، بارہ سال اجمیر مقدس میں
صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔

صدر الشریعہ علام محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ دو قوی نظریہ کے عظیم مبلغ اور راہنمائی، مارچ ۱۹۲۱ء / ۱۴۳۹ھ کو بریلی میں جمعیۃ العلماء ہند کا
اجلاس منعقد ہوا، جس میں ابوالکلام آزاد، کے علاوہ دوسرے لیڈر بھی شریک ہوئے، جمیعت کے لیڈر اس جوش و خروش سے آئے تھے کہ گویا
”ہندو مسلم اتحاد“ کے مخالف علماء اہلسنت کو لا جواب کر دیں گے، مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے جماعت رضاۓ مصطفیٰ بریلی کے شعبہ
علیہ الرحمہ کے صدر کی حیثیت سے اراکین جمیعت کے ہندوؤں سے اتحاد کے بارے میں سترسوالت (اتمام جلت نامہ) مرتب کر کے قائدین
جماعت کو بھجوایا، بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے پچھوئیں عرس مبارک منعقدہ ۲۵، ۲۳ جنوری ۱۹۳۶ء کو بریلی^۱ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ / ۳۰، ۲۸ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ / ۲۳ جنوری ۱۹۳۶ء کو بریلی^۲
شریف میں تحریک پاکستان کی راہ ہموار کرتے ہوئے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا: ”ہماری تمام سنّتی کانفرنسیں جو ملک کے گوشے گوشے میں ہر ہر
صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں، چنانچہ پچھلے ایکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں = کامیاب ہوئیں اور
کانگریس کو شکست ہوئے، سنّتی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں، اس وقت ہم پھر بھی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور
کانگریس کے کھرے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمیعت علماء دیوبندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی
ہے۔ اس کے علاوہ احرار و خاکسار یونیٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدپنچھ رہی ہے یا جو کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے
ہیں، مسلمان ہرگز ان کی فریب کاری میں نہ آئیں۔

اپریل ۱۹۳۶ء میں بنا رہا کے مقام پر منعقد عظیم الشان ”سنّتی کانفرنس“، کو قیام پاکستان کی بنیاد کی حیثیت حاصل ہے، اس میں اسلامی
حکومت کے لئے لائچہ عمل مرتب کرنے کے لئے جلیل القدر علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے ممتاز اراکین میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ
 شامل تھے۔ (ماہنامہ ضیائے حرب، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱۰، ص ۲۱-۲۲)

۲۸۔ مفتی برہان الحق جبل پوری: مفتی اسلام مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ کی ولادت جبل پور (مدھیا پردیش، بھارت) میں
ہوئی، ابتدائی تعلیم عم مختار مقاری بشیر الدین علیہ الرحمہ اور والد ماجد مولانا عبد السلام جبل پوری علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ پھر بریلی شریف حاضر
ہوئے اور دارالاوقاء میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے ارشادات قلم بند کرتے رہے، کم و بیش تین سال بریلی شریف میں کسپ فیض کیا، امام
احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے نہ صرف آپ کے بلکہ آپ کے جدا ماجد مولانا عبد الکریم علیہ الرحمہ اور والد ماجد مولانا عبد السلام علیہ الرحمہ
کے بھی گھرے مراسم اور تعلقات تھے، والد ماجد کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔

مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے بھی اعلیٰ حضرت کے دیگر خلفاء کے ساتھ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ ”آل اندیسا سنّتی
کانفرنس“، میں بڑھ چڑھ کر کاوشیں کیں، جبل پور میں اس کی شاخ قائم کی اور بنا رہا کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ آپ تحریک پاکستان کو کامیاب
کرنے کے لئے مسلم لیگ جبل پور کے صدر مقرر ہوئے، کیم تا ۳ جنوری ۱۹۳۰ء جبل پور (سی پی) کے تاریخی اجلاس میں صدر مسلم لیگ نے جو

خطبہ صدارت پیش فرمایا اس کا ایک ایک لفظ علمائے اہلسنت کی سیاسی بصیرت، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے ساتھ وابستہ تھا اور ان میں عوام اہلسنت کی جذباتی کیفیات کا آئینہ دار ہے، اسی خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا: ”اس کانفرنس کے انعقاد سے ہمارا یہ مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی آواز ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچا کر دنیا کو اپنی مظلومانہ حالت بتائیں اور اپنے اضلاع صوبہ سی۔ پی کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے منظم اور متحد ہونے کی دعوت دیں۔“

۱۹۲۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کی بعد آپ نے ملک کے طول و عرض میں دورے کئے، سرحد، پنجاب، سندھ میں تحریک پاکستان کی حمایت میں زور دار تقریریں گیس پاکستان کی آزادی کے لئے آپ کی کوششوں کو قائد اعظم محمد علی جناح نے سراہا اور شکریہ کا خط بھی لکھا اس ضمن میں آپ خود فرماتے ہیں: ”فقیر نے تغیر پاکستان میں جو نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن کو تقویت دینے کے لئے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کا پورا دورہ کیا اور اس سلسلے میں فقیر کی جو تقریریں ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے، جو بعونہ تعالیٰ قلم بند ہے مگر فقیر اپنی شہرت کا بھی طالب ہوانہ اس کی ضرورت سمجھی۔ مسٹر جناح کے ایک شکریہ کا خط بھی محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ میرے کوششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو ہر قسم کے شر و فساد اور پریشانی سے محفوظ رکھے، آمین۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱۰، ص ۶۷-۶۸)

۲۹ حضرت پیر عبدالرحمٰن اور پیر عبدالرحیم شہید دنوں نے تحریک پاکستان کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لئے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔

۳۰ مفتی اعظم سرحد: مولانا شائستہ گل بن مولانا محمد علی (۱۸۳۷ء-۱۹۲۵ء) بن ملک العلماء مولانا عمر دراز کی ولادت ۱۸۹۱ء میں موضع لنڈی شاہ متنہ ضلع مردان ضلع مردان (سرحد) کے یوسف ”یوسف زئی منڈ را فغان قبیلہ“ میں ہوئی، والد گرامی کے علاوہ مختلف نامور علماء سے علمی استفادہ کیا، سندھی حدیث مولانا عبدالعلی دہلوی سے حاصل کی، نیز جون پور (بھارت) کے دارالعلوم حنفیہ سے بھی دورہ حدیث کی تشكیل کر کے سندھ فراغت حاصل کی، قرأت مولانا مولوی قاری عبدالسلام بن عبدالرحمٰن پانی پتی سے پڑھی، تمیں سال کی عمر تمام علوم مرتبہ معقول و منقول میں کمال حاصل کر لیا، فراغت علم کے بعد درس و تدریس اور اقتاء کو مقصود حیات بنا لیا، اپنے گاؤں ”دارالعلوم حنفیہ سُنّیہ“ کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس میں درس نظامی کا مکمل اہتمام تھا۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ زاہدیہ میں حضرت پیر عبدالوہاب آف مانگلی شریف (۱۷۹۱ء-۱۹۰۳ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی، مذہبی مصروفیات و خدمات کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی بھرپور دلچسپی لی اور ”تحریک خدائی خدمتگار“ میں شامل ہو کر خان عبدالغفار خان کے دو بدوش آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا، مگر جب خان موصوف نے اپنی تنظیم کو انڈین نیشنل کانگریس میں مدمغہ کر دیا تو آپ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

۱۹۲۵ء میں پیر صاحب مانگلی شریف محمد امین الحنات نے آپ کے مشورے سے مانگلی شریف میں علماء و مشائخ کی کانفرنس طلب کی جس میں سینکڑوں علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی، اس عظیم الشان اجتماع میں ”جمعیت الاصفیاء“ کی تشكیل عمل میں لائی گئی جس کا ناظم مولانا شائستہ گل اور صدر پیر مانگلی شریف کو منتخب کیا گیا، اس اجتماع کی صدارت پیر مصصوم چوراہی نے کی تھی، اس اجتماع میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا گیا، پھر مسلسل دورے کر کے مولانا شائستہ گل نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی جڑیں ماضبوط کیں حتیٰ کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب صوبہ سرحد میں مسلم لیگی وزارت خان عبدالقیوم خاں نے سنبھالی تو مولانا شائستہ گل نے اپنی تقاریر میں نفاذ شریعت کا مطالبہ شروع کر دیا، مسلم لیگ کے جلسہ کوہاٹ میں شریک ہو کر مسلم لیگ کو شریعت کے نفاذ کا وعدہ یاددا کر پڑ زور مطالبه کیا، حکومت کو آپ کی یہ بات ناگوار گزری اور واپسی پر درہ کوہاٹ کی چوٹی پر آپ کو پکڑ کر تین دن تک حوالات میں بند کر دیا گیا، بعد ازاں گیارہ ماہ کے لئے خارج از پاکستان کر دیا، آپ وہاں سے سیدھے سو اتے میں تھانہ کے مقام پر گئے اور وعظ و نصیحت میں مصروف ہو گئے، اب آپ کو مسلم لیگ سے گلی طور پر مایوسی ہو گئی، اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے عائد حقہ کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

آپ کی وفات حضرت آیات ۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۱ء بروز منگل مردان میں ہوئی اور وہیں پر دخاک ہوئے۔ ملخا (تحریک پاکستان اور علمائے کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری، ص ۳۹۹-۳۹۷)

۱۱ پیر آف مانگلی شریف: پیر محمد امین الحنات بن پیر عبد الرؤف (ف ۱۹۳۲ء) بن پیر عبدالحق (ف ۱۹۲۸ء) بن پیر عبدالوہاب قادری (ف ۱۹۰۳ء) کی ولادت ۱۹۲۲ء / ۳ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ بروز بدھ خانقاہ قادریہ مانگلی شریف ضلع پشاور میں ہوئی، بھر چھ سال والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور گیارہ بارہ سال بعد شفقت پدری سے بھی محروم ہو گئے، حفظ قرآن پاک کے بعد مختلف علماء کرام سے جملہ علوم متداولہ کی تحصیل کی، دوران تعلیم ہی والدہ ماجدہ کی رحلت پر سجادگی کی ذمہ دار یوں کا بوجھا اٹھانا پڑا۔

پیر صاحب مانگی شریف انتہائی فعال، بلند اخلاق، مبدراً اور دلنشد انسان تھے، انہوں نے روحانیت اور سیاست کے میدان میں اپنے نقش چھوڑے ہیں۔ ہندو اقلیت والے صوبہ سرحد میں اسلام کو ہندو اکثریت والے صوبوں سے زیادہ خطرہ درپیش تھا، آخر بہت سوچ بچار کے بعد پیر صاحب نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو مانگی شریف میں علماء و مشائخ کی کانفرنس طلب کی جس میں سینکڑوں جیجی علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی، اس عظیم الشان اجتماع میں "جمعیت الاصفیاء" کی تشکیل عمل میں لائی گئی، پیر صاحب کو مجبور کر کے اس کا صدر بنایا گیا، آپ نے اعلان کیا کہ "انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کی حمایت کی جائے گی، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایک علیحدہ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی بھرپور حمایت کرے اور اس کے بنانے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے"۔

۱۹ نومبر ۱۹۲۵ء کو قائدِ اعظم جب پشاور پہنچنے تو ایک شاندار اور تاریخی جلوس نکالا گیا، اس میں ایک مینگ قائدِ اعظم صدارت میں ہوئی جس میں پیر صاحب مانگی شریف اور دوسرے اہم مسلم لیگی لیڈر شریک ہوئے، اس موقع پر پیر صاحب نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا۔ اپریل ۱۹۲۶ء میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ مجدد علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت "آل انڈیا سنٹری کانفرنس" بینارس کا انعقاد ہوا تو پیر صاحب مانگی شریف نے سرحد کے علماء و مشائخ کی کثیر تعداد کے ساتھ اس میں شرکت کی اور اڑھائی گھنٹے تک خطاب فرمایا، دورانِ تقریباً آپ نے فرمایا کہ "میں نے قائدِ اعظم سے وعدہ لیا ہے کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو دھوکا دیا یا اسلام کے خلاف کوئی نظام جاری کرنے کی کوشش کی تو آج ہم جس طرح آپ کو دعوت دے رہے ہیں اور آپ کی قیادت کو مان رہے ہیں کل اس طرح اس کے بر عکس ہو گا"۔

۲۱ فروری کو دن کے دو بجے چوک یادگار پشاور میں پیر صاحب مانگی شریف کی زیر پرستی مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس سے خان فدا محمد خان، خان بخت جمال خان اور ارباب عبدالغفور خان نے خطاب کیا، پیر صاحب کے ہزاروں مرید اس جلسے میں شریک تھے۔

تحریک سول نافرمانی میں پیر صاحب مانگی شریف نے پورے صوبے کا طوفانی دورہ کیا، تقریبیں اور رائے عامہ کو بیدار کیا، ۲۸ مارچ ۱۹۲۷ء کو گرفتار کر لئے گئے اور ۳ جون ۱۹۲۷ء کو رہا ہوئے۔ ۱۳ اگست ۱۹۲۷ء کو قائدِ اعظم نے کراچی سے فون پر آپ کو قیام پاکستان کی مبارک بادوی اور کہا: "پاکستان" قائم ہو گیا اور یہ سب آپ کی برکت ہے، جواباً پیر صاحب نے بھی مبارک بادوی۔ قیام پاکستان کے بعد پیر صاحب مانگی شریف کو وزارت کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے کمال بے نیازی سے فرمایا کہ "دو یشوں کو وزارت سے کوئی سروکار نہیں"۔

۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء / ۱۳۷۹ھ کو مانگی شریف سے ایک جاتے ہوئے آپ کی کار فتح جنگ کے قریب حدائقے کا شکار ہو گئی، ڈرائیور نے تو موقع پر دم توڑ دیا مگر آپ بری طرح زخمی ہو جانے کی وجہ سے ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں داخل کئے گئے لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر ۲۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو یہ روحانی پیشووا اور مجاہد آزادی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ملخصاً (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، مؤلفہ محمد صادق قصوری، ص ۱۳۳-۱۵۶)

۲۲ شیخ القرآن: شیخ القرآن مولانا علامہ محمد عبد الغفور بن مولانا محمد عالم کی ولادت با ساعت ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء بروز جمعۃ المبارک ہری پور ضلع ہزارہ کے قریبی گاؤں چنبہ پنڈ میں ہوئی، آپ کا خاندان کئی پشتون سے علم و ادب کا گھووارہ تھا، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد مختلف اساتذہ کرام سے استفادہ کیا، پھر دہلی کے مختلف مدارس میں پڑھنے کے بعد بریلی شریف تشریف لے جا کر اعلیٰ حضرت فاضل مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادہ ججۃ الاسلام سے مولانا شاہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ سے زانوئے تلمذ طے کیا، فارغ التحصیل ہونے کے بعد بریلی شریف ہی میں مند درس و تدریس پر فائز ہو گئے، قابلیت ولیاافت کا یہ عالم تھا کہ مشکل ترین مسائل کو بھی نہایت آسانی سے حل کر دیا کرتے تھے، اسی بنا پر حضرت ججۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو "ابوالحقائق" کا خطاب بخشنا۔

حضرت شیخ القرآن نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۱۲ جولائی ۱۹۳۵ء کو لاہور کی تاریخی جلسہ گاہ موچی دروازہ "مجلس اتحاد ملت" کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو مرکزی نائب منتخب کیا گیا، مجلس اتحاد ملت کے پلیٹ فارم سے آپ نے گرانقدر خدمات انجام دیں، ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے اور قیام پاکستان تک ہر طرح سے اس کی معاونت کرتے رہے، مسلم لیگ میں شمولیت کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ، ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا لیگ کا سالانہ کلکتہ میں انعقاد پذیر ہوا، ۱۹ اپریل کے اجلاس میں قائدِ اعظم کی موجودگی میں آپ نے "مجلس اتحاد ملت" کے توازنے اور مسلم لیگ میں مغم کرنے کا اعلان کیا، آپ نے اپنی پرمغز تقریر میں کہا: "آج سے ہم اپنی "مجلس اتحاد ملت" کو مسلم لیگ میں مغم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اب ہم مسلم لیگ کے پرچم تسلی ملک و قوم کی خدمت سرانجام دیں گے، اس جماعت کے "جیش نیلی پوش" اب مسلم لیگ کے سپاہی ہوں گے"۔

مارچ ۱۹۳۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس وقت بر صیریتے ممتاز سالم یکی یید رشیف فرماتھے، الہست کی نمائندگی مولانا عبدالحامد بدایوی اور حضرت شیخ القرآن وغیرہما کر رہے تھے۔ ۱۹۳۱ء میں آپ نے وزیر آباد ”پاکستان کا نفرنس“ منعقد کرائی، یہ صوبہ پنجاب میں پہلی کانفرنس تھی جس میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی گئی۔

فروری ۱۹۳۶ء کے صوبائی انتخابات میں حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگ امیدواروں کی حمایت میں طوفانی دورے کئے، ان کے اپنے حلقة پنجاب اسیلی گوجرانوالہ شہری میں مسلم لیگ کے امیدوار چودھری صلاح الدین چھٹہ آف احمد نگر تھے، حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگ امیدوار کی ڈٹ کر حمایت کی اور اسے کامیاب و کامران کرایا۔

جنوری ۱۹۳۷ء میں سر خضر حیات ٹوانہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی اور گورنر پنجاب مسٹر ڈگلس نے مسلم لیگیوں سے خائف ہو کر باغی قرار دیا اور دھڑکنے کی شروع ہو گئیں، ضلع گوجرانوالہ میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گرفتاری کی سعادت سب سے پہلے حضرت == شیخ القرآن ہی کے حصہ میں آئی، اس کے بعد دوسرے کارکن گرفتار ہوئے، حضرت شیخ القرآن نے اپنے زمانہ اسیری کو ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں بڑی ہمت و پامردی اور خندہ پیشانی سے گزارا۔

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد آپ نے سیاست کو خیر آباد کہہ دیا اور اپنی تمام توجہ اسلام کی خدمت پر مرکوز کر دی۔ ۱۹۵۳ء کی ”تحریکِ ختم نبوت“ میں کفن بردوش ہو کر دیگر مجاہد علماء کے ساتھ میدان میں آگئے اور اپنے جادو بیانی سے ملک میں مزاییت کا ناطقہ بند کر دیا۔

آپ شروع ہی سے صحیح کی سیر کے عادی تھے، چنانچہ رشعیان المعمظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۹ راکتوبر ۱۹۴۷ء بروز جمعۃ المبارک جب معمول وزیر آباد کے نواحی نالہ پلکھو سے جیلی روڈ پر گزر رہے تھے کہ اچانک ایک ٹرک کی زد میں آگئے، جس سے آپ بُری طرح زخمی ہو گئے، فوراً ہسپتال پہنچایا گیا، آپ کے ضبط و تحمل ملاحظہ ہو کہ آخری لمحات میں آنکھیں کھوں کر فرمایا: ”میں نے مجرم کو معاف کیا“۔ اور پھر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جاملے۔ ملخصاً (تحریک پاکستان اور علمائے کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری، ص ۳۲۳-۳۳۰)

۳۴۔ پیر آف زکوڑی شریف: تحریک پاکستان کے نامور مجاہد قائد اعظم کے معتمدرفیق اور ممتاز روحانی پیشوای پیر عبداللطیف کی ولادت ۱۳۲۳ھ / ۲ نومبر ۱۹۱۳ء بروز پیر خانقاہ عالیہ زکوڑی شریف، ڈیرہ اسماعیل خاں (صوبہ سرحد) میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا فقیر عبدالقادر (ف ۱۹۱۹ء) بن مولانا پیر محمد حسن (ف ۱۸۹۷ء) بن امام المشائخ حضرت فقیر محمد رضا نوحانی زکوڑی (ف ۱۸۵۷ء) تھا۔ میشرک کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لئے زکوڑی شریف، بنوں اور سینیل شریف میں مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ کیا، ۱۹۳۲ء میں اپنے بڑے بھائی مولانا پیر بھائی مولانا پیر عبد اللہ خاں کی رحلت کے بعد سجادہ نشین بنے۔

۳۵۔ ۱۹۳۹ء میں ڈیرہ اسماعیل خاں میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی، پیر صاحب بھی اپنے دوستوں سمیت مسلم لیگ میں عملی طور پر شریک ہو گئے، ۱۹۴۰ء میں جلسہ قرارداد پاکستان کے موقع پر ۲۳ مارچ کو نوجوان پیر صاحب نے ڈیرہ اسماعیل خاں کی نمائندگی کی اور پھر تحریک پاکستان کو ہر دل کی دھڑکن بنانے کے لئے صوبہ سرحد کے کونے کونے میں دورے کر کے مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں اور جلسے کئے، دوسرے صوبوں سے بھی مقرریں کو بلایا جن میں نواب بہادر یار جنگ (ف ۱۹۲۲ء)، مولانا کرم علی ملیح آبادی (ف ۱۹۷۲ء) اور مولانا عبدالحامد بدایوی (ف ۱۹۷۰ء) بھی شامل تھے۔

۳۶۔ ۱۹۳۶ء میں صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو فعال بنانے کے لئے تین بورڈ کا نام سلیکشن بورڈ تھا جس کا کام آئندہ انتخابات کے لئے موزوں امیدواروں کا انتخاب تھا، پیر زکوڑی شریف کو اس بورڈ کا ممبر منتخب کیا گیا، اس بورڈ نے تمام سرحد کا دورہ کیا۔ تمام صوبہ کا دورہ کرنے کے بعد بورڈ نے اپنے اجلاس میں عام انتخابات کے لئے بالاتفاق ملک تقسم کئے، پیر صاحب کو حلقة لکھی مغربی سے نامزد کیا گیا۔ جب انتخابات کا نتیجہ نکلا تو پچاس کے ایوان میں سے مسلم لیگ کے حصہ میں سترہ سیٹیں آئیں جن میں سے دو تین سیٹیں صرف پیر صاحب کی وجہ سے جیتی گئیں، پیر صاحب اپنی سیٹ سے ۱۷۵۵ ووٹ لے کر جیت گئے جب کہ ان م مقابل آزاد امیدوار خان عبدالستار کو ۲۷۳ ووٹ ملے۔ اس کے بعد سرحد میں ڈاکٹر خانصاحب کی کانگریسی وزارت نے مسلمانان سرحد کا قافیہ نگک کر دیا، ان پر بے پناہ مظلوم توڑے گئے، آخر صوبہ سرحد کے عوام باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ گئے، حکومت نے مسلمانوں پر پابندی عائد کر دی، مسلم لیگ کے اہم لیڈروں کو گرفتار کر لیا اور گرفتار شدگان کی اکثریت ڈیرہ اسماعیل خاں میں پابندی نجیگری کی گئی جن میں پیر ماگی شریف شامل تھے۔

جیل میں تمام سیاسی قیدی پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرتے جن کی امامت کے فرائض پیر صاحب زکوڑی شریف ادا فرماتے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو اسرائیل کا اعلان ہوا جس کے تحت تقسیم ملک کا فیصلہ کیا گیا، صوبہ سرحد میں استھواب رائے کا مرحلہ آیا تو ملک بھر کے سیاسی قیدیوں کو رہا کر دینے کا اعلان ہوا، اس طرح پیر صاحب اور ان کے ہزاروں ساتھی جیل سے باہر آئے۔

دیگر مسائل زیر بحث آئے اور آخر میں بالاتفاق صوبہ سرحد کے لئے ریفرنڈم کا سربراہ پیر صاحب زکوڑی شریف کو مقترن یا یگی۔ ریفرنڈم کے لئے کانگریس کے صندوقچے کارنگ سرخ اور مسلم لیگ کے صندوقچے کارنگ بزرگ، ان سرخ اور بزرگ کے الفاظ سے فائدہ اٹھا کر پیر صاحب جلوس میں اپنی خطابت کے یوں جوہر دکھاتے: ”لوگو! دیکھو، جہنم کارنگ سرخ ہے، آگ کے شعلے سرخ ہیں، انگریز کا منہ سرخ ہے، بندرا کا چہرہ سرخ ہے، تباہی مچانے والی آندھی کارنگ سرخ ہے اور کفر کے صندوق کا بھی رنگ سرخ ہے جو اس سرخ صندوق میں ووٹ ڈالے گا وہ جہنم کی دہقی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔ اس کے مقابلے میں چمن زار بزر ہے، روضہ مبارک کارنگ بزر ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جبہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے علم کارنگ بزر ہے، مسلم لیگ کے پرچم کارنگ بزر ہے جو اس بزرگ کے صندوق میں ووٹ ڈالے گا وہ بہشت کے بزر رنگ کے پرندوں کے ساتھ بہشت میں خوشی سے پرواز کرے گا“۔ آخر پیر صاحب اور ان کے مغلص ساتھیوں کی سعی و کاوش رنگ لائی، ریفرنڈم کے دن پولنگ اسٹیشنوں پر پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے والوں کی لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں، لیکن کانگریس کے پنڈاں والوں میں ہو کا عالم طاری تھا، جب پولنگ کا نتیجہ لکلا تو پاکستان کے حق میں ۲۸ لاکھ ۹ ہزار اور ہندوستان کے حق میں صرف ۲۷ ووٹ پڑے۔

قیام پاکستان کے بعد پیر صاحب اس نوزائدہ مملکت کی فلاج و بہبود کے لئے ہمہ تن مصروف رہے، حق گوئی و پیمائی کی ان کا شیوه رہا، بدیں سب کئی بار قید و بند کی صعبوتوں سے نبرد آزمار ہے، ۲۳ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ / ۲۷ فروری ۱۹۷۸ء بروز پیر اڑھائی بجے علی اصح ملتان میں دل کا دورہ پڑنے سے آپ کی رحلت ہوئی، جس دی مبارک کو خانقاہ زکوڑی شریف میں لا کر سپرد خاک کیا گیا۔ (ملخصاً از ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱۰، ص ۵۰-۵۷)

۳۲ میں مولانا عبدالستار خان نیازی: آپ ۲۲ ذی قعده ۱۳۳۳ھ / ۱۵ کتوبر ۱۹۱۵ء کو ایک پنیوالہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کے ایک متاز خاندان میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں، پھر عیسیٰ خیل میں حاصل کی، میڑک کے بعد ڈاکٹر اقبال کے قائم کردہ اشاعت اسلام کالج میں ۱۹۳۲ء میں داخل ہوئے، ۱۹۳۵ء میں اسی کالج سے ماہر تبلیغ کورس میں اولین پوزیشن حاصل کر کے ڈاکٹر اقبال کے دستِ مبارک سے سند حاصل کی ۱۹۳۶ء میں اسی کالج میں تحریڈ ایئر میں داخلہ لیا، اسی سال ”وی پنجاب مسلم استوڈنس فیڈریشن“ کی بنیاد رکھی، ۱۹۳۸ء میں بی اے کے امتحان میں کامیاب ہوئے، پھر ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۰ء کے لئے مسلم لیگ ضلع میانوالی کے کنویز و صدر منتخب ہوئے، ۱۹۴۰ء میں ایم اے عربی میں داخلہ لیا، اکتوبر ۱۹۴۰ء کو بھلی میں محمد علی جناح سے پہلی ملاقات ہوئی، ”قرارداد پاکستان“ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے جس اجتماع میں پیش کی گئی اس میں اشیج پرہلسن کے دیگر عوائدین کے ساتھ آپ بھی موجود تھے، ۱۹۴۱ء میں بانی پاکستان کی زیر صدارت میں ”پاکستان کافرنسل“ میں خطاب کیا، ۱۹۴۱ء میں بانی پاکستان کے مخالفت اخبارات کے خلاف بھرپور احتجاج کیا اور لاہور میں اخبار سوزی کے ناقابل فراموش مناظر پیش کئے، ۱۹۴۲ء میں ضلع مسلم لیگ میانوالی کے دوبارہ صدر منتخب ہوئے، ۱۹۴۳ء میں اجمن نعمانیہ ہند لاہور کے ڈپٹی جزل سیکریٹری بنائے گئے۔ ۱۹۴۵ء میں مولانا نیازی نے معروف صحافی اور رکن مسلم لیگ میاں محمد شفیع کے ساتھ مل کر ”پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی، ۱۹۴۵ء کو جب کہ آپ ضلع مسلم لیگ میانوالی کے صدر، صوبائی مسلم لیگ کے سیکریٹری تھے تو آپ کے حریقوں نے ایک سازش کے تحت گرفتار کروادیا، ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے گراؤنڈ میں امیر ملت سید جماعت علی شاہ مجدد علی پوری کی زیر صدارت ایک عظیم الشان کافرنسل ہوئی، جس کا مقصد پنجاب میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کرنا تھا اور اگلے ماہ ہونے والے ایکش میں مسلم لیگ کو بھاری اکثریت سے کامیاب کرنا تھا، اس کافرنسل میں اکابر اہلسنت مولانا ابوالحنیث قادری (ف ۱۹۶۱ء)، مولانا عبدالحکیم بدایوی (ف ۱۹۷۰ء)، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (ف ۱۹۷۰ء)، خواجہ قمر الدین سیالوی (ف ۱۹۸۱ء)، مخدوم محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (ف ۱۹۳۹ء)، خواجہ غلام مجید الدین گولڑوی (ف ۱۹۷۳ء)، پیر صاحب مانگی شریف (ف ۱۹۶۰ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے علاوہ مولانا نیازی نے خطاب کیا، ۱۹۴۶ء کے ایکش میں صوبائی سیٹ کے لئے مولانا نیازی کو بانی پاکستان کی ہدایت پر نکٹ دیا گیا اور آپ نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی، ۱۹۴۷ء کو سول نافرمانی کی تحریک میں مولانا نیازی نے گرفتاری پیش کی، اس طرح جب ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آگیا، اس کے بعد انگریز کے کاسہ لیس، سرمایہ دار کیونٹ ذہنیت رکھنے والوں نے ”نظریہ پاکستان“ کو الجھانے اور ملک میں فکری انتشار اور رہے دینی پھیلانے کی سازشیں شروع کیں اور وہ جا گیردار اور کیس جو قیام سے قبل اسلام، اسلام کا نعرہ لگاتے تھے، اسلام سے راہ فرار اختیار کرنے لگے تو مولانا نیازی نے مسلم لیگ کے اندر ۱۹۴۸ء میں ایک اپوزیشن ”خلافت پاکستان گروپ“ کی اور گویا پاکستان کی پہلی اپوزیشن تھی۔ بہر حال مولانا نیازی نے قیام پاکستان سے قبل اسلام اور قیام پاکستان کے لئے گرفتار خدمات سرانجام دیں اور قیام پاکستان کے بعد بھی گوشه نشینی اختیار نہیں کی بلکہ دین اسلام اور ملک و قوم کی حمایت میں فعال کروارادا کرتے رہے خصوصاً ”تحریک ختم نبوت“ میں آپ کا مجاہدانہ اور سفر و شانہ کردار ناقابل فراموش ہے کہ جس میں آپ کو سزاۓ موت ہوئی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل کر دی گئی۔ آخر تک آپ نے ملک میں

نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی کوششیں جاری رکھیں بالآخر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء بروز بدھ آپ نے نمازِ فجر ادا کی اس کے بعد ذکر کرواد کاریں مشغول تھے کہ ۵:۵ پر حرکت قلب بند ہونے سے جان، جان آفرین کے پروردگردی ملخا۔ (ماخوذ از کتاب حیات، خدمات، تعلیمات مجاهدین مولانا عبدالستار خان نیازی)

۵ یہ اعداد و شمار شش الاطباء حکیم محمد حسین بدر (علیہ) نے بیان کیا جو اس عدمی الظیر اجلاس میں شامل تھے، بحوالہ سات ستارے، ص ۸۳، مطبوعہ لاہور (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، ص ۱۰۸) اور پروفیسر محمد اکرم رضا نے بیان کیا (ماہنامہ ضیائے حرم، اگست ۱۹۹۰ء، ص ۷۲)

۶ یعنی مخالفین پاکستان اس حقیقت کا بر ملا اعتراف کرتے ہیں کہ سنی اکابرین مسلم لیگ کے ہمواتھے، ان میں سے صرف دو بیانات درج ذیل ہیں:

۱۔ خان عبدالغفار خان جسے سرحدی گاندھی کہا جاتا تھا اس نے کہا: ”حکومت اور مسلم لیگ نے اور سرحد کے گدی نشین پیر اور پرہیز گارب کو کوٹھڑیوں سے نکال کر ایکشن میں جھوٹ دیا تھا“۔ بحوالہ اقبال، قائد اعظم از رشید محمود راجا، ص ۱۲۳ (حکیم الہست اور تحریک پاکستان، ص ۸۲)

۲۔ مشہور کانگریسی مولوی دارالعلوم دیوبندی بڑی شخصیت مخالفین پاکستان کے اول دستے کے سالارِ اعظم مولوی حسین احمد دیوبندی کا اعتراف ”خود علماء کس حال میں ہوں گے، کیا آپ کی نظر سے یہ نہیں گزرا کہ اسی پنڈال میں (مسلم لیگ) کے اجلاس کے بعد علماء کا اجلاس ہوا، اور بھرپنڈی شریف کے پیر صاحب نے صدارت فرمائی، مولانا جمال صاحب، صاحبزادہ مولانا عبدالباری صاحب مرحوم فرجگی محل اور مولانا عبدالحامد بدایوئی اور بہت سے حضرات ان دونوں ان تمام اجلاسوں میں شریک رہے، جب حالت اس درجے بدل گئی ہے کہ مسلم عوام، ارباب طریقت، ارباب شریعت سب کے سب اس سیالاب (مسلم لیگی مشن) کی نذر ہوتے ہوئے دین اور احکام دین سے برگشتہ ہونے جا رہے ہیں تو جمیعت (علماء ہند) کے مٹھی بھرا فراد اپنی خستہ حالی کے ساتھ کے کر سکیں گے“۔ بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد اول، مؤلفہ نجم الدین اصلاحی، مکتبہ دینیہ دیوبند، ص ۲۶۰ (حکیم الہست اور تحریک پاکستان، ص ۸۲)

ثاندوی سے دیوبندی، پھر دیوبندی سے مدفنی کہلوانے والے حسین احمد کا یہ بیان اعتراف حقیقت کے ساتھ ساتھ تعجب خیز ہے کہ باعثیں ہزار سے زائد مشائخ و علماء تو قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ کی حمایت اور عملی سعی میں شریک ہونے کی وجہ سے دین اور احکام دین سے برگشتہ ہو گئے اور تم اور تمہارے ہم ملک ہندوؤں کی حمایت کر کے، مسلمانوں کی مخالفت کر کے، انہیں انگریزوں کی غلامی سے نجات ملنے پر ہندوؤں کی غلام بنانے کی ناکام سعی کر کے، گاندھی کو نمبر رسول پر بٹھا کے، گاندھی اور نہرو جیسے کافر کو اپنا مقتداء بنائے کے، گاندھی، نہرو کے قصیدے گا کے، مسلمانوں کو گالیاں دے کے بھی دین اور احکام دین پر قائم رہیں۔

۷ یعنی موصوف ۱۹۵۰ء میں مشر آف اسٹیٹ حکومت پاکستان برائے تعلیم و آباد کاری ہوئے اور ۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۱ء یونیورسٹی آف کراچی (پاکستان) کے واکس چانسلر ہے (حالات زندگی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، از خواجہ رضی حیدر، ص ۳۸-۴۰)

۸ یعنی مولانا مودودی: ابوالحسان محمد رمضان قادری لکھتے ہیں: مودودی صاحب نے صرف یہ کہ پاکستان کے مخالف تھے بلکہ سرے سے آزادی کے ہی مخالف تھے، جس وقت ہندو کانگریس اور مسلم لیگ دونوں بڑی جماعتیں حصول آزادی کے لئے سرگرم عمل تھیں، اس وقت مودودی صاحب تحریک آزادی میں حصہ لینے کی بجائے تحریک آزادی کے خلاف سرگرم عمل تھے، اس وقت بھی موصوف یہ منطق بگھار رہے تھے کہ انگریزوں کو ملک سے نکال دینے کی کیا ضرورت ہے ذرا صبر سے کام لو، اپنی آزادی روک دو، تو ہم رفتہ رفتہ انگریزوں کو اپنی لشی پر پڑھا کر اور انہیں سمجھا بجھا کر اسلام قبول کر لینے پر رضا مند کر لیں گے..... در پرده مودودی صاحب اس منطق کے ذریعے ملک پر انگریزی راج کو مدد توں مسلط رکھنے کی فکر میں تھے۔ (بحوالہ مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش: ۱۲۲، ۱۲۳)

بہر حال اگر کوئی شخص اُن کے ارشادات سے ان کے مافی افسوس کو سمجھنے سے قاصر ہو تو انہی کا مندرجہ ذیل فرمان دیکھ لے ”مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپیریلیزم سے آزاد کر دیا جائے“۔ (کتاب مذکور، ص ۹۲)

اور اگر پھر بھی کسی قسم کا کوئی شک باقی رہ گیا ہو انہی کا تیرا اعلان حاضر ہے: ”مسلم لیگ، احرار، خاکسار اور جمعیۃ العلماء اور آزاد کا نفرس سب کی سب اس وقت تمام کا رواہیاں حرف باطل کی طرح محو کر دینے کے لائق ٹھہر تی ہیں، نہ ہم قومی اقلیت ہیں نہ آبادی کے فیصد تناسب پر ہمارے وزن کا انحصار ہے، نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی جھگڑا ہے نہ انگریزوں سے وطنیت کی بنیاد پر ہماری لڑائی ہے، نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے، نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے“۔ (کتاب مذکور: ۳/۱۱۰)

بہر حال مودودی صاحب کی اس نرالی منطق کو قوم نے لاکن توجہ نہ سمجھ کر تحریک آزادی کو تیز کر دیا، ملک کے گونے گونے مسلم لیگ نے آباد، قائد اعظم زندہ باد اور لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان کے نعرے گو بنخے گے تو آزادی کی راہ میں روڑے انکانے والے یہی مودودی صاحب اس بات پر جل بھن گئے کہ قوم نے محمد علی جناح کو قومی قیادت کا تاج پہننا کر اپنا قائد اعظم کیوں بنالیا، بس پھر کیا تھا فوراً پینٹر ابدل کر اپنی حکمت عملی کی تمام ترقوت کے ساتھ مسلم لیگ اور قائد اعظم پر حملہ آور ہو گئے۔

اور جوشِ رقبت میں بے قابو ہو کر تحریک پاکستان اور قائدِِ تحریک کے خلاف ایسی تحریریں لکھنا شروع کر دیں، جو اسلامی اخلاق کو بڑی چیز ہے عام شرافت کے معیار سے بھی گردی ہوئی تھیں، چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

”افسوں کہ مسلم لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقیدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلام ذہنیت اور اسلامی نظر و فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو، یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے“۔ (ترجمان القرآن، ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۲)

القرآن، ۱۳۵۹ھ، ص ۲۶، سیاسی کشکش: ۳۷/۳

”جنتِ الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں کتنے ہی سبز باغ دیکھ رہے ہوں لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع وہ بنا بھی نہیں تو) لازماً جمہوری اور لا دینی اسٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا“۔ (ترجمان القرآن، فروری ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۳)

”جب میں مسلم لیگ کی ریزولوشن (قرارداد پاکستان) کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے“۔ (بحوالہ سیاسی کشکش: ۳۷/۳)

”اس نامنہا مسلم حکومت (پاکستان) کے انتظار میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں، جس کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقاصد کے لئے نہ صرف غیر مفید ہو گی بلکہ کچھ زیادہ ہی سد را ہٹابت ہو گی“۔ (سیاسی کشکش: ۳۷/۳)

”باقی رہاظام حکومت وہ پاکستان میں بھی ویسا ہی ہو گا جیسا ہندوستان میں ہو گا..... مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطہ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلہ میں کچھ بھی قابل ترجیح نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل لعنت ہے“۔ (کتاب مذکور، ص ۱۳، حاشیہ)

”مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کوئی لفظ میں (مودودی) نے لکھا ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے“۔ (بحوالہ ترجمان القرآن، جولائی ۱۹۳۸ء)

(انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۶) (مخالفین پاکستان، ص ۳۲)

”ہم کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ تقسیم ملک کی جنگ میں ہم غیر متعلق رہے“ (بحوالہ ترجمان القرآن، نومبر ۱۹۶۳ء) (انگریز اور

پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۶-۲۷)

”معمر لیگی رہنماسدار شوکت حیات نے کہا کہ ”قائد اعظم کے حکم پر میں اور راجہ غفرنگ علی خان ۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظم کا پیغام لے کر مولانا مودودی کے پاس گئے اور کہا کہ آپ پاکستان کے لئے دعا بھی کریں تو مولانا نے کہا ”آپ میرے پاس ”ناپاکستان“ کے لئے دعا کروانے آئے ہیں“۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور، ۷ اکتوبر ۱۹۸۳ء) (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۷)

الغرض مودودی صاحب نے اسلامیان ہند کو مسلم لیگ- تحریک پاکستان اور قائد اعظم سے تنفس کرنے کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتیں اور تو انہیاں صرف کر دیں، اس سلسلہ میں بھی ان کی ہفوتوں اس قدر ہیں کہ اگر انہیں جمع کیا جائے تو ایک مبسوط دفتر تیار ہو جائے..... تاہم اس وقت جب کہ حالات یکسر بدلتے ہیں، جماعت اسلامی اور اس کے پیشوام مودودی صاحب اپنی حکمت عملی کے تحت مسلم عوام اور خصوصاً قوم کے نوجوان طلباء کا تعاون حاصل کرنے کی خاطر تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں، چنانچہ میاں محمد طفیل صاحب اب دعویٰ کرتے ہیں کہ اس باب میں مودودی صاحب کی خدمات دوسرے تمام رہنماؤں کی خدمات پر بھاری ہیں، اور خواجہ رضی حیدر نے اس قسم کے بیان کے بارے میں پاکستان کے اہم رکن اور ممتاز مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سے پوچھا تھا چنانچہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں: ”میاں طفیل (جماعت اسلامی کے اہم رکن) کے لیے وی انٹرویو کے بارے میں جس میں انہوں نے کہا تھا کہ مولانا مودودی نے تحریک پاکستان اور قائد اعظم کی کبھی مخالفت نہیں کی، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں تو مولانا مودودی سے بہت عرصہ سے واقف ہوں، میرے اور ان کے بہت اچھے تعلقات ہیں، ان کی بہت سے چیزوں کی میں قدر کرتا ہوں لیکن یہ کہ انہوں نے پاکستان کی مخالفت نہیں کی، اس کے کچھ اسباب تھے، یہ خیال غلط ہے کہ مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کی مخالفت نہیں کی، پاکستان کی تو انہوں نے کھل کر مخالفت کی تھی“۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انٹرویو۔ ۱، ص ۲۵)

یہاں تک کہ خود مودودی صاحب نے بھی چیلنج دے دیا ہے کہ کسی کی بہت ہے تو ثابت کرے کہ میں نے کبھی تحریک پاکستان کی مخالفت کی ہے، اگرچہ ان کی پاکستان دشمنی اظہر من اشتمس ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے

اس صریح جھوٹ کی قلعی کھونے کے لئے جماعت اسلامی کی پاکستان دشمنی کے ثبوت میں ہائیکورٹ کا فیصلہ پیش خدمت کرو یا جائے۔ واضح رہے عدالت عالیہ نے یہ فیصلہ ۱۹۵۲ء میں نایا تھا، مگر جماعت اسلامی کو آج تک اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپل دائرے کی جرأت نہیں ہو سکتی ہے، عدالت عالیہ کا یہ بیش چیف جسٹس محمد منیر، مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل تھا، فاضل جوں نے اپنے فیصلے میں لکھا تھا: ”جماعت مسلم لیگ“ کے تصور پاکستان کے علی الاعلان مخالف تھی اور جب پاکستان قائم ہوا ہے جس کو ”ناپاکستان“ کہہ کر یاد کیا جاتا ہے، یہ جماعت موجودہ نظام حکومت اور اس کے چلانے والوں کی مخالفت کر رہی ہے، ہمارے سامنے جماعت کی جو تحریریں پیش کی گئی ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کا بعد سا اشارہ بھی موجود ہو، اس کے برعکس یہ تحریریں جن میں کئی مفروضے بھی شامل ہیں تمام کی تمام اس شکل کی مخالف ہیں جس میں پاکستان وجود میں آیا اور جس میں اب تک موجود ہے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۲۶۱)

اور اگر کوئی شخص یا جماعت کسی عدالت کے فیصلے سے مطمئن نہ ہو تو اس کے لئے راستہ یہ ہے کہ وہ اس عدالت کے فیصلے کے خلاف اس عدالت سے بڑی عدالت میں اپل دائرے اور اپنے دفاع میں معقول دلائل و شواہد پیش کر کے انصاف طلب کرے، لیکن چونکہ مودودی صاحب اور اس کی جماعت کے اراکین بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بارے میں ”ہائیکورٹ“ کا فیصلہ صحیح ہے، تحریک پاکستان میں انہوں نے واقعی کوئی حصہ نہیں لیا تھا، بلکہ انہوں نے پاکستان، بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور ان کے ساتھی مسلم لیگیوں کی کھل کر مخالفت کی تھی، اس لئے طویل وقت گزر جانے جانے کے باوجود انہیں ”سپریم کورٹ“ میں اپل دائرے کی جرأت نہیں کوئی ملھا۔ (مکمل تاریخ وہابیہ، ص ۱۸۳ تا ۱۹۱)

۸۰ جو کل پاکستان کے مخالف تھے: حقیقت بھی یہی ہے کہ جو کل پاکستان کے مخالف تھے، آج دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم اور ہمارے بزرگوں نے پاکستان بنایا ہے، جب کہ نہ وہ خود جدوجہد آزادی کا بھی حصہ رہے اور اپنے جن بزرگوں کا وہ ذکر کرتے ہیں ان کی اکثریت تو ایسی ہے جو قیام پاکستان کی راہ میں روڑے الکانے کا کام کرتے رہے، اور پاکستان مخالف جماعتوں کا حصہ رہے جیسے مودودی صاحب جو بذات خود پاکستان کے مخالف تھے، اور انہوں نے تقریباً تحریر، قول، عمل اس کی مخالفت کی، اور مولانا فضل الرحمن کے والد مفتی محمود صاحب جس جماعت کے اہم رکن تھے، وہ جماعت ”احرار“ کے نام سے معروف ہے اور اس جماعت کے لوگوں نے پاکستان اور پاکستان بنانے والوں، مسلم لیگ اور لیگ کے رہنماؤں کو جس قدر گالیاں بکھیں، لکھیں، چھاپیں اس قدر گالیاں تو شاید ہندوؤں نے بھی نہ دی ہوں گی، اسی طرح خان عبدالغفار خان جو قیام پاکستان سے قبل ہی اپنی کانگریس نوازی اور گاندھی کی اطاعت شعاراتی کی وجہ سے ”سرحدی گاندھی“ کے نام جانے جاتے ہیں، اسی طرح ٹوانہ خاندان کے فرد فرید خضر حیات ٹوانہ کی اسلام و پاکستان دشمنی کی سے چھپی نہیں، اور پھر سندھ میں عبید اللہ سندھی، مولانا تاج محمود امرؤی، مولوی صادق (کھنڈہ، کراچی) وغیرہم عقائد وہابیہ رکھنے والے وہ لوگ تھے جو اسلام کے نام پر لوگوں کو کانگریس کا حامی بنانے میں دن رات کوشان رہے اور اسی طرح سندھ کی معروف سیاسی شخصیت جی ایم سید صاحب جو شروع میں مسلم لیگ میں تھے، ایکشن میں نکٹ نہ ملنے پر مخالف ہو گئے اور مخالفت کو خوب نبھایا، آخر تک بھی حمایت کا خیال بھی نہ آیا جیسا کہ معروف صحافی رشید احمد لاشاری مرحوم کی کتاب ”ادب کی آڑ میں“ اور حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کی کتاب ”سندھ سونہاری“ میں موصوف کے اسلام و پاکستان دشمن کا رنا متفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ اور وہ ۱۹۲۵ء۔ ۱۹۳۶ء کے انتخابات تھے کہ جس میں ”جی ایم سید (ف ۱۹۹۵ء) کی سیٹ پر گھسان کا رن پڑا، مولانا ابوالکلام آزاد (ف ۱۹۵۸ء) (کانگریسی) جی ایم کی پیٹھ ٹھونکنے کے لئے سندھ میں آئے، قائد اعظم نے جی ایم کے مقابلے میں قاضی محمد اکبر مسلم لیگ کا نکٹ دیا اور وہ ہر قیمت پر اپنے اس امیدوار کی کامیابی کے خواہاں تھے، مسلم لیگ نے اس حلقہ پر خصوصی توجہ دی سندھ کے بڑے بڑے مشائخ اور علماء نے دن رات ایک کر کے اس حلقہ میں بہت سے جلوسوں میں خطاب کیا، حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی نے بھی اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کے لئے بھرپور جدوجہد کی، نتیجتاً جی ایم بُری طرح ہار گئے، ملھا (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، ص ۳۲)

ای کا ذکر مشہور موڑ خدا کثیر قریشی نے اپنے کلمات میں فرمایا کہ ”سیاست دانوں کے دو گروہ تھے سواد اعظم قائد اعظم کے ساتھ اور باقی لوگ کانگریسی تھے۔“ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور خدا کثیر اشتیاق حسین قریشی، ص ۳۱)

بہر حال پاکستان کی مذہبی و سیاسی جماعتوں میں سے بعض جماعتوں جن لوگوں کو پاکستان کا حامی بتاتی ہیں، اسلام کا شیدائی بتاتی ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جنہوں نے کبھی پاکستان کی حمایت نہ کی بلکہ مخالفت میں انہوں نے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیں، چنانچہ اسی حقیقت کو تحریک پاکستان کے ممتاز رکن اور عالمی شہرت یافتہ موڑ خدا کثیر اشتیاق حسین قریشی ایک انٹرو یو میں ان لفظوں میں بیان کیا: ”در اصل ہم ماضی کی بجائے حال کو دیکھتے ہیں جو لوگ اس وقت کہتے ہیں ہم پاکستان کے حامی ہیں وہ خود سوچیں اور اپنی فکر کے تفاصیل پر غور کریں“۔ ”چنان“ مولانا ابوالکلام آزاد کی تعریف میں صفحے کے صفحے کے صفحے سیاہ کر رہا ہے، اُن میں سے بعض جماعتوں ایسے افراد کی وکالت کرتی ہیں جو مرتبے دم تک پاکستان کے

حاجی نہیں ہوئے، اس طرح حکومت کہتی کچھ ہے اور کرتی کچھ ہے۔ ان کے قول فعل کے تضاکا کیا جائے۔” (دوقومی نظریہ کے حادی علاء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انٹرویو۔ ۱، ص ۱۹) یہ لوگ آج دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم پاکستان کے حاجی تھے اور حاجی ہیں اگر یہ حق ہے تو یہ لوگ آج تک ان کو اپنے پیشووا اور رہنمایوں قرار دے رہے ہیں جو تحریک پاکستان کے مخالف اور گانگریسی اور ہندوؤں کے حاجی، مسلمانوں کے غدار اور انگریزوں کے یار تھے، یہی نہیں بلکہ ان کی تعریف میں ہزاروں، لاکھوں صفحات سیاہ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں، محض عوام انس کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

۹ ۹ کے دو چار کے علاوہ باقی دیوبندی ہندوؤں میں مدغم ہو گئے: اسی حقیقت کو تحریک پاکستان کے ایک اہم رکن، محمد علی جناح کے قریبی ساتھی اور بین الاقوامی شہرت یافتہ مؤذن خواجہ رضی حیدر نے اپنے ایک انٹرویو میں بیان کیا، یاد رہے یہ انٹرویوروز نامہ ”حریت“ کے سابق سب ایڈیٹر خواجہ رضی حیدر نے ۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو لیا تھا اور ۸ جنوری ۱۹۴۸ء کو یہ فہرست روزہ ”افق“، کراچی میں شائع ہوا، چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ”دو چار علماء کے علاوہ دیوبندیوں کا باقی حصہ تو ہندوؤں میں بالکل مدغم ہو چکا تھا۔“ (دوقومی نظریہ کے حاجی علاء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انٹرویو۔ ۱، ص ۲۰)

اور اسی انٹرویو میں ڈاکٹر صاحب نے حزیر کہا کہ دیوبندی علماء میں شیر احمد عثمانی پاکستان کی تحریک میں شامل تھے، جب کہ الہمنت کے بیشتر علماء نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان میں مولانا عبدالحامد بدالیونی، علامہ شاہ عبدالعزیز صدیقی، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، سید محمد محدث پٹھوچھوی، پیر صاحب مانگلی شریف، مولانا ابو الحسنات قادری وغیرہ پیش پیش تھے..... ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے ایک سوال کے جواب میں کہا: مولانا عبدالستار خان نیازی اور خواجہ قمر الدین سیالوی احراری ہرگز نہیں تھے، بلکہ انہوں نے تحریک پاکستان میں بہت کام کیا اور یہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (دوقومی نظریہ کے حاجی علاء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انٹرویو۔ ۱، ص ۳۰-۳۱)

پاکستان سنتی علماء و مشائخ نے بنایا: پاکستان سنتی علماء و مشائخ نے بنایا اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دی، خود بھی اس جدوجہد میں شریک رہے اور راپنے متعلقین اور عوامِ مسلمین کو اس تحریک کا حاجی بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا، اس میں ”آل اندیسا سنتی کانفرنس“ کا کردار ناقابل فراموش ہے، خصوصاً ہمارے سنتی کانفرنس کے اٹل فیصلے تا قیامت تاریخ کا ایک باب بن کر تاریخ کے اوراق کو زینت بخشتے رہیں گے، یہاں ہم بطور تمونہ علماء و مشائخ کے چند فرمودات ذکر کرتے ہیں:

(۱) اوائل دسمبر ۱۹۴۵ء میں پنجاب کے نامور صوفیاء کرام نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک اعلان جاری فرمایا جس میں مریدین کے علاوہ تمام مسلمانوں کو ہدایت اور تاکید کی گئی کہ وہ مسلم لیگ کی حمایت کریں، حضرت امیر ملت (سید جماعت علی شاہ) نے اس موقع پر بھی یہی فرمایا کہ ”مسلم لیگ میں شامل نہ ہو اور مرجائے تو ان کے مرید ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھیں“۔ (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، ص ۶۷-۷۷)

امیر ملت علیہ الرحمہ نے واسرے ہندلارڈ و یوں کو ایک تاریخ سال کیا جس میں آپ نے فرمایا: ”مسلم لیگ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ اور قائد اعظم محمد علی جناح ان کے واحد لیڈر ہیں..... طول و عرض ہندوستان میں میرے لاکھوں مرید مسلم لیگ کے ساتھ ہیں“۔ بحوالہ ہفت روزہ سعادت لائل پور، مجریہ ۸ جولائی ۱۹۴۵ء، ص ۳ (تاریخ آل اندیسا سنتی کانفرنس، ص ۲۷۶)

(۲) ۳ مئی ۱۹۴۶ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مرکزی انجمن نعمانیہ ہند لاہور میں ”آل اندیسا سنتی کانفرنس“ کے ناظم نشر و اشاعت نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ”ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام قربانیوں کا واحد حل قیام پاکستان میں مضر ہے، پاکستان وہ کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور رہوت کا سوال بن چکا ہے، ہم آزادانہ زندگی برقرار نے کے لئے یا تو پاکستان حاصل کر کے رہیں گے یا مٹ جائیں گے۔ دونوں فیصلے کی کھڑی آن پہنچی ہے ہم پاکستان کی راہ میں ہر روڑے کو ہٹانے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔“ بحوالہ ہفت روزہ و بدیہ سکندری، رامپور، مجریہ ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۵ (تاریخ آل اندیسا سنتی کانفرنس، ص ۱۳۲)

۱۱ اپریل ۱۹۴۶ء کو سنتی کانفرنس سہرماں میں مولانا سید خیر الدین احمد نے ذکر کیا کہ وزارتی و فد کو قرار داوروانہ کی گئی ہے اور وہ قرار داوادیہ ہے کہ ”ہم لوگوں کو کانگریس پر اعتماد نہیں ہے اور ہم پاکستان = سے کم کوئی چیز قبول نہیں کریں گے“۔ بحوالہ ہفت روزہ و بدیہ سکندری، رامپور، مجریہ ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء، ص ۳ (تاریخ آل اندیسا سنتی کانفرنس، ص ۱۳۱)

(۳) حضرت خواجہ معین الدین احمد فریدی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر نے ۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ / ۱۱ دسمبر ۱۹۴۵ء عرس شریف کی محفل میں آپ تمام محین و متولین کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے آپ کے ارشاد کے موافق مرکزی قومی اسمبلی میں ووٹ مسلم قوم کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے امیدواروں کو دیے۔ آخر میں آپ نے فرمایا: ”آئندہ صوبجاتی ایکشن میں سب حضرات اپنے پورے اثر سے کام لے کر مسلم لیگ ہی کے امیدوار کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں“۔ (اخبار بدیہ سکندری، رامپور، مجریہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۵ء، ص ۶)

(۴) سجادہ نشین درگاہ خواجہ نظام الدین اولیاء خواجہ حسن نظامی نے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی بھرپور تائید و حمایت کی، ۱۹۴۵ء میں

آپ نے بحیثیت صدر اول ”آل انڈیا چشتی پارٹی“ اعلان کیا: ”چشتیہ خاندان کے مانے والے کروڑوں مسلم لیگ کے مالک ہیں۔ (تحریک پاکستان اور مشائخ اہلسنت، ص ۱۰۱)

(۵) پیر امین الحنات آف مائئی شریف نے فرمایا: ”اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی خفت ضرورت ہے، ہر مسلمان کو حصول پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہئے، جہاں وہ عزت و آزادی سے رہ سکیں، حصول پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی اور آزادی کے لئے کوشاں ہے۔“ - بحوالہ ہفت روزہ احوال کراچی، ۲۹ اگست ۱۹۹۲ء، ص ۳۲ (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۲)

(۶) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شاگرد حضرت مولانا سید محمد مجید ث پکھوچھوی نے آل انڈیا یونی کانفرنس بنا رس میں فرمایا: ”ہم سے مسلم لیگ کو اس کی امید رکھنی چاہئے کہ اس کا جو قدم سنیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہو گا (یعنی اسلام اور قرآن کی آزاد حکومت) اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہو گا، آل انڈیا یونی کانفرنس کی تائید اس کو بے دریغ حاصل ہو گی اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا یونی کانفرنس کی رہنمائی اس کو قبول کرنی ہو گی اور ضرور کرنی پڑے گی۔“ - اس کے بعد اجیر شریف میں ہونے والے آل انڈیا یونی کانفرنس کے اجلاس ۱۹۳۶ء میں سید محمد مجید ث پکھوچھوی نے فرمایا: ”اب غفلت کے جرم سے بازا آ جاؤ، اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنالتو جا کر دم لو، یہ کام اے سنیو! اُسن لوكہ صرف تمہارا ہے۔“

اس کے بعد فرمایا: ”اگر ایک دم سارے سنتی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا، اس کا دفتر کہاں رہے گا اس کا جہذا سارے ملک میں کون اٹھائے گا۔“ - (ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، مجریہ اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۵)

(۷) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور مسلم لیگ جبل پور کے صدر مفتی برہان الحق نے فرمایا: ”اے حضرات اخوانِ ملت، مسلمان بھائیو!..... کل جس مسلم لیگ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی، آج کانگریس اور برطانیہ دونوں کی نظریں اس کی پالیسی کی طرف لگی ہوئی ہے، اس لئے اب جس قدر جلد ممکن ہو ۱۹۴۰ء کے لئے زیادہ ممبر بن جائیں، جن محلوں، دیہاتوں، تحصیلوں میں مسلم لیگ قائم نہ ہو وہاں قائم کر کے اپنے ضلع سے الحاقد کیجئے اور جلد بنا دیجئے کہ آپ اسلام کے لئے سینہ پر ہونے اور اپنے محترم صدر قائد اعظم مسٹر جناح کے ارشاد کی تعلیل پر ہر وقت تیار رہیں۔“ - بحوالہ تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز از مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، لاہور ۱۹۸۶ء (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۳)

(۸) استاد العالماء مولانا یار محمد بندیوالی نے فرمایا: ”ایک طرف اسلام کا جہذدا ہے دوسری طرف کفر کا، چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس سے کثنا اسلام سے کثنا ہے۔“ - (باغی ہندوستان (ضمیمه)، ص ۳۲۶)

(۹) شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی نے فرمایا: ”علماء احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہئے۔“ - بحوالہ اقبال، قائد اعظم اور پاکستان، ص ۱۳۰ (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۳)

(۱۰) شیخ طریقت پیر قفضل شاہ نے فرمایا: ”مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ کے جہذدے تلے جمع ہو جائیں کیونکہ وہی ان کو نجات دلا سکتی ہے۔“ - بحوالہ قائد اعظم اور ان کا عہد، ص ۲۳۰ (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۳)

(۱۱) گل محمد فیضی نقل کرتے ہیں کہ ”۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو مسلم لیگ کی انتخابی مہم کے دوران حضرت پیر جلال پوری نے فرمایا: ”نہ صرف اپنے حلقہ نیابت میں اس امیدوار ہی کو ووٹ دینے چاہیں جسے مسلم لیگ نے نکٹ دے کر کھڑا کیا ہو بلکہ اپنے حلقہ اثر میں اسے کامیاب بنانے کے لئے اپنی تمام کوششیں وقف کر دیں، اسال قومی تعلقات، راشتہ داریوں اور وھڑہ بندیوں کے قصے سامنے نہیں آنے چاہیں۔“ - (ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، مجریہ اکتوبر ۱۹۸۹ء، تحریک پاکستان اور علماء و مشائخ اہلسنت، ص ۱۲۲)

(۱۲) حکیم محمد موسیٰ امرتسری فرماتے ہیں کہ ”حضرت میاں (علی محمد خان چشتی) صاحب قبلہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے، اخبارات میں بیان چھپوانے کو ناپسند فرماتے، لہذا تحریک پاکستان میں اپنے نمائندوں کے ذریعے اپنے مریدوں کو پاکستان کی مکمل حمایت کے پیغامات سمجھتے رہتے۔“ - (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۷۲-۷۳)

(۱۳) حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری فرماتے ہیں: ”مولانا محمد بخش مسلم نے لاہور میں بیٹھ کر پاکستان کے لئے بہت کام کیا ہمارے امرتسر کے نوجوان لاہور میں مسلم صاحب کے پیچھے جمعہ پڑھنے خصوصی طور پر آتے تھے، مسلم صاحب جمعہ کے خطاب میں قیام پاکستان کے لئے مدلل دلائی کرتے تھے، انہوں نے عام دیہاتیوں کو مسلم لیگ کا حامی بنانے کے لئے بڑی سادہ سی بات کہی کہ مسلم لیگ نہیں بلکہ کفر و اسلام میں لیک“ ہے (پنجابی زبان میں لیکن خط کو کہتے ہیں) تو ایک عام دیہاتی کی سمجھ میں مسلم لیگ کا منشور واضح ہو جاتا۔“ - بحوالہ ماہنامہ ساحل، کراچی، مارچ ۱۹۹۳ء (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۷۲)

مشائخ و علماء اہلسنت نے تقریر، تحریر اور طرح اہل اسلام کو کاگریں کا ساتھ دینے سے روکا اور مسلم لیگ کی حمایت کے لئے آمادہ کیا تھی کہ فتاویٰ کے ذریعے بھی چنانچہ مفتی عبدالتمیں سے کئے گئے دو سوالات اور ان کے جوابات اور امیر ملت کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

(۱۴) سوال: ہمارے یہاں کا گریں کا زیادہ زور ہے، یہاں پر کا گریں کی طرف سے بڑے بڑے لوگ آتے ہیں وعظ و تقریر کرتے ہیں تقریر ختم ہونے کے بعد عام لوگوں سے کافر لگواتے ہیں، ایسی محفل میں ہم مسلمان شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب: کاگریں مسلمان ہندوؤں سے ملے ہوئے ہیں اور ہندو سے وظیفہ پاتے ہیں، عام مسلمانوں کو ان کے جلے میں شریک نہ ہونا چاہئے چونکہ فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں، خاص لوگ یہ پتا لگا کر شریک ہو سکتے ہیں کہ کاگریں کیا تقریر کرتے ہیں اور کیا پاس کرتے ہیں تاکہ اس کا جواب دے سکیں۔

(۱۵) عارف کامل پیر سید مہرشاہ صاحب علیہ الرحمہ آف گوڑہ شریف سے کسی نے کاگریں میں شامل ہونے کے متعلق فتویٰ پوچھا، اس کا جواب جو آپ نے تحریر فرمایا وہ ”فتاویٰ مہریہ“ میں درج ہے

سوال: کیا مسلمان کو کاگریں میں شامل ہونا چاہئے یا نہ؟

جواب: مکرمی شاہ صاحب میری رائے میں یہ شمولیت اسلام کے برخلاف اور ناجائز ہے۔ (مخالفین پاکستان، ص ۲۷)

مفتی عبدالتمیں کا مسلم لیگ کے بارے میں فتویٰ درج ذیل ہے:

(۱۶) سوال: مسلم لیگ کا ساتھ دینا چاہئے کہ نہیں؟

جواب: مسلمانوں کو مسلم لیگ کا ساتھ دینا از بس ضروری ہے۔ (لفت روزہ الفقیہ امرتر، مجریہ ۷ تا ۱۳ جون ۱۹۳۷ء، ص ۱۰)

(۱۷) امیر ملت سید جماعت علی شاہ کا فتویٰ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء کو روزنامہ ”وحدت“ دہلی میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”میں فتویٰ دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو فقیر اپنے فتوے کا پھر اعادہ کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہوا گروہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔“

۸۲ ایک غیر جاندار موڑخ ڈاکٹر قریشی نے بھی اس کا اقرار کیا کہ ”جب کہ اہلسنت کے بیشتر علماء نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں مولانا عبدالحامد بدایوی اور شاہ عبدالعلیم صدیقی، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، سید محمد محدث پچھوچھوی، پیر صاحب مانگی، مولانا ابوالحسنات قادری پیش پیش تھے۔“ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۳۰)

۸۳ اس کے علاوہ ہمیں تاریخ سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ محمد علی جناح نے مولانا عبدالعلیم صدیقی کے بڑے بھائی کی اقداء میں بھی نماز ادا کی، چنانچہ گل محمد فیضی لکھتے ہیں: ”۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ کے اجلاس پنہ میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ الگ اسلامی ملک کا آئین اسلامی ہو گا اور جب اجلاس نماز کے لئے ملتوی ہوا تو حضرت قائد اعظم نے گل ارکان مسلم لیگ کی معیت میں مقامی مسجد کے خطیب (جوئی بریلوی تھے) کی اقداء میں نماز ظہراً ادا کی، اسی طرح بھی میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں مولانا نذیر احمد فتحی کی اقداء میں ادا کیں، مولانا فتحی مرحوم مولانا عبدالعلیم میرٹھی کے بڑے بھائی تھے اور دونوں بھائی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کے مریدان با صفات تھے۔“ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، تحریک پاکستان اور علماء و مشائخ اہلسنت، مجریہ ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۲)

۸۴ اسی بات کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر رحیم بخش شاہین لکھتے ہیں: عام طور پر کہا جاتا ہے کہ تحریک پاکستان کے محکمات میں معاشی و سیاسی مسائل کو اہمیت حصل تھی اس میں کوئی شک نہیں معاشری میدان میں ہندو اور مسلمان اقوام میں بعد المشرق تھا، ہندو اپنی ساہبکاری اور کاروباری ذہنیت کی بناء پر ملک کی تجارت پر چھائے ہوئے تھے۔ تعلیمی لحاظ سے ترقی یافتہ ہونے کی بناء پر سرکاری ملازمتوں پر بھی ان کا ہی غلبہ تھا اور یہ لوگ بڑے منظم طریقے سے مسلمانوں کو معاشی لحاظ تباہ کرنا چاہتے تھے، اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے وجود کو ہندوستان کی سرزی میں پر برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے۔

اسلام کے سید ہے سادھے، عام فہم اور قابل عمل اصول، ہندو مت کے گورکھ دھنڈے اور از کار رفتہ سماج کے لئے ایک مستقل چیلنج کی حیثیت رکھتے تھے، گویا معاشی اور سیاسی اختلافات دراصل سطحی ہیں جو نہ ہی اور نظریاتی اختلافات کا نتیجہ ہیں، ہندوؤں کا مقصد مسلمانوں کو محض معاشی اور سیاسی لحاظ سے مفلوج کرنا نہیں تھا بلکہ نہ ہی لحاظ سے ان کے وجود کو ہمیشہ کے لئے تحلیل کرنا تھا اور وہی عمل دہرانا تھا جس کی مدد سے ہندوؤں نے مسلمانوں کی آمد سے قبل یہاں آنے والے غیر ملکی حملہ آوروں اور مقامی آبادی کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا، لیکن اس مرتبہ ہندوؤں کو ایسے نظام زندگی سے پالا پڑا جو بہت سخت جان ہے جو دنیا کے تمام نظاموں سے بالاتر ہے جو ہر اعتبار سے کامل ہے، جو دو ہر جدید کے تمام حفاظت و مسائل پر پوری جامعیت سے حاوی ہے، جو دوسرے مذہبوں اور تہذیبوں کو اپنے اور جذب تو کر سکتا ہے لیکن ان کے اندر جذب ہو کر اپنے علیحدہ وجود سے دستبردار نہیں ہو سکتا (یہی وجہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد بھارت نے اپنی مسلمان باشندوں کو جذب کرنے کی کوشش کی کہ

حسب سابق ناکامی سے دوچار ہوئی)۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان جس مذہب کے پیروکار ہیں، وہ کوئی قومی، وطنی یا اسلامی مذہب نہیں ہے بلکہ مذہب مادی امتیازات سے ماوری تمام نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کا داعی ہے، اس لئے جو شخص اس کا حلقہ بگوش ہو جاتا ہے خواہ وہ کسی خطہ ارض سے تعلق رکھتا ہو، کوئی زبان بولتا ہو، کسی نسل سے ہو وہ ایک نئی قوم یا ملت کا فرد بن جاتا ہے، جو اللہ کی حاکیت اور انسانی اخوت و مساوات پر یقین رکھتی ہے، جب برصغیر میں پہلا مسلمان وارد ہوا تو اپنے ساتھ یہی انقلابی اصول لے کر آیا اور جب پہلا ہندو مسلمان ہوا تو اس کی ذات میں یہی انقلاب برپا ہوا۔ ایک آزاد مسلم مملکت کے قیام کا مطالبہ، اجلاس لاہور میں قرارداد کی منظوری اور پاکستان کے حصول کی جدوجہد اس انقلاب کا منطقی نتیجہ ہے۔ (ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، قیام پاکستان کی جدوجہد، مجریہ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، ص ۲۶-۲۷)

۵۵ محمد علی جناح سیلو رازم کی حامی نہ تھے: قائد اعظم کے معتمد ساتھی اور مشہور مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی اس کی تردید کی ہے چنانچہ ہفت روزہ "افق" کے سابق ایڈیٹر حاجی احمد مجاهد کو ڈاکٹر صاحب نے ایک انشرونیو یا ہفت روزہ "افق" کی اشاعت ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا، اس میں ہے کہ "ڈاکٹر صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ قائد اعظم کبھی سیکولر ازام کے حامی نہیں رہے، اور قیام پاکستان کے بعد ان کی جس تقریر کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ دستور ساز اسمبلی میں ہوئی اور میں خود اس میں موجود تھا، انہوں نے کہا تھا کہ آزاد ملک کے شہری کی حیثیت سے آپ اس ملک میں موجود ہیں، تو شہری کی حیثیت سے ہر ایک کے حقوق برابر ہیں، چاہے آپ کسی بھی مذہب کے پیروکار کیوں نہ ہوں اور اس بنیاد پر دستور میں کوئی مشق اسکی نہیں ہوگی جس سے کسی کونقصان پہنچے۔ (دو قومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انشرونیو ۲، ص ۲۹)

۵۶ محمد علی جناح اور نفاذ شریعت کا عزم: ۱۔ اس کے بارے میں ہم سب سے پہلے = س شخص کی گواہی پیش کرتے ہیں قائد اعظم کے معتمد ساتھی اور عالمی شهرت رکھنے والا موڑخ ہے یعنی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی شہادت اور وہ یہ ہے کہ "انہوں نے کہا قائد اعظم ہمیشہ اسلام کا نام لیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ پاکستان ہم اس لئے چاہتے ہیں کہ اس کو ہم اسلام کی تحریک گاہ بنائیں گے اور یہ ثابت کر سکیں گے کہ اسلام کے اصول اس بیویں صدی میں بھی ایسے قابل عمل ہیں جیسے ابتداء میں تھے"۔ (دو قومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انشرونیو ۲، ص ۲۹)

۲۔ اور پھر ۲۳ نومبر ۱۹۲۵ء کو محمد علی جناح نے خانقاہ مانگلی شریف (صوبہ سرحد) میں علماء کرام اور مشائخ عظام کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "آپ نے سپاس نامے میں مجھ سے پوچھا ہے کہ پاکستان کا قانون کونا ہوگا؟ مجھے آپ کے اس سوال پر سخت افسوس ہے (یاد رہے کہ یہ سپاس نامہ میاں عبدالگریم نے علماء و مشائخ اہلسنت کی جانب سے پیش کیا تھا) کہ آپ مجھ سے دریافت کر رہے ہیں کہ پاکستان میں کونا قانون ہوگا، میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسلمان کا ایک خدا، ایک رسول اور ایک قرآن ہے، یہی قرآن مسلمان کا قانون ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے ہمیں ملا ہے، یہی قرآن ہمارا قانون ہے اور بس (نصرۃ تکبیر اللہ اکبر، پاکستان زندہ باد) (پیر صاحب مانگلی شریف اور ان کی سیاسی جدوجہد، ص ۳۲) (قائد اعظم اور سرحد، ص ۱۲۵)

۳۔ پاکستان بننے کے بعد بانی پاکستان کے ایک قول کو بھی ملاحظہ فرمائیے، چنانچہ محمد صادق قصوری لکھتے ہیں: "۱۹۲۸ء میں..... اسی دوران میاں افتخار الدین (ف ۱۹۶۲ء) نے اسلامی شوزم کا نعرہ لگایا تو آپ نے (یعنی مولانا عبدالستار نیازی نے) ڈٹ کر مقابلہ کیا حتیٰ کہ حضرت قائد اعظم واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ "کیونٹ، ملک میں انتشار پیدا کر رہے ہیں، یاد رکھئے پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ ہوگی"۔ (حیات خدمات تعلیمات مجاهد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، ص ۱۰۳)

۴۔ حالانکہ "۱۹۲۵ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں پہنچے یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ الگ اسلامی ملک کا آئینہ اسلامی ہوگا"۔ (ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، مجریہ ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۶) اور بانی پاکستان نے متعدد بار اس ارادے و عزم کا اظہار بھی کیا تھا۔

اور پھر کثیر تعداد میں علماء و مشائخ اہلسنت نے لیگ کے شانہ بشانہ کام بھی اسی لئے کیا تھا قربانیاں صرف اس لئے دی تھیں کہ ہمیں ایک ایسا وطن حاصل ہو جائے کہ جس میں قرآن و سنت کا نظام ہو، اس جدوجہد میں شامل صرف علماء اہلسنت کی تعداد بائیس ہزار (۲۲،۰۰۰) سے زیاد تھی کہ جن کے ناموں کا ریکارڈ آل افڈیا سُنی کانفرنس کے مرکزی وفتر مراد آباد میں موجود تھا جو تقسیم کے وقت نہ جانے کیسے ضائع ہو گیا یہ تعداد تو وہ ہے جن کے صرف نام محفوظ تھے، ان کے علاوہ نہ جانے کتنے علماء و مشائخ اہلسنت ہوں گے جن کے نام اس میں درج نہ ہو سکے جو اس جدوجہد کا حصہ تھے۔

قارئین کرام اس سے یہ بھی سوچئے کہ دیوبند ملک کے دو چار مولوی آگئے ان کی بنا پر یہ لوگ ڈھنڈو را پیٹتے ہیں کہ پاکستان ہم نے بنایا اور وہ جن کی اتنی بڑی تعداد تحریک پاکستان میں شامل تھی اُن کا نام تک نہیں لیا جاتا، یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے ۲۰۰ جولائی ۱۹۲۳ء کو مولانا رفیع عثمانی نے اے آر وائی ون ورلد پر گفتگو کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے پاکستان بنانے میں صرف مسلم لیگ اور جمیعت علمائے اسلام کا نام لیا اور ان میں بھی صرف مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد النصاری اور اپنے والد مفتی شفیع دیوبندی کا نام لیا، بتائیے ظلم ہے یا نہیں، یہ حق کو چھپانا ہے یا نہیں، یہ قوم کو گراہ کرنا ہے یا نہیں، یہ تاریخی خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟